موت سے واپسی کے
ایمان افروز واقعات
www.besturdubooks.net
تالیف
مفتی عبد الغنی صاحب دامت برکاتہم
ناشر
مکتبۃ الشیخ
۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی نمبر ۵۔
فون: 021-34935493

قبر جنت کی کیاری ہوتی ہے یا جہنم کا گڑھا
(الحدیث)

موت سے واپسی کے ایمان افروز واقعات

تالیف

حضرت مولانا مفتی محمد عبدالغنی صاحب مدظلہ

فاضل و متخصص

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر

مکتبۃ الشیخ
۳/۴۴۵ بہادر آباد کراچی

0213-4935493
0321-2277910

نام کتاب: موت سے واپسی کے ایمان افروز واقعات

مؤلف : حضرت مولانا مفتی محمد عبدالغنی صاحب مدظلہ

ناشر : مکتبۃ الشیخ ۳/۴۴۵ بہادرآباد کراچی ۵

اسٹاکسٹ

مکتبہ خلیلیہ

دکان نمبر ۱۹ اسلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی

........دیگر ملنے کے پتے........

ادارۃ الانور بنوری ٹاؤن کراچی	دارالاشاعت اردو بازار کراچی
مکتبہ ندوہ اردو بازار کراچی	مکتبہ انعامیہ اردو بازار کراچی
زمزم پبلشرز اردو بازار کراچی	کتب خانہ اشرفیہ اردو بازار کراچی
اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی	کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی
ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان	مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی
مکتبۃ الحرمین اردو بازار لاہور	مکتبہ حقانیہ ملتان
مکتبہ قاسمیہ لاہور	مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ	مکتبہ القاسم نوشہرہ، اکوڑہ خٹک

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
دورِ جرجیس رحمہ اللہ کے واقعات	۱۰۶
حضرت جرجیس رحمۃ اللہ علیہ ٹکڑے ہونے کے بعد دوبارہ زندہ ہوگئے	۱۰۷
بیل دوبارہ زندہ ہوگیا	۱۰۸
گندھک اور تانبے کے ساتھ جل کر خلط ملط ہونے کے بعد حضرت جرجیس دوبارہ زندہ ہوگئے	۱۰۹
ستره شخص دوباره زنده ہوگئے	۱۰۹
حضرت جرجیس رحمۃ اللہ علیہ راکھ بننے کے بعد دوبارہ زندہ ہوگئے	۱۱۰
دورِ نبوت کے واقعات	۱۱۴
زندہ درگور شدہ بچی دوبارہ زندہ ہوگئی	۱۱۵
بکری دوبارہ زندہ ہوگئی	۱۱۵
انصاری صحابی رضی اللہ عنہ ماں کی دعا سے دوبارہ زندہ ہوگیا	۱۱۷
حضرت ابراہیم ابن نبیط رضی اللہ عنہ ماں کی دعا سے دوبارہ زندہ ہوگئے	۱۱۸
حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے دوبارہ زندہ ہوگئے	۱۱۸
لڑکی نے دوبارہ زندہ ہو کر کفن چور زانی کو ڈانٹ دیا	۱۲۰
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کا دوبارہ زندہ ہونا	۱۲۲
ابوجہل قبر سے عذاب کی حالت میں باہر نکل آیا	۱۲۳
ابوجہل قبر سے نکل کر پانی پانی چیخنے لگا	۱۲۳
مدفون مومن و کافر قبر سے نکل آئے	۱۲۴
روضۂ نبوی سے جواب آیا	۱۲۶
احاطۂ روضہ میں تدفینِ صدیق کی اجازت مل گئی	۱۲۷
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے سلام کا جواب دیا	۱۲۸
فحش گوئی کی سزا	۱۳۰
مسجد کی صفائی کرنا بہترین عمل ہے	۱۳۱

مضمون	صفحہ
حضرت ثابت بنانی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے	۱۶۱
مدفون بیٹے نے کہا کہ والد کے خفا ہونے کی وجہ سے والدہ ہمارے پاس نہیں آسکیں گی	۱۶۲
قبروں سے تلاوت کی آواز سنائی دینے کے واقعات	۱۶۳
مدفون لوگوں کے مصحف شریف دیکھ کر تلاوت کرنے کے واقعات	۱۶۳
مدفون قبر میں قرآن پڑھ رہا تھا اور اس کے نیچے نہر بہہ رہی تھی	۱۶۵
مُردہ بول اٹھا	۱۶۵
قبر سے سلام کا جواب آیا	۱۶۵
میت نے اذان کا جواب دیا	۱۶۶
مدفون نے کہا تم چار جمعہ میں ماہانہ چارج کرتے ہو	۱۶۶
شیخ احمد سکندری نے قبر سے گفتگو کی	۱۶۷
قبرستان کے سارے مدفون بے حجاب نظر آئے	۱۶۸
مرنے والے بزرگ نے اونچی آواز میں اللہ کا نام لیا	۱۶۹
حور نے کہا میں آپ کی جنتی بیوی ہوں	۱۶۹
مردے نے زندہ ہو کر سگریٹ نوشی سے لوگوں کو منع کیا	۱۷۲
سبِّ شیخین رضی اللہ عنہما کی وجہ سے کلمہ نہ پڑھ سکا	۱۷۳
جوان اپنے ہاتھوں کو کاٹ رہا تھا	۱۷۴
مرد عورت کے ساتھ دھنس گیا	۱۷۴
گدھے کی آواز	۱۷۵
ماں کی نافرمانی کا انجام	۱۷۵
فرشتے لعنت برساتے ہیں	۱۷۶
مجھے جہنم میں لے جایا چکا ہے	۱۷۶
انسانیت کے قاتل اول قابیل کا برزخی حال	۱۷۸
مقروض کی برزخی حالت	۱۷۹

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ

صفحہ	مضمون
۲۳۱	شہداء کا تبسم
۲۳۱	حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے قبر سے سلام کا جواب دیا
۲۳۲	شہید کا سر بولنے لگا
۲۳۳	شہید نے کہا رب کعبہ کی قسم! ہم زندہ ہیں
۲۳۳	شہید بیٹا والدین سے ملاقات کے لئے آ گیا
۲۳۴	شہید ہونے والے مجاہدین نے زندہ رہنے والے مجاہد کو گھر پہنچا دیا
۲۳۶	شہید ساتھی زندہ رہنے والے مجاہد کا نکاح پڑھانے پہنچ گئے
۲۳۹	جنگ یمامہ کے شہید کا شہادت کے بعد کلام کرنا
۲۳۹	جنگ جمل کے شہید کا کلام کرنا
۲۳۹	حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کا شہادت کے بعد کلام کرنا
۲۴۰	شہداءِ اُحد قبر میں بیٹھے تلاوت کر رہے تھے
۲۴۰	شہید کا ہاتھ کے اشارے سے جواب
۲۴۰	شہید کی تلاوت
۲۴۱	شہید نے تلوار کی ضرب سے رومی کا سر اُڑا دیا
۲۴۳	شہادت کے دس دن بعد تک شہید کا گھر میں آنا
۲۴۵	وہ ہنس رہا تھا
۲۴۶	مجھے بندوق دو میں ان سب کو ختم کرونگا
۲۴۸	شہداء چاول اور گوشت کھا رہے تھے
۲۴۸	کنویں میں بیس دن
۲۴۹	شہید نے مسکرا کر آنکھیں کھول دیں
۲۵۰	شہید کے سر کا سفر
۲۵۰	پیارے بھائی ہم سے بات کرو

عرض ناشر

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

امابعد! زندگی اللہ جل شانہٗ کی ایک امانت اور عظیم الشان نعمت ہے جبکہ موت ایک اٹل حقیقت ہے جس کا انکار مسلمان تو کیا کافر بھی نہیں کرسکتا۔ انسان دنیا میں جیسے اعمال کرے گا (اچھے ہوں یا بُرے) اُسی کے مطابق مرنے کے بعد آخرت میں اس کو بدلہ دیا جائے گا۔

عادۃ اللہ یہی جاری ہے کہ ایک مرتبہ موت واقع ہو جانے کے بعد کسی کو دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجا جاتا۔ البتہ چیدہ چیدہ واقعات ایسے بھی ہیں کہ جس میں انسان اس دنیا سے چلے جانے کے بعد دوبارہ دنیا میں واپس آ گیا اور اس نے اپنے ساتھ پیش آئے واقعات کا ذکر بھی کیا جن کے پڑھنے سے ہمارے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دیں مفتی عبدالغنی صاحب مدظلہٗ کو جنہوں نے بہت سے ایسے واقعات کو قلمبند کیا۔

اللہ تعالیٰ قارئین وقارئات کو استفادہ کی توفیق عطا فرمائیں اور ہر لمحہ موت کے بعد آنے والی زندگی کی تیاری کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

حرف گفتنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد!

واضح رہے کہ اسلامی عقائد میں ایک نہایت اہم اور ضروری عقیدہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا عقیدہ ہے۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں اس پر عقلی اور شرعی ہر قسم کے دلائل دیئے گئے ہیں، یہاں تک کہ مشاہداتی دلائل سے بھی اس عقیدے کو واشگاف کیا گیا ہے کہ ؎

شنیدہ کئے بود مانندِ دیدہ

چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ نقل فرمایا کہ آپ علیہ السلام نے اللہ سے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! آپ مجھے دکھا دیجئے کہ آپ قیامت کے دن مردوں کو کس طرح زندہ کریں گے؟

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ کیفیت کے مشاہدے کے لئے چار پرندوں کا قیمہ بنا کر ان کے اجزاء کو خلط ملط کر کے چار پہاڑوں پر تقسیم کر دیں اس کے بعد ان کو آواز دیں آپ دیکھ لیں گے کہ ان کے بکھرے ہوئے اجزاء کیسے دوبارہ جڑ کر پہلے کی صورت میں زندہ ہوتے ہیں اور آپ کی طرف وہ کیسے دوڑتے ہوئے آتے ہیں؟ ایسے بھی اللہ تعالیٰ بدن کے متفرق اجزاء کو جمع کر کے دوبارہ پہلی صورت پر ہر شخص کو زندہ کریں گے۔

باجماع مفسرین جب ہدایت خداوندی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس

طرح کر کے احیائے موتی کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔

(تفسیر کبیر، معارف القرآن: از حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ)

درج بالا واقعہ میں اگر چہ ابراہیم علیہ السلام کے ان پرندوں کے بلانے پر ان کے زندہ ہو جانے کا ذکر ہے مگر درحقیقت اس میں حکم خداوندی بھی کارفرما تھا۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ احیائے موتی کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ مُردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔

قرآن کریم نے ایک اور نبی کا واقعہ اس طرح نقل کیا کہ ان کو بھی یہی شوق ہوا کہ مرنے کے بعد زندہ ہونے کی کیفیت دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے سو برس تک ان کو موت کی نیند سلائے رکھا مگر ان کا جسم (دیگر نبیوں کی طرح) سالم رہا کوئی تغیر اس میں نہیں ہوا۔

مگر ان کی سواری کا گدھا مر کر ریزہ ریزہ ہو گیا اللہ تعالیٰ نے ان کے روبرو اس گدھے کو زندہ کیا اور قیامت کے دن مخلوق کو زندہ کرنے کا نمونہ دکھلایا۔

اسی طرح بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں کا واقعہ قرآن میں مذکور ہے کہ وہ ہزاروں کی تعداد میں موت سے ڈر کر اپنے شہر سے بھاگے مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں موت دے دی اس کے بعد حضرت حزقیل علیہ السلام (یا کسی اور نبی) کی دعا سے وہ زندہ کر دیئے گئے اس طرح لوگوں نے دوبارہ زندہ ہونے کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا۔

بنی اسرائیل کے ان ستر بندوں کا ذکر بھی قرآن میں ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام خداوندی سننے کے لئے کوہِ طور گئے مگر کلام خداوندی سننے کے بعد ہٹ دھرمی دکھانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں موت دیدی۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی التجاء پر ان سب کو دوبارہ زندہ کر دیا گیا۔

اسی طرح بنی اسرائیل کے ایک مقتول کے قاتل کے شناخت کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ایک ترکیب بتائی کہ اس طرح کرنے سے مقتول اپنی قبر سے زندہ ہو کر باہر آ کے اپنے قاتل کی نشان دہی کر دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ سب

واقعات سورہ بقرہ میں مذکور ہیں۔اور قارئین یہ سب واقعات اس کتاب میں مفصل ملاحظہ فرمائیں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے عقائد کی حقانیت پر مضبوط اور ٹھوس دلائل دیکر لوگوں کو تسلیم کرنے کی تلقین کی ہے۔امور غیبیہ کو محض اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کرتے ہوئے مان لینے کا حکم دیا ہے۔تا کہ اللہ اور رسول پر اعتماد اور ان کی صداقت پر یقین کامل کا ہونا معلوم ہو جائے۔

مرنے کے بعد مشاہدہ کر کے مان لینا ایمان کے لئے کافی نہیں۔قیامت کے روز کافر بھی امور آخرت کو بوجہ مشاہدہ تسلیم کرلیں گے مگر یہ یقین ان کو فائدہ نہیں دے گا بعض انبیائے کرام علیہم السلام نے اگر اللہ سے درخواست کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ کی کیفیت احیائے موتی کا مشاہدہ کیا تو یہ اللہ سے ان کے خصوصی تعلق اور غایت محبت کی وجہ سے تھا نہ کہ کسی قسم کے شک کی وجہ سے۔

وہ نفوس قدسیہ اس کیفیت کے مشاہدے سے پہلے بھی اس پر یقین کامل اور اعتقاد راسخ رکھتے تھے۔

کفار کو سمجھانا ان کا منشور حیات تھا۔مشاہدے کے بارے میں کسی کافر نے اگر کہدیا کہ کیا آپ نے کسی مردے کو زندہ ہوتے دیکھا ہے؟

ان حضرات کے لئے اس کا جواب بھی مشاہدے کے بعد آسان ہو رہا تھا۔اس لئے بعض حضرات نے اللہ تعالیٰ سے اس کیفیت کے مشاہدے کا مطالبہ منوایا۔

مرزا قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا جب دعویٰ کیا تو حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی طرح مردوں کو زندہ کرنے سے اپنے کو عاجز پایا تو اپنی جعلی نبوت کو قائم رکھنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے احیائے موتی سے متعلق تمام معجزات و واقعات کا انکار کر دیا اور یہ دعویٰ کیا کہ کیا یہ ناممکن بات ہے کہ اللہ کسی کو ایک دفعہ مار کر دوبارہ دنیا میں بھیجے۔

اگر ایسے واقعات ہوئے ہوتے تو قیامت کے منکرین دنیا میں موجود نہ ہوتے۔

عظیم مفسر علامہ ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

بے شک اللہ کا یہ عام قانون ہے مگر ناممکن اور محال نہیں حق تعالیٰ بطور اعجاز اور اکرام کبھی کبھی دنیا میں بھی کسی مردہ کو اپنے کسی برگزیدہ بندہ کی دعا سے دوبارہ زندہ فرما دیتے ہیں تا کہ خدا کی قدرت اور اس نبی کی نبوت اور قیامت کی حقانیت ثابت ہو جائے۔

(معارف القرآن از حضرت مولانا ادریس کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ :١/٢٩٨)

حدیث سے بھی ایک مرتبہ انتقال ہو جانے کے بعد دوبارہ دنیوی زندگی حاصل کر کے زندہ ہونے کا ثبوت ملتا ہے چنانچہ دجال کے استدراجوں (خلاف عادت کاموں) میں سے ایک یہ بھی آیا ہے کہ ایک شخص کو وہ قتل کرے گا اور اپنے ماننے والوں کا یقین بڑھانے کے لئے اسے دوبارہ زندہ کرے گا۔

(بخاری:رقم الحدیث ٧١٣٢، مسلم برقم ١١٠۔ ١١١، ابو داؤد:٢/٥٢٠ برقم ٤٣٢١، ابن ماجہ برقم ٤٠٧٦۔ ٤٠٧٥، مسند احمد ٤/١٨١، ترمذی برقم ٢٢٤٠، مسند ابی یعلیٰ برقم ١٠٧٤، مجمع الزوائد ٣٣٦/٧، اتحاف الخیرہ المهرق برقم ١٠٠٠١، الفتن نعیم ابن حماد برقم ١٣٢٢۔ ١٣٢٥)

مسند ابی یعلیٰ، نعیم بن حماد مروزی رحمہ اللہ کی الفتن اور مستدرک حاکم میں تین مرتبہ اسے قتل کرنے اور اسی وقت دوبارہ زندہ کرنے کا ذکر آیا ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے مرجوح (شاذ) کہا ہے۔ (فتح الباری :١٤/٦١٧)

اور امام بیہقی رحمہ اللہ کی دلائل النبوۃ کے حوالے سے سیوطی رحمہ اللہ نے شرح الصدور میں نقل فرمایا:

وقد روی التکلم بعد الموت عن جماعة باسانید صحیحة.

(شرح الصدور:ص ٢٢١)

ترجمہ: مرنے کے بعد کلام کرنا لوگوں کی ایک جماعت سے صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہے۔

امام شمس الدین محمد بن خضر بن المصری رحمہ اللہ نے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کو ایک منظوم استفتاء بھیجا کہ امام قاضی عیاض رحمہ اللہ کی "الشفاء فی حقوق المصطفی ﷺ" میں رسول اکرم ﷺ کی دعا سے بعض مُردوں کے دوبارہ زندہ ہونے کا ذکر ہے کیا ایسا ممکن ہے؟ اور کیا یہ بات ثابت بھی ہے؟

تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا منظوم جواب بھیجا اس میں فرمایا کہ

"بالکل یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا سے بعض مُردے زندہ ہوگئے تھے چنانچہ ایک عورت کی دعوت پر جب آپ ﷺ ذبح شدہ بکری تناول فرمانے لگے تو فرمایا کہ یہ بکری بتا رہی ہے کہ اسے ناحق حاصل کیا گیا ہے۔ (ابوداؤد)

غزوۂ خیبر کے موقع پر ایک یہودی عورت نے زہر ملا کر بکری پکا کر بھیجی آپ ﷺ تناول فرمانے لگے تو فرمایا کہ بکری بتا رہی ہے کہ وہ زہر آلود ہے۔

(ابوداؤد، بخاری، مسلم، مسند بزار، معجم طبرانی)

ایک مہاجر صحابی عورت کا بیٹا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوگیا تھا۔

(دلائل النبوة لابی نعیم رحمہ اللہ، البدایہ والنہایہ لابن کثیر رحمہ اللہ، مجابو الدعوة، ومن عاش بعد الموت کلا هما لابن ابی الدنیا، دلائل النبوة للبیهقی، الشفاء للقاضی عیاض رحمہ اللہ)

بچی کو رسم جاہلیت کے تحت دفنانے کے بعد آپ ﷺ کے پاس آنے والے شخص کی دفن شدہ بچی آپ ﷺ کے بلانے پر قبر سے باہر نکل آئی۔ (الشفاء)

ابراہیم بن نبیط اشجعی بھی آپ ﷺ کے سامنے زندہ ہوگئے تھے۔

(نسخة احمد بن اسحاق)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بکری بھی ذبح کے بعد زندہ ہوگئی تھی۔

(دلائل النبوة لابی نعیم رحمہ اللہ)

(الجواهر والدرر فی ترجمة شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ اللہ: ۸۷۲/۳ صفحہ مسلسل)

قرآن کریم، احادیث مبارکہ، اقوال محدثین و آرائے علمائے اہلسنت کے بعد اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ مرنے کے بعد دوبارہ دنیوی زندگی حاصل کر کے دنیا میں معمول کی زندگی گزارنا یا تھوڑی دیر کے لئے دوبارہ مُردے کا زندہ ہو جانا ایک مسلمہ حقیقت ہے یہ کسی اسلامی عقیدے کے منافی نہیں البتہ موت کا وقت مقرر ہونے کے عقیدے سے تھوڑا متصادم سا نظریہ لگتا ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ، علامہ ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ وغیرہ اجلۂ مفسرین فرماتے ہیں کہ موت عقوبت مذکورہ عقیدے سے مستثنیٰ ہے۔ جس موت کا وقت مقرر ہے وہ موت اجل ہے موت اجل کے بعد دوبارہ دنیوی زندگی نہیں ملتی۔

راقم عرض کرتا ہے کہ عادت تو یہی ہے کہ موت ایک ہی دفعہ آتی ہے مگر اللہ کی قدرت کو کوئی محدود نہیں کر سکتا۔ کسی حکمت کے پیش نظر اگر کسی مردے کو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندگی دے دیں تو وہ خلاف عادت واقعہ ہے عقیدہ اور نظریہ عادت سے متعلق ہے خلاف عادت سے متعلق نہیں۔

نیز کبھی بے ہوشی کو بھی موت تصور کر لیا جاتا ہے اس لئے ہوش میں آنے کو دوبارہ زندہ ہونا سمجھا جاتا ہے اس صورت میں تو کوئی اعتراض ہی نہیں۔

زیر نظر کتاب میں سابقہ انبیاء علیہم السلام کے کچھ واقعات ایسے بھی نظر آئیں گے جو اسرائیلی ہیں۔ مگر یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں سابقہ نبیوں کے واقعات نقل کرنے والے محدثین و مؤرخین نے بھی سند کی جانچ پڑتال کے بعد ایسے واقعات اپنی مستند و مشہور زمانہ کتابوں میں نقل کئے ہیں محدث کبیر امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ایسے بہت سے واقعات نقل کرنے کے بعد بہت سی احادیث اس پر نقل کی ہیں کہ اسرائیلی روایات نقل کرنا صرف اسی صورت میں ناجائز ہے جب کہ وہ اسلامی نظریات وتعلیمات سے متصادم ہوں۔ (دیکھئے البدایة و النهاية للحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ)

اس لئے کسی روایت کو صرف اسرائیلی روایت کہہ کر مسترد کرنا درست نہیں۔

اور بعض واقعات میں دوبارہ زندہ ہو کر برزخی احوال سے بے خبری کا اظہار جو

کیا گیا ہے جیسا کہ حضرت عزیر علیہ السلام وغیرہ کے واقعہ میں ہے جو قرآن میں بھی ہے سو یا تو اس وجہ سے ایسا ہوا کہ ان کی موت موت اجل نہ تھی انہیں دنیوی زندگی پوری کرنی تھی اس لئے انہیں برزخی احوال سے گزارا نہیں گیا یا پھر حکمت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے ان کے ذہن سے ان احوال کو مٹا دیا تھا اور وہ بھول گئے تھے اللہ کی حکمت کا احاطہ کون کرسکتا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ واقعات کی توجیہ ڈھونڈھنا قرین عقل نہیں کوئی مشین خراب ہوتی ہے واقعہ کو انسان تسلیم کر لیتا ہے مگر کبھی اس کی وجہ بیان کرنا خود ماہرین کے لئے بھی دشوار ہوتا ہے مگر واقعہ ہو جانے کے بعد اسے تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔ اس لئے مستند تاریخی واقعات کی اگر توجیہ سمجھ آئے تو شکر کرنا چاہئے اور توجیہ مشکل ہو جائے تو واقعہ کا انکار کرنے کی بجائے اس کی توجیہ سے عجز کو تسلیم کرے۔ یہی ضابطہ جہاں ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اسے پڑھنے والوں کی تقویت ایمان، فکر عمل، فکر آخرت اور مرنے کے بعد کی زندگی کے لئے بھرپور تیاری کرنے کا باعث بنائے۔ آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه

محمد وآلہ واصحابہ اجمعین.

ابورواحہ محمد عبدالغنی

فاضل درس نظامی وتخصص فی الحدیث والافتاء

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

جمعۃ المبارک - ۱۵/ جمادی الاولی ۱۴۳۱ھ/ ۳۰/ اپریل ۲۰۱۰ء

دورِ موسوی علیہ السلام کے واقعات

مقتول نے قبر سے نکل کر اپنے قاتل کا نام بتا دیا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک شخص بڑا مالدار تھا جبکہ اس کے بھتیجے بڑے فقیر اور محتاج لوگ تھے، ان کے پاس مال و دولت نہیں تھی، اس مالدار شخص کی چونکہ کوئی اولاد نہیں تھی اس لئے بھتیجے ہی اس کے ورثہ تھے، ان بھتیجوں نے سوچا کہ یہ شخص مر نہیں رہا اگر یہ مر جاتا تو ہم اس کے مال و دولت کے وارث بن جاتے، ایک مدت تک وہ اپنے چچا کے مرنے کے منتظر رہے ایک روز ان کے پاس شیطان آیا اور ان سے کہا کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تم اپنے چچا کو قتل کر دو اور اس کے مال و دولت پر بطور وارث قبضہ کر لو اور دوسرے شہر کے لوگوں سے اس کے خون کی قیمت (خون بہا) یعنی دیت بھی وصول کر لو (جو کہ میراث کے مال پر اضافی فائدہ ہے)۔

دراصل اس مقام پر دو شہر آباد تھے، ایک میں یہ لوگ رہتے تھے اور جب کوئی مقتول دونوں شہروں کے درمیان پڑا ہوا ملتا تو دونوں شہروں سے اس جگہ کی مسافت کا اندازہ لگایا جاتا اور وہ جگہ جس شہر کے زیادہ قریب ثابت ہوتی اس کے باشندوں پر دیت لازم کی جاتی تو شیطان نے انہیں سمجھایا کہ تم اپنے چچا کو قتل کر کے ایسی جگہ میں پھینک دو جو دوسرے شہر والوں سے قریب ہو تا کہ تمہیں میراث کے مال کے علاوہ چچا کے خون کی قیمت بھی مل جائے۔ (اس طرح ڈبل فائدہ حاصل ہو جائے گا)۔

چنانچہ جب انہوں نے دیکھا کہ چچا کو موت نہیں آ رہی ہے اور شیطان کا دیا ہوا مشورہ بہت دلکش ہے تو ایک روز انہوں نے اپنے چچا کو قتل کر دیا اور لاش کو لے جا کر رات کے اندھیرے میں دوسرے شہر کے دروازے پر پھینک دیا صبح ہوئی تو دوسرے شہر والوں کے پاس جا کر چیخنا چلانا شروع کر دیا کہ ہمارے چچا تمہارے شہر کے دروازے پر قتل ہوئے ہیں اس لئے بلا تاخیر ان کی دیت ادا کر دو۔ شہر

والوں نے کہا کہ ہم اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم نے انہیں قتل نہیں کیا اور نہ ہی ہمیں ان کا قاتل معلوم ہے ہم نے تو گزشتہ روز سرشام جو اپنے شہر کا دروازہ بند کیا تو اس کے بعد صبح تک اس کو کھولا ہی نہیں تھا آخر ہوتا ہوتا یہ تنازعہ جب وقت کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا تو جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر پہنچے کہ ان کو کہیں:

"اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً"

"بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو"۔

پھر مقتول کو اس گائے کے کسی ٹکڑے سے مارو تو وہ زندہ ہو کر قاتل کا نام بتا دے گا، یہ سن کر ان لوگوں نے کہا کہ کیا آپ ہم سے مذاق کر رہے ہیں۔ ہم آپ سے مقتول کے بارے میں پوچھ رہے ہیں کہ اس کا قاتل کون ہے؟ اور آپ کہہ رہے ہیں کہ ایک گائے ذبح کرو۔

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ.

"موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں نادانوں میں ہونے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں"۔

کسی کا مذاق اڑانا یہ تو نادانوں اور جاہل لوگوں کا کام ہے خصوصاً مصیبت زدہ سے مذاق تو انسانیت کے بھی خلاف ہے، پھر میں ایسی حرکت کیسے کر سکتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس (گائے ذبح کرنے کا) حکم سن کر اگر یہ لوگ بلا چوں چرا کوئی بھی گائے ذبح کرتے وہ کافی ہو جاتی لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ انہوں نے ضد سے کام لیا تو اللہ نے بھی ان پر سختی کی انہوں نے کہا:

اُدْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَاهِيَ

"ہمارے لئے اپنے رب سے درخواست کیجئے کہ وہ بیان کردے کہ وہ گائے کیسی ہے"

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ

"موسیٰ علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ ایسی گائے ہے جو نہ تو بوڑھی ہے نہ (بالکل) جوان بلکہ ان کے بیچ (متوسط) پس جو حکم دیا گیا ہے فوراً کر گزرو (کوئی مشکل کام نہیں)"

مگران کو تشفی نہیں ہوئی پھر سوال کیا چنانچہ:

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّکَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَالَوْنُهَا قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ

انہوں نے کہا آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمارے لئے بیان فرمائے کہ اس کا رنگ کیسا ہے (موسیٰ علیہ السلام نے) کہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ زرد رنگ کی گائے ہے اس کا رنگ تیز ہے دیکھنے والوں کو وہ گائے اچھی معلوم ہوتی ہے۔

بنی اسرائیل کو پھر بھی تشفی نہیں ہوئی چنانچہ پھر سوال کیا:

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّکَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَاهِیَ اِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَیْنَا وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ

''انہوں نے کہا آپ اپنے رب سے عرض کیجئے کہ وہ ہمارے لئے بیان فرمادے کہ وہ گائے کس قسم کی ہے، یقیناً گائے ہم پر مشتبہ ہوگئی ہے اور اللہ نے چاہا تو ہم ضرور پتہ چلائیں گے''۔

قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِیْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِی الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِیَةَ فِیْهَا ط

کہا موسیٰ علیہ السلام نے بیشک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ ایک ایسی گائے ہے جو محنت کرنے والی نہیں کہ جوتتی ہو زمین کو اور نہ پانی دیتی ہو کھیتی کو، بے عیب ہو (اور اس میں کوئی داغ نہ ہو، خالص زرد رنگ کی ہو یہاں تک کہ سینگ اور کھر بھی زرد رنگ کے ہوں، کسی اور رنگ کی ملاوٹ بالکل نہ ہو۔)

قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ فَذَبَحُوْهَا وَمَا کَادُوْا یَفْعَلُوْنَ

''انہوں نے کہا اب لائے آپ حق بات کو چنانچہ انہوں نے ایسی گائے کو (خرید کر) ذبح کیا جبکہ لگتے نہ تھے کہ وہ کریں گے''۔

یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ:

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَئْتُمْ فِيْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ط

''اور جب تم نے ایک شخص کو قتل کرڈالا پھر اس قتل کو ایک دوسرے کے سر تھوپنے لگے اور جن چیزوں کو تم دلوں میں چھپاتے تھے اللہ ان کو ظاہر کرنے والا ہے پس ہم نے کہا کہ اس مردہ پر اس گائے کا کوئی ٹکڑا لگاؤ''۔

یعنی اس گائے کا کوئی ٹکڑا مقتول پر رکھ دو وہ زندہ ہو جائے گا پھر اس سے اس کے قاتل کا پوچھ لو جیسا کہ اگلا جملہ اس پر دلالت کر رہا ہے:

كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ

''اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ فرمائے گا اور اللہ اپنی قدرت کے نمونے تمہیں دکھلاتا رہتا ہے تاکہ تم سمجھو''

بنی اسرائیل نے خواہ مخواہ کے سوالات سے اس گائے کی جو مخصوص شناخت حاصل کی جسے ذبح کر کے مقتول شخص کا قاتل معلوم کرنا تھا اس کی تلاش میں وہ چالیس سال تک سرگرداں رہے مگر ایسی گائے نہ ملی آخر ایک شخص کے پاس ایسی گائے مل تو گئی مگر مالک کو وہ بہت پسند تھی اس لئے وہ بیچنے پر آمادہ نہ تھا مجبوراً منہ مانگا دام ادا کر کے اسے ذبح کیا اس کے جسم کا ایک ٹکڑا مقتول کی لاش پر رکھا تو وہ فوراً زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا جبکہ اس کی رگوں سے تازہ خون بہہ رہا تھا لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کس نے قتل کیا ہے؟ اس نے کہا میرے فلاں فلاں بھتیجے نے مجھے قتل کیا یہ کہہ کر وہ دوبارہ موت کی آغوش میں چلا گیا۔

اور سدّی کی روایت میں ہے کہ مقتول بے اولاد نہ تھا بلکہ اس کی ایک بیٹی تھی تو اس کے بھتیجے نے اس بیٹی سے اس کا نکاح کر دینے کیلئے کہا جسے مقتول نے مسترد کر دیا تو بھتیجے نے انتقام لینے کی غرض سے اپنے چچا کو قتل کر دیا تاکہ اس کی بیٹی سے نکاح بھی کر سکے اس کا مال بھی میراث میں حاصل کر لے اور پھر قتل کا الزام دوسرے پر ڈال کر دیت بھی وصول کر لے۔

نیز اس گائے کا قصہ بھی اس میں مفصل مذکور ہے وہ یہ کہ بنی اسرائیل میں ایک

نوجوان شخص اپنے والد کا بڑا فرمانبردار تھا ایک روز ایک شخص ایک موتی اس کے پاس بیچنے کیلئے لایا یہ شخص تاجر تھا دکان اس وقت بند تھی اور تالے کی چابی اس کے والد کے تکیے کے نیچے رکھی ہوئی تھی والد سوئے ہوئے تھے اس شخص نے ستر ہزار میں موتی بیچ دینے کی پیشکش کی نوجوان نے کہا ٹھہرو! چابی میرے والد صاحب کے سر کے نیچے ہے، انہیں بیدار ہونے دو پھر چابی لے کر تمہیں قیمت ادا کردوں گا بلکہ ستر نہیں اسی ہزار دینے کیلئے تیار ہوں۔ وہ شخص کچھ انتظار کے بعد کہنے لگا کہ اپنے والد کو جگا لو اور موتی کے بدلے میں تم مجھے صرف ساٹھ ہزار ادا کردو موتی کا تاجر برابر اس طرح قیمت کم کرتا رہا یہاں تک کہ تیس ہزار میں اس نے موتی بیچنے پر آمادگی ظاہر کی ادھر نوجوان بھی انتظار کے بدلے قیمت بڑھاتا رہا یہاں تک کہ لاکھ کی ادائیگی کا وعدہ کیا جب وہ تاجر بار بار اس کے والد کو جگانے پر اصرار کرنے لگا تو نوجوان نے کہا کہ میں اپنے والد کو جگا کر ہرگز تم سے کوئی چیز نہیں خریدوں گا، اللہ تعالیٰ کو نوجوان کی یہ ادا پسند آئی اور یہ گائے ان کے گھر پیدا فرمادی۔ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی بتائی ہوئی نشانیوں والی گائے کی تلاش میں گھومتے گھماتے اس گائے تک پہنچے، گائے کو نشانیوں کے مطابق پا کر وہ بڑے خوش ہوئے اور نوجوان سے کہا کہ ہم تمہیں دوسری گائے دے دیتے ہیں، تم یہ گائے ہمیں دے دو، اس نے انکار کیا بنی اسرائیل نے دو پھر تین اس طرح دس گائیں اس کے بدلے میں پیش کیں مگر وہ انکار ہی کرتا رہا تو بنی اسرائیل نے کہا، سنو! اللہ کی قسم ہم یہ گائے تمہارے پاس قطعاً نہیں چھوڑیں گے۔ ہمیں یہ گائے ضرور تم سے لینی ہے آخر وہ اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لے گئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! آپ کی بتائی ہوئی نشانیوں والی گائے اس کے پاس موجود ہے مگر ہم نے اس کو قیمت بھی پیش کی ہے، لیکن یہ کسی طور پر بھی بیچنے پر آمادہ نہیں ہو رہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ اپنی گائے ان لوگوں کو دے دو اس نے کہا اے اللہ کے نبی! میں اپنے مال کا زیادہ حق رکھتا ہوں کہ بیچوں یا اپنے پاس رکھوں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم نے صحیح کہا اور بنی اسرائیل سے کہا کہ اس کو بیچنے پر راضی کرلو اور اس گائے کے ہم وزن سونا اس کو بطور قیمت ادا کردو۔ اس نے پھر انکار کے

ساتھ جواب دیا۔ بنی اسرائیل قیمت بڑھاتے گئے یہاں تک کہ اس گائے کے دس گنا وزن سونے پر بیچنے پر اس نے آمادگی ظاہر کی اور گائے کے دس گنا سونا وصول کر کے گائے ان کے حوالے کر دی بنی اسرائیل نے گائے کو ذبح کر کے اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول کی لاش پر پھیرا تو مقتول زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا۔ بنی اسرائیل نے پوچھا کہ تمہیں کس نے قتل کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے بھتیجے نے مجھے یہ کہہ کر قتل کیا کہ اس کو قتل کر کے اس کا مال ہتھیا لوں گا اور اسکی بیٹی سے نکاح کر لوں گا۔ یہ کہہ کر وہ دوبارہ جسم بے جان ہو گیا اور بنی اسرائیل نے قاتل کو پکڑ کر قصاصاً قتل کر دیا۔

(تفسیر ابن کثیر۔ جلد،ص ۱۵۶،۱۵۵)

بعض روایات میں اس مقتول مالدار شخص کا نام عامیل آیا ہے۔(روح المعانی)

اور ایک روایت میں اس گائے کا پس منظر یوں آیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک نیک صالح انسان تھا اس کا ایک چھوٹا بچہ تھا، تو اس نے اپنے ایک بچھڑے کو ایک جھاڑی میں یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ اے اللہ! میں اس بچھڑے کو اپنے بچے کیلئے تیرے پاس اماناً چھوڑ رہا ہوں یہاں تک کہ میرا بچہ بڑا ہو جائے۔ اس کے بعد اس شخص کا انتقال ہو گیا بچھڑا اس جھاڑی میں درمیانی عمر کا ہو گیا اس کی عادت تھی کہ وہ کسی کو دیکھتے ہی تیزی سے بھاگ کھڑا ہوتا۔ ادھر اس شخص کا بچہ بڑا ہو گیا وہ اپنی والدہ کا بہت فرمانبردار تھا۔ رات کو تین حصوں میں تقسیم کر کے ایک تہائی نماز میں گزارتا ایک تہائی سونے اور آرام کرنے میں گزارتا اور ایک تہائی شب اپنی والدہ کے سرہانے پر بیٹھ کر گزارتا، صبح ہوتی تو جنگل میں جا کر لکڑیاں کاٹ کر اپنی پشت پر اٹھا کے لاتا اور اس کو بازار میں فروخت کر کے حاصل شدہ قیمت کی ایک تہائی فقراء کو صدقہ کرتا، ایک تہائی اپنی ضروریات میں لگاتا اور ایک تہائی اپنی والدہ کو پیش کر دیتا۔ ایک روز اس کی والدہ نے اس سے کہا کہ تمہارے والد نے تمہارے لئے ایک بچھڑا اللہ کے حوالے کر کے فلاں جھاڑی میں میراث چھوڑا ہے۔ تم وہاں جاؤ اور حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہم السلام کے معبود جو کہ سب کے معبود ہیں اس سے دعا کرو کہ وہ تمہیں وہ بچھڑا لوٹا دے اور

اس کی علامت بھی سن لو تم اس کو دیکھو گے تو ایسا معلوم ہوگا جیسے سورج کی شعاعیں اس کی کھال سے نکل رہی ہیں۔ واضح رہے کہ یہ گائے ''زریں گائے'' سے اسی وجہ سے مشہور تھی کہ خالص زرد رنگ اور اس کے حسن نے اسے زریں بنا دیا تھا جیسے سونے کی ہو والدہ کی ہدایت کے مطابق نو جوان اس جھاڑی میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ پتے چر رہی تھی تو یوں آواز لگائی کہ میں تجھے حضرت ابراہیم، اسحاق اور اسماعیل علیہم السلام کے رب کی قسم دیتا ہوں کہ تو میرے پاس آجا، اس آواز پر وہ گائے دوڑتی ہوئی آئی اور اس کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ نو جوان اسے گردن سے پکڑ کر کھینچنے لگا یکا یک باذن خداوندی وہ گویا ہوئی اور کہنے لگی کہ اے نو جوان! اے اپنی والدہ کے فرمانبرداری کا حق ادا کرنے والے! میری پشت پر سوار ہو جا یہ تیرے لئے آرام دہ اور باعث آسانی ہوگا۔ نو جوان نے کہا: میری والدہ نے اس کا حکم نہیں دیا بلکہ یہ فرمایا تھا کہ اس گائے کو گردن سے پکڑ کر لاؤ گائے نے پھر باذن الٰہی کہا قسم بخدا! اگر تم میری پشت پر سوار ہونے کی کوشش بھی کرتے تو بھی ہرگز اس پر قادر نہ ہوتے۔ پس اسی حالت میں چلو۔ اگر تم اسی اطاعت والدہ کے ساتھ چلتے رہے تو اگر پہاڑ کو اپنی جڑ سے اکھاڑ کر اپنے ساتھ چلنے کو کہو تو والدہ کی فرمانبرداری کی وجہ سے وہ بھی تمہارے ساتھ چل پڑے گا۔ نو جوان اس گائے کو اس طرح گردن سے پکڑتا ہوا والدہ کے پاس لایا تو والدہ نے اس سے کہا کہ تم فقیر آدمی ہو، کوئی گزرانِ اوقات کا ذریعہ نہیں، دن کو لکڑیاں کاٹنا، پھر رات کو نمازیں پڑھنا تمہارے لئے مشکل ہے۔ جاؤ اس گائے کو بیچ کر آؤ نو جوان نے پوچھا کہ کتنے میں بیچوں؟ کہا کہ تین دینار (اشرفیوں) میں بیچ دو اور سنو! مجھ سے پوچھے بغیر نہیں بیچنا اگر چہ زیادہ قیمت مل رہی ہو۔ گائے کی قیمت واقعی تین دینار ہی مناسب تھی۔ نو جوان گائے لے کر بازار پہنچا۔ اللہ نے بغرض امتحان ایک فرشتہ بھیجا تا کہ وہ اپنی مخلوق کو اپنی قدرت دکھائے اور اس نو جوان کی اطاعت والدہ کو جانچ لے اگر چہ وہ سب کچھ سے پورا پورا واقف ہے۔ فرشتہ نے نو جوان سے پوچھا کہ یہ گائے کتنے کی دو گے؟ کہا تین دینار میں دے دوں گا لیکن شرط یہ

ہے کہ میری والدہ سے مجھے پھر رضا مندی حاصل کرنی ہے۔ سودا ہونے کے بعد ان سے مشورہ کر کے تمہیں حوالے کروں گا۔ فرشتہ نے کہا والدہ سے مشورہ کو چھوڑ دو میں تمہیں تین کی بجائے چھ دینار دیتا ہوں یہ گائے مجھے حوالے کردو اس نے کہا چھ دینار تو کیا اگر اس گائے کے ہم وزن سونا بھی تم مجھے لاکر دو تب بھی میں یہ تمہیں حوالے نہیں کروں گا جب تک اپنی والدہ سے مشورہ نہ کرلوں۔ اس کے بعد نوجوان نے گائے واپس گھر لیجا کر والدہ کو سارا قصہ سنایا والدہ نے کہا کہ دوبارہ جاؤ اور چھ دینار میں اسے بیچ دو۔ البتہ گائے حوالے کرنے سے پہلے مجھ سے پوچھ لینا نوجوان گائے کو لے کر دوبارہ بازار گیا۔ فرشتہ دوبارہ آ کے حاضر ہوا پوچھا کہ کیا تم نے اپنی والدہ سے مشورہ کرلیا ہے؟ نوجوان نے کہا کہ جی ہاں! انہوں نے چھ دینار سے کم میں بیچنے سے منع فرمایا ہے اور گائے حوالے کرنے سے پہلے ان سے مشورہ کر لینے کیلئے بھی کہا ہے۔ فرشتہ نے کہا میں تمہیں بارہ دینار اس کی قیمت ادا کر دیتا ہوں لیکن تم اپنی والدہ سے مشورہ لینے کی شرط چھوڑ دو نوجوان نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا اور اپنی والدہ کے پاس گائے واپس لے گیا اور سارا واقعہ سنایا۔ والدہ نے کہا کہ تمہارے پاس جو آیا کرتا ہے یہ انسان نہیں انسان کی شکل میں فرشتہ ہے تاکہ تمہارا امتحان لے کہ تم اطاعت والدہ میں کہاں تک مخلص ہو اب کی بار جب وہ آئے تو اس سے پوچھ لو کہ کیا آپ اس گائے کو بیچنے کا ہمیں مشورہ دیتے ہیں یا نہ بیچنے کا؟ نوجوان گائے لے کر بازار پہنچا فرشتہ بھی آ پہنچا۔ اس نے فرشتہ سے والدہ کی ہدایت کے مطابق مشورہ طلب کیا، فرشتہ نے کہا اپنی والدہ کو جا کر بتاؤ کہ اس گائے کو فی الحال اپنے پاس رکھیں۔ اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تم سے یہ گائے بنی اسرائیل کے ایک مقتول کے سلسلے میں خرید لیں گے پس تم اس کو ان کے ہاتھ فروخت نہ کرو سوائے اس کے کہ وہ اس گائے کو کھال بھر کر اشرفیاں (دینار) تمہیں بطور قیمت ادا کریں۔ نوجوان نے گھر جا کر والدہ کو فرشتے کے مشورے سے مطلع کیا تو اس کی والدہ نے گائے کو بیچنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ پھر اللہ نے بنی اسرائیل پر اسی گائے کو ذبح کرنا متعین کر دیا تو بنی

اسرائیل بیان کردہ اوصاف کی گائے معلوم کرتے کرتے اس گائے تک پہنچے دراصل اللہ تعالیٰ کو اس نوجوان کو اپنی والدہ کی فرمانبرداری کا صلہ اپنی رحمت کاملہ اور فضل وافر سے دنیا میں بھی دینا منظور تھا۔ چنانچہ اسی گائے کے عوض میں بڑی قیمت نوجوان کو مل گئی۔ (مظہری۔ جلد ۱، ص ۸۱، ۸۲)

بنی اسرائیل کے ستّر (۷۰) آدمی برزخ سے واپس آ گئے

امام محمد بن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گوسالہ پرستی کے واقعہ کے بعد بنی اسرائیل کے ستر نیک صالح افرد کو چنا اور انہیں کہا کہ چلو اللہ کے پاس جا کے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرو اور پیچھے رہ جانے والے بنی اسرائیل کے دیگر لوگوں کیلئے بھی اللہ سے معافی مانگو۔ اس کیلئے تم سب روزہ رکھو اور غسل کرو اور پاک اور عمدہ کپڑے پہن لو چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت کے مطابق تیاری کر کے وہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کے جمع ہوئے تو آپ علیہ السلام ان کو لے کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ وقت میں کوہ طور پر پہنچے۔ وہاں پہنچ کر ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ اپنے رب سے کلام کے دوران یہ درخواست کر لیجئے کہ ہم بھی ان کا کلام سننا چاہتے ہیں ہمیں بھی وہ اپنا کلام سنا دیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ٹھیک ہے جب رب کائنات سے ہم کلامی کا وقت ہوا تو ایک ابر نمودار ہوا جس نے سارے پہاڑ کو ڈھانپ لیا حضرت موسیٰ علیہ السلام اس ابر میں داخل ہو گئے اور قوم کے ان لوگوں سے کہا کہ تم قریب آ جاؤ اور ہوتا یہ تھا کہ اللہ سے ہم کلامی کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشانی مبارک پر ایک قسم کا نور تاباں نظر آتا تھا جس کی وجہ سے کوئی بھی انسان ان کی طرف نظر ڈالنے کی قدرت اور سکت نہیں رکھتا تھا اس لئے آپ کے گرد پردہ ڈال دیا گیا اور قوم آپ کے قریب ہو گئی یہاں تک کہ جب یہ سب لوگ ابر میں داخل ہو گئے تو سجدے میں گر گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کرتے ہوئے سنا کہ اللہ آپ علیہ السلام کو بعض امور کا حکم فرما رہے ہیں اور بعض امور سے منع فرما رہے ہیں کہ یہ کرو اور وہ نہ کرو جب کلام الٰہی اختتام پذیر ہوا اور

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ابر کا پردہ ہٹ گیا تو ان لوگوں نے کہا کہ:

یَا مُوسیٰ لَنْ نُؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰهَ جَهْرَةً

''اے موسیٰ! ہم ہرگز محض تمہارے کہنے پر اس کا یقین نہیں کریں گے (ہم نے جو کچھ سنا وہ اللہ کا کلام ہے) جب تک کہ ہم خود اللہ کو علانیہ طور پر نہ دیکھ لیں''۔

فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

''پس تم (بنی اسرائیل یعنی ان کے ان ستر آدمیوں) کو بجلی نے آلیا جبکہ تم اس بجلی کو آتے دیکھ رہے تھے اس کے بعد تم کو دوبارہ زندہ کر دیا تمہارے مر جانے کے بعد تا کہ تم شکر کرو''۔

جب یہ ستر آدمی ہلاک ہو گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں گڑگڑا کر دعا کی خوب روئے کہ اے اللہ! میں اب بنی اسرائیل کو واپس جا کر کیا جواب دوں گا؟ وہ تو یہی کہیں گے کہ میں نے ان سب کو یہاں لا کر مروا دیا ہے۔ آپ علیہ السلام برابر دعا کرتے رہے یہاں تک کہ ایک دن ایک رات موت کی آغوش میں گزارنے کے بعد ایک ایک کر کے ستر کے ستر افراد دوبارہ زندہ ہو گئے جبکہ ایک دوسرے کے دوبارہ زندہ ہونے کی کیفیت ملاحظہ کر رہے تھے۔

(تفسیر ابن کثیر۔ جلد۲، ۳۳۲، ۳۳۳ و جلد ۱، ص ۱۳۶، ۱۳۵)

اس کے بعد یہ سارے کافی عرصے تک زندہ رہے۔ (تاریخ طبری ۱/۱ ۳۰)

بعض روایات میں آتا ہے کہ یہ ستر آدمی حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ گوسالہ پرستی سے باز رہنے والے افراد تھے کہ جنہوں نے گوسالہ پرستی کرنے والوں کا ساتھ تو نہیں دیا مگر انہیں اس شرک سے روکنے میں پوری کوشش بھی نہیں کی۔

(تفسیر ابن کثیر جلد۱، ص ۱۳۵)

جبکہ بعض روایات میں آتا ہے کہ بچھڑے کی پوجا کرنے والوں میں سے ان ستر آدمیوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چنا تھا تا کہ یہ خود بھی اللہ سے معذرت کریں اور

اپنی قوم کیلئے بھی۔ (معالم التنزیل۔ جلد ۱، ص ۲۸)

موسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ نے وحی بھیجی کہ یہ سب بچھڑا پوجنے والوں میں سے تھے۔

(تاریخ طبری۔ جلد ۱، ص ۳۰۱)

اوران آدمیوں کو بطور سزا موت کی نیند سلا دینے کی کئی وجوہات تھیں مثلاً:

اولاً: انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو نام لے کر خطاب کیا، جیسے وہ ایک دوسرے کا نام لے کر خطاب کرتے تھے جو سراسر زیادتی اور جہالت ہے۔

ثانیاً: لفظ اللہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا اسم عظمت وجلال ہے۔ انہوں نے اس عظمت وجلال کے ساتھ اللہ کو دیکھنے کی تمنا ظاہر کی حالانکہ کسی میں یہ تاب نہیں کہ اللہ کو اس کی عظمت وجلال کے ساتھ دنیا میں دیکھے۔ اسی لئے قرآن وحدیث میں رؤیت باری تعالیٰ کیلئے رؤیت رب کا لفظ استعمال ہوا ہے کہ رب میں جلال کے بجائے جمال ہے۔

ثالثاً: انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اعتماد نہ کرنے کا اعلان کیا جو صریح کفر اور نبی کی شان میں انتہائی گستاخی ہے۔

رابعاً: انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح دیدار خداوندی کی تمنا کرنے میں عاشقانہ وعاجزانہ انداز اختیار کرنے کے بجائے شوخیانہ اور معاندانہ انداز اختیار کیا۔

خامساً: انہوں نے اپنے آپ کو اللہ کے مقرب ترین لوگوں کے درجے کا گمان کر کے جو استدعا کی وہ تکبر کا نتیجہ تھی اور اس کا قرینہ یہ بھی ہے کہ رب کو دیکھنے کی تمنا انہوں نے ظاہر نہیں کی جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کی۔ ظاہر ہے کہ لفظ رب میں فروتنی اور عاجزی کا مفہوم ملحوظ ہے اور انہوں نے اسم جلال لفظ اللہ کو دیکھنے کی تمنا ظاہر کی اور اللہ کو صفتِ جلال کے ساتھ دیکھنے کا اہل سمجھنا تکبر ہے۔

سادساً: یہ کہ انہوں نے بالفاظ دیگر گوسالہ کی طرح اپنے معبود کو بھی حسی کر دینے کی درخواست کی جس میں شرک کی بو واضح موجود ہے ان وجوہات کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان کو موت کی سزا دی جس طرح بنی اسرائیل میں قتل کے ذریعے توبہ کرنے کا قانون ونظام تھا۔ (تفسیر البقاعی۔ جلد ۱، ص ۱۳۷)

ورنہ رؤیت باری تعالیٰ صرف حق ہی نہیں جنتیوں کیلئے سب سے بڑی نعمت یہی ہوگی۔

حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعات

حضرت ارمیا علیہ السلام کے واقعات

سو سال بعد دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں واپس آگئے

حضرت کعب الاحبار، حسن بصری رحمۃ اللہ، وہب بن منبہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب نے بالفاظ مختلفہ یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عزیر بن سورخا بڑے نیک صالح اور حکمت و دانائی والے انسان تھے ایک دن اپنی کسی زمین کی دیکھ بھال کی غرض سے نکلے واپسی میں سخت گرمی اور دوپہر کی تیز دھوپ نے بے چین کر دیا تو ایک کھنڈر میں جا کے داخل ہوئے آپ اپنے گدھے پر سوار تھے تو گدھے سے اترے آپ کے ساتھ دو چھابڑیاں تھیں ایک میں کچھ انجیر جبکہ دوسری میں انگور تھا اس کھنڈر کے سائے میں بیٹھے اور چھابڑی سے ایک برتن نکالا اس میں انگور کا رس نکالا پھر خشک روٹی نکال کر اس میں ڈالی تاکہ وہ تر اور نرم ہو جائے اور وہ کھا سکیں اس کے بعد وہ چت لیٹ گئے اپنے پیروں کو ایک ٹوٹی ہوئی دیوار سے لگا دیا اور اس کھنڈر کی طرف نظر دوڑائی دیکھا کہ مکانات چھتوں پر گرے ہوئے تھے یعنی چھتیں گرنے کے بعد ان پر دیواریں گر گئی تھیں جبکہ ان مکانوں کے باشندے بھی ہلاک ہو چکے تھے ان کی بوسیدہ ہڈیاں نظر آ رہی تھیں اس ویرانی کو دیکھ کر آپ نے فرمایا:

اَنّٰی یُحۡیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعۡدَ مَوۡتِهَا

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ اس بستی کو مرنے کے بعد کس طرح زندہ کرے گا؟''

اللہ تعالیٰ جو دوبارہ ان کو جزاء اور سزا کیلئے زندہ فرمائیں گے اس میں آپ کو شک نہ تھا آپ نے محض تعجب سے کہا تھا تو اللہ نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو بھیج کر ان کی روح قبض کر لی قرآن کریم میں ارشاد ہوا:

فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ

ترجمہ: ''تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو سو برس تک مردہ رکھا''

آپ کے انتقال کے بعد کے سو سال میں بنی اسرائیل میں عروج وزوال کے

بڑے بڑے واقعات وحوادث رونما ہوئے جب آپ کے انتقال کو سو سال پورے ہوئے تو اللہ نے آپ کے پاس فرشتہ بھیجا جس نے آپ میں روح دوبارہ ڈال دی آپ سیدھے بیٹھ گئے فرشتہ نے پوچھا:

كَمْ لَبِثْتَ

''کتنی دیر ٹھہرے''

قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا

''وہ بولے کہ میں اس حالت میں ایک دن تک رہا''۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ظہر کے وقت موت کی آغوش میں چلے گئے تھے اور دن کے آخر میں دوبارہ زندہ ہوئے جبکہ سورج غروب نہیں ہوا تھا پھر فرمایا:

اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ

''یا ایک دن سے کچھ کم'' یعنی پھر ایک دن بھی پورا نہیں ہوا۔

فرشتہ نے کہا:

قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ

''بلکہ آپ اس حالت میں سو سال ٹھہرے ہیں اور آپ کھانے اور پینے کی چیزوں کو دیکھ لیجئے''۔

اس سے مراد کھانے کی چیزوں میں سے خشک روٹی اور پینے کی چیزوں میں سے انگور کا رس کہ جنہیں آپ نے برتن میں نکالا تھا آپ نے دیکھا تو حیرت کی انتہا نہ رہی کہ دونوں ہی چیزیں شدید گرمی کے باوجود بالکل سالم ہیں ان میں ذرا برابر تغیر نہیں آیا ارشاد ہوا:

لَمْ يَتَسَنَّهْ

''ذرا برابر تغیر نہیں آیا''

اسی طرح چھابڑی میں موجود انجیر اور انگور بھی تازہ تھے کوئی تغیر نہیں آیا تھا، آپ متحیر تھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا واقعہ ہوا تھا تو فرشتہ نے کہا آپ کو ابھی بھی میری بات میں شک ہے تو اپنے گدھے کی طرف ذرا نظر ڈال لئے۔ آپ علیہ السلام نے دیکھا تو اس کی ہڈیاں گلی ہوئی تھیں اور بوسیدہ ہو چکی تھیں فرشتہ نے گدھے کی ان

ہڈیوں کو ندا دی تو ایک ایک کونے سے ہڈیاں آپس میں ملکر ترتیب سے جڑنے لگیں حضرت عزیز علیہ السلام دیکھ رہے تھے فرشتے کے کہنے پر رگیں اور پٹھے بھی پیدا ہوگئے پھر اس ڈھانچے پر گوشت نکل آیا اور اس پر کھال اور بال نکل آئے اس کے بعد فرشتے نے اس کے اندر پھونکا تو اس میں روح آ گئی اور وہ سو سال پرانی ہیئت وشکل والا گدھا ہو کر اٹھ کھڑا ہوا وہ اپنا سر اوپر کی جانب اٹھایا ہوا تھا اور کان آسمان کی جانب کئے ہوئے تھا اور آوازیں نکال رہا تھا جیسے اس نے گمان کرلیا ہو کہ قیامت قائم ہوگئی ہے۔قرآن کریم میں اسی کو اس طرح اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا:

وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا

''اور اپنے گدھے کی طرف نظر کیجئے کہ (اس کی ہڈیاں کتنی بوسیدہ ہوچکی ہیں جو عرصے میں ہی ممکن ہے) اور ہم آپ کو لوگوں کیلئے (احیائے موتیٰ کا) نمونہ بنانا چاہتے ہیں اور ہڈیوں کو دیکھو کہ کیسے ہم ان کو جوڑ دیتے ہیں اور ان پر گوشت چڑھاتے ہیں''۔

مطلب یہ ہے کہ اپنے گدھے کی ہڈیوں کو دیکھو کہ کیسے ہم ان کو آپس میں جوڑتے ہیں اور ان کی جگہوں میں فٹ کرتے ہیں پھر جب گوشت کے بغیر صرف ہڈیوں سے گدھے کا ڈھانچہ تیار ہوگیا تو اب دیکھئے کہ ہم ان ہڈیوں کو کیسے کھال کا لباس پہناتے ہیں۔

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ

''پس جب (مردے کا زندہ ہونا مشاہدے سے) واضح ہوگیا تو (فرط جذبے میں) بول اٹھے کہ میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے یعنی اللہ مردوں کو بلا شک وریب زندہ کرنے پر پورا پورا قادر ہے''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ واقعی حضرت عزیز علیہ السلام

لوگوں کیلئے نشانی یا قدرت بن گئے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ

''اور ہم آپ کو لوگوں کیلئے (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کے بارے میں) نمونہ بنانا چاہتے ہیں''۔

وہ اس طور پر کہ آپ کو چالیس سال کی عمر میں موتِ مذکور آئی پھر سو سال بعد جب زندہ ہو کر بنی اسرائیل کے پاس واپس آئے تو آپ اسی طرح چالیس سال کی عمر کے جوان تھے جبکہ آپ کے سارے پوتے پڑپوتے معمر تھے۔

امام ابو حاتم بجستانی نے فرمایا کہ آپ کے پوتے نوے سال کے ہو چکے تھے ان کے جسم کے بال اور داڑھی مونچھ سب سفید ہو چکے تھے جبکہ حضرت عزیر علیہ السلام ان کے درمیان چالیس سال کے نوجوان تھے جن کے سارے بال ابھی سیاہ تھے۔

اس پر کسی نے درجِ ذیل اشعار کہے ہیں:

واسود رأس شاب من قبله ابنه
ومن قبله ابن ابنه فهو اکبر
تری ابن ابنه شیخاً یدب علی عصا
ولحیته سوداء والرأس اشقر
وعمر ابیه اربعون امرها
ولا بن ابنه فی الناس تسعون غبر
فماهی فی المعقول ان کنت داریا
وان کنت لاتدری فبا لجهل تعذر

ترجمہ: یہ عزیز علیہ السلام کا سر ایسا سر ہے کہ اس (کے بال سفید ہونے سے) پہلے ان کے بیٹے اور پوتے کے سر کے بال سفید ہو گئے جبکہ عمر میں وہی بڑے ہیں۔

ان کا پوتا لاٹھی کے سہارے چلتا ہے جبکہ دادا کی داڑھی ابھی بالکل سیاہ اور سر ابھی سرخ ہے۔

دادا کی عمر ابھی چالیس سال ہے جبکہ پوتا نوے سال کو پہنچ چکا ہے۔
سو اگر تم عقل والے ہو تو یہ ایک عقل سے ماورا بات ہے اگر تمہیں کچھ عقل نہیں تو جہالت کی وجہ سے تم اس بات کے نہ سمجھنے میں معذور ہو۔

(تاریخ مدینه دمشق۔ جلد ٤٠، ص ٣٢٥، ٣٢٤)

وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل میں خطرناک جرائم اور ہولناک قتل وقتال کا ختم نہ ہونے والا سلسلہ شروع ہوا یہاں تک کہ انہوں نے بہت سے پیغمبروں کو بھی شہید کر دیا تو اللہ نے ان کے پاس حضرت ارمیا بن حلقیا علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا مگر بنی اسرائیل راہ راست پر نہیں آئے ادھر بخت نصر بنی اسرائیل پر حملے کیلئے پر تول رہا تھا دراصل اللہ تبارک وتعالیٰ بخت نصر جیسے ظالم کے ہاتھوں ان مجرمین بنی اسرائیل سے انتقام لینا چاہ رہا تھا چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ارمیا علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ میں اب بنی اسرائیل کے بارے میں آخری فیصلہ کرنے والا ہوں ان سب کو ہلاک کرنے والا ہوں تا کہ دنیا والوں کیلئے یہ نمونہ عبرت بن جائیں۔ لہٰذا آپ بیت المقدس کی فلاں چٹان پر تشریف لا جایئے وہیں میری طرف سے احکام وحی آپ کے پاس آیا کریں گے۔

حضرت ارمیا علیہ السلام یہ سن کر بے چین ہو گئے اور سجدے میں گر کر آہ و بکا شروع کی کہ اے میرے رب! آپ نے مجھے بنی اسرائیل میں سے آنے والے نبیوں میں بنی اسرائیل کا سب سے آخری نبی کر کے مبعوث کیا اب بیت المقدس کی ویرانی اور بنی اسرائیل کی تباہی میرے دور نبوت میں ہونے والی ہے اے کاش! کہ میری ماں مجھے نہ جنتی تو مجھے یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔

اس پر اللہ کی طرف سے ندا آئی کہ اے ارمیا! سجدے سے سر اٹھاؤ۔ آپ نے سر اٹھایا اور رو پڑے اور عرض کیا کہ اے میرے رب! مجھے یہ تو بتادے کہ بنی اسرائیل پر تو کس کو مسلط کرے گا؟ ندا آئی: آتش پرستوں کو جو نہ مجھ سے ثواب کی امید رکھتے ہیں نہ میری سزا سے ڈرتے ہیں اے ارمیا! اٹھو اور میری وحی کو غور سے سنو۔ میں تمہیں تمہارے بارے میں بھی بتاتا ہوں اور بنی اسرائیل کے بارے میں بھی۔ میں نے

تمہیں تمہاری پیدائش سے پہلے ہی چنا ہے اور میں نے تمہاری صورت شکم مادر میں پیدا کرنے سے تمہیں پاکیزہ بنایا ہے اور شکم مادر سے باہر لانے سے پہلے ہی میں نے تمہیں صاف ستھرا کیا ہے لہٰذا اٹھو اور لوگوں کو میرے پیغامات سنا کر پیغمبری کا فریضہ ادا کرو میں نے تمہیں تمہاری نوجوانی سے پہلے ہی چنا ہے اور ایک عظیم کام کیلئے تمہارا انتخاب کیا ہے پس اٹھو! ایک فرشتہ تمہارے ساتھ ہے جو پیشگی خبریں معلوم کر کے تمہیں ٹھیک راہ پر رکھے گا اور تمہیں راہ بتایا کرے گا چنانچہ یہ فرشتہ آپ کے ساتھ ہوتا تھا اور آپ کو راہ بتایا کرتا تھا اور اللہ سے وحی لایا کرتا تھا یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سنگین جرائم اور خطرناک حد تک اللہ کی نافرمانیاں ہونے لگیں اور وہ بھول گئے کہ اللہ نے سخاریب اور اس کے لشکر سے نجات دلا کر ان پر کتنا بڑا احسان کیا تو اللہ نے وحی بھیجی کہ اے ارمیا! اپنی قوم بنی اسرائیل کے پاس جاؤ اور ان کو میرے احکامات سناؤ اور میری نعمتیں یاد دلاؤ اور یہ بھی بتلاؤ کہ ان پر کتنے مصائب آنے ہی والے تھے مگر ہم نے انہیں ان مصائب سے بچالیا۔

اور ایک لمبا کلام وعدے وعیدوں کا نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیا علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے پاس تبلیغ کیلئے بھیجا حضرت ارمیا علیہ السلام گئے بنی اسرائیل کو اللہ کے وعدے اور وعیدیں مفصل سنائیں۔ انہوں نے یہ سب سن کر آپ علیہ السلام کی کھلی نافرمانی کی اور انہیں جھٹلایا اور کہا کہ تو نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا ہے تیرا گمان ہے کہ اللہ ہماری نافرمانیوں کی وجہ سے اس روئے زمین اور اس میں بنی مساجد کو اپنی کتاب اپنی عبادت اور اپنی توحید سے خالی کر دے گا جب زمین میں کوئی خدا کی عبادت کرنے والا، مسجد اور خدا کی کتاب نہیں رہے گی تو خدا کی عبادت کون کرے گا؟ تم نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ تمہیں جنون کا مرض لاحق ہے اور تم پاگل ہو یہ کہہ کر ان لوگوں نے آپ کو پکڑ کر بیڑیوں میں جکڑ دیا اور پھر جیل میں لے جا کر بند کر دیا تو اللہ نے ان پر مشہورِ زمانہ سفاک ظالم بخت نصر کو مسلط کر دیا جس نے شام اور بیت المقدس کو تہہ و بالا کر دیا اور وہ خونریزی کی کہ خدا کی پناہ۔ بنی اسرائیل کی نسل کو تو تقریباً نیست و نابود ہی کر دیا۔ بڑے بڑے علماء، احبار اور سلاطین

کے نوے ہزار صرف نو خیز لڑکوں کو وہ جاتے وقت قیدی بنا کر لے گیا۔ باقی قیدی اور مقتولین تو بے شمار تھے بخت نصر اس قیامت خیز تباہی مچانے کے بعد سرزمین بابل چلا گیا اور قیدیوں کو جیل میں ڈال دیا۔ ایک دن کسی نے اسے بتایا کہ ان (بنی اسرائیل) کے ایک عالم تھے جو آپ کی اس تباہی سے ان کو ڈراتے تھے اور ان کو خبر دار کیا کرتے تھے کہ آپ ان کے جنگجوؤں کو قتل اور ان کی اولاد کو قیدی بنائیں گے ان کی مساجد کو منہدم کرینگے اور ان کی آسمانی کتاب کو جلا کر راکھ کر دیں گے تو ان لوگوں نے ان کو جھٹلایا مارا پیٹا اور اس کے بعد انہیں جیل میں ڈال دیا۔ یہ سن کر بخت نصر نے حضرت ارمیا علیہ السلام کو جیل سے نکال کر لانے کا حکم دیا۔ تعمیل حکم کی گئی، بخت نصر نے پوچھا کہ کیا آپ نے ان لوگوں کو ان پر آنے والی اس آفت سے ڈرایا تھا۔

حضرت ارمیا علیہ السلام نے فرمایا کہ جی ہاں! مجھے اس کا علم ہو گیا تھا، اللہ نے مجھے ان کے پاس نبی بنا کر بھیجا تو ان لوگوں نے مجھے جھٹلایا، بخت نصر نے کہا کہ کیا واقعی انہوں نے آپ کو جھٹلایا مارا پیٹا اور جیل میں بند کر دیا فرمایا ہاں بخت نصر نے کہا کہ وہ قوم کتنی بدترین قوم ہے جو اپنے نبی کو جھٹلائے اور اپنے رب کے پیغامات کو جھوٹ قرار دے آپ اگر چاہیں تو میرے پاس رہیں میں آپ کو پورے احترام کے ساتھ رکھوں گا اور آپ کا ہمدرد اور غم خوار ہوں گا۔ اگر آپ کا دل چاہتا ہے کہ آپ اپنے ملک میں اقامت اختیار کریں تو آپ کو بالکل اجازت ہے میں نے آپ کو امان دے دی ہے۔ آپ نے فرمایا میں ہمیشہ اللہ کی پناہ میں رہا کبھی اس کی پناہ سے نہ نکلا، اگر بنی اسرائیل اللہ کی پناہ سے نہ نکلتے تو نہ وہ تم سے ڈرتے اور نہ کسی اور مخلوق سے اور تم بھی ان پر غالب و فاتح نہ ہوتے۔ بخت نصر نے ان کو اس مکالمے کے بعد رہا کر دیا۔

(تاریخ دمشق۔ جلد ۴۱، ص ۳۹)

آپ علیہ السلام واپس آئے تو بیت المقدس کی ویرانی اور آسمانی کتابوں کو حوالۂ آتش کئے جانے کے مناظر سامنے تھے۔ بڑے افسردہ ہوئے۔ عبرت کے ان مناظر کا نظارہ کرتے کرتے ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچے۔ کھڑے ہو کر نظر دوڑائی، کھنڈرات اور مکینوں کی بوسیدہ ہڈیوں کا طویل سلسلہ نظر کے سامنے تھا۔ بے ساختہ

ازراہِ تعجب بول اٹھے سبحان اللہ! ان کو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ دوبارہ زندہ فرمائیں گے نہ جانے اس کی کیا کیفیت ہوگی؟ تو اللہ نے آپ کو موت دے دی جب آپ کے انتقال ہوئے ستر سال گزر گئے تو دوبارہ لوگوں کے ذہن میں اللہ نے تعمیر نو کا ارادہ ڈال دیا اس کے بعد تیس سال میں تہہ وبالا شدہ تمام علاقے بخت نصر کے تباہی مچانے سے پہلے کی طرح آباد وشاداب ہوگئے اس طرح حضرت ارمیا علیہ السلام کو موت آئے سو سال پورے ہوئے تو اللہ نے انہیں دوبارہ زندہ کردیا تو آپ دیکھنے لگے کہ آپ کے سواری کے گدھے کی ہڈیاں کیسے آپس میں جڑ رہی ہیں پھر قدرت کا نظارہ کرنے لگے کہ ان ہڈیوں پر گوشت اور پٹھے کیسے چڑھ رہے ہیں۔ جب دوبارہ زندہ ہونے کی کیفیت آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی تو فرمایا کہ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ کی طرف سے ندا آئی کہ ہماری قدرت کا مزید نظارہ آپ کے کھانے پینے کے سامنے میں کیجئے کہ طویل عرصہ گزرنے کے باوجود سالم ہے۔ کھانے کی چیز آپ کے پاس انجیر تھی اور پینے کا سامان پانی تھا۔ (تاریخ مدینہ دمشق۔ جلد۸، ص۲۸)

اور امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی سند سے واقعہ مذکورہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب اللہ کی طرف سے بنی اسرائیل کو ہلاک کرنے کا فیصلہ حضرت ارمیا علیہ السلام نے سنا تو بے چین ہوئے اور عرض کیا کہ اے پروردگار! بنی اسرائیل سے پہلے مجھے ہلاک کردے تاکہ بنی اسرائیل کی تباہی میری یہ آنکھیں نہ دیکھیں تو اللہ نے فرمایا کہ اے ارمیا! بیت المقدس اور بنی اسرائیل کو میں تمہاری مرضی کے بغیر تباہ نہیں کروں گا۔ حضرت ارمیا علیہ السلام یہ سن کر خوش ہوئے اور کہا کہ میں انشاء اللہ کبھی بھی بنی اسرائیل کی ہلاکت نہیں چاہوں گا۔ اس کے بعد آپ نے بنی اسرائیل کے بادشاہ (جس کا نام تھا یویاحین ابن یویاقیم۔ (طبری۔ جلد۱، ص ۳۸۱، ۳۸۵) کو آکے خوشخبری سنائی کہ اللہ پاک بنی اسرائیل اور بیت المقدس کو میرے کہے بغیر ہلاک نہیں فرمائے گا۔ بادشاہ بھی خوش ہوا اور کہا کہ اگر اللہ ہمیں عذاب دیتا ہے تو واقعتاً ہم اپنے گناہوں کی وجہ سے اس کے مستحق ہیں اور اگر وہ ہم سے درگزر فرماتا ہے تو اس کی مہربانی ہے۔ اس وحی کے بعد تین سال ایسے گزرے کہ بنی اسرائیل روز افزوں

معاصی اور قسم قسم کی نافرمانیوں میں بڑھتے گئے۔ جب وہ وحی کے احکام کو یکسر مسترد کرتے گئے تو اللہ نے وحی کا سلسلہ کم کر دیا اور وہ لوگ آخرت کو بھلا کر دنیا میں منہمک ہو گئے۔ وقت کے بادشاہ نے انہیں خبردار بھی کیا کہ دیکھو تم اپنے اعمال درست کرو ورنہ اللہ پہلے بتا چکا ہے کہ بے رحم ظالم کو تم پر مسلط کر کے تم سے انتقام لے گا۔ اللہ بہت معاف کرنے والا ہے۔ اس سے معافی مانگو، توبہ کرو، مگر وہ لوگ کسی ایک معصیت کو بھی چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئے تو اللہ نے بخت نصر کے دل میں بیت المقدس کے پورے خطے میں تباہی مچانے کا داعیہ پیدا کیا۔ بخت نصر کے پردادا اسخاریب نے بھی اس سے پہلے اس قسم کی کوشش کی تھی۔ چنانچہ بخت نصر چھ لاکھ جھنڈوں کے ساتھ اپنی فوج لے کر بیت المقدس کے باشندوں پر حملے کی غرض سے نکل پڑا۔ بنی اسرائیل کے بادشاہ یویاحین بن یویاقیم کو جب اس کی اطلاع ملی تو حضرت ارمیا علیہ السلام کو بلوا کر پوچھا کہ آپ کی وحی تو یہ تھی کہ آپ کے چاہے بغیر عذاب نہیں آئے گا اور اہلیان بیت المقدس کو ہلاک نہیں کیا جائے گا مگر بخت نصر تو تباہی مچانے روانہ ہو چکا ہے۔ حضرت ارمیا علیہ السلام نے بادشاہ کو تسلی دی۔ اطمینان دلایا کہ اللہ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ ادھر جب اللہ نے بنی اسرائیل کی ہلاکت کا فیصلہ کرلیا تو ایک فرشتہ کو حضرت ارمیا علیہ السلام کے پاس بھیجا فرشتہ انسانی شکل میں آیا حضرت ارمیا علیہ السلام نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہا: بنی اسرائیل کا ایک آدمی ہوں۔ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا پوچھئے۔ فرشتہ نے کہا کہ میں اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہوں میں ان کے ساتھ بھلائی کے سوا کوئی سلوک نہیں کرتا اور جہاں تک ممکن ہے میں ان کی عزت و آبرو اور احترام و اکرام کا لحاظ کرتا ہوں مگر میں جتنا بھی ان سے اچھا سلوک کرتا ہوں وہ خوش نہیں ہوتے اور مغرور بن جاتے ہیں۔ اب آپ مجھے بتائیں میں ان کے ساتھ کیا کروں' آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کی رضا کی خاطر ان سے اچھائی کرتے رہو اور جن سے اللہ نے صلہ رحمی کا حکم دیا ہے ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور (اس کے بدلے میں) خیر (جنت) کی بشارت قبول کرو۔

اس کے بعد فرشتہ چلا گیا کچھ دنوں بعد وہی فرشتہ دوبارہ بنی اسرائیل کے ایک

شخص کی شکل میں آیا اور وہی شکایات دہرائیں آپ علیہ السلام نے ان کو سمجھایا کہ اپنے گھر والوں کے پاس واپس جاؤ اور ان کے ساتھ اچھائی کرتے رہو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تم سب کو نیک صالح بنائے اور اپنی مرضیات پر چلنے اور قہر و غضب کو دعوت دینے والے اعمال سے بچائے۔ فرشتہ وہاں سے چلا گیا کچھ ہی دن گزرے اچانک خبر آئی کہ بخت نصر نے اتنی بڑی تعداد کی فوج لے کر بیت المقدس کے گرد پڑاؤ ڈالا ہے کہ جوٹڈیوں سے زیادہ ہے بنی اسرائیل اس خبر سے سخت خوفزدہ ہوئے بادشاہ یویاحین بن یویاقیم کو بھی بڑی تشویش ہوئی اس نے حضرت ارمیا علیہ السلام کو بلوا کر پوچھا کہ اللہ نے جو آپ سے وعدہ کیا تھا وہ کہاں ہے؟ حضرت ارمیا علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اپنے رب پر پورا بھروسہ ہے کہ وہ عذاب میرے کہے بغیر نہیں لائے گا۔

پھر ایک دن ایسا ہوا کہ حضرت ارمیا علیہ السلام بیت المقدس کی ایک دیوار پر بیٹھے ہنس رہے تھے اور اپنے رب کی نصرت موعودہ پر مسرور ہو رہے تھے کہ یکا یک وہ فرشتہ انسانی شکل میں آ کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا؟ آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہا کہ میں پہلے بھی اپنے گھر والوں سے متعلق دریافت کرنے کیلئے آیا تھا آپ نے فرمایا کہ اب بھی ان کا ہوش میں آنے کا وقت نہیں آیا؟ فرشتہ نے کہا کہ اب تک تو میں نے معاملے میں صبر و تحمل سے کام لیا مگر آج میں نے انہیں اللہ کے غضب کو دعوت کو دینے والے ایک جرم کا مرتکب پایا تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا اور اللہ اور آپ کیلئے مجھے غصہ آیا اور میں آپ کے پاس پہنچا کہ آپ کو مطلع کروں اور میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اب تو بس ان کی ہلاکت ہی کی دعا کریں تو حضرت ارمیا علیہ السلام نے فرمایا کہ اے آسمانوں اور زمینوں کے بادشاہ! اگر یہ (بنی اسرائیل کے لوگ) حق اور راستی پر ہیں تو ان کو باقی رکھ اور اگر تیری ناراضگی اور نافرمانی میں ہیں تو انہیں ہلاک کر دے۔ آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہی آسمان سے بجلی آ گری جس سے بیت المقدس کے بڑوں کیلئے مقرر حصے میں آگ بھڑک اٹھی اور اس کے سات دروازے زمین میں دھنس گئے یہ دیکھ کر آپ چیخ اٹھے: اے آسمانوں کے بادشاہ! اے سب سے بڑے رحم کرنے والے! تو نے مجھ سے کچھ اور وعدہ کیا تھا وہ کہاں گیا؟ تو ندا آئی: یہ آپ کی

اس بددعا کا اثر ہے جو ابھی آپ نے کی۔ حضرت ارمیا علیہ السلام پریشان ہو گئے۔ سمجھ گئے کہ عذاب کو اب نہیں روکا جا سکتا میں نے خود اس کا مطالبہ کر دیا ہے۔ چنانچہ آپ پہاڑوں کی طرف چلے گئے ادھر بخت نصر آیا اور پورے خطۂ بیت المقدس اور سرزمین شام میں وہ تباہی مچائی کہ خدا کی پناہ۔ (طبری۔ جلد ۱، ص ۳۹۳، ۳۹۱)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیا علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ میں بیت المقدس (فلسطین) کو دوبارہ آباد کرنے والا ہوں۔ لہٰذا آپ وہاں تشریف لے جائیں آپ آئے اور دیکھا کہ کھنڈرات اور لوگوں کی بوسیدہ ہڈیوں اور جانوروں کے سوا کسی انسان کا نام ونشان نہ تھا تو دل ہی دل میں خیال پیدا ہوا کہ اللہ نے تو مجھے یہ بتایا کہ اس (فلسطین) کو وہ آباد کرے گا مگر یہ کب ممکن ہوگا؟ ان بوسیدہ ہڈیوں کے مالکوں کو اللہ دوبارہ کس کیفیت کے ساتھ زندہ فرمائے گا؟ اس کے بعد آپ لیٹے اور قریب ہی اپنی سواری کا گدھا اور چھابڑی میں کچھ کھانے کا سامان رکھ دیا جو آپ ساتھ لائے تھے تو اللہ نے ان پر موت طاری کر دی۔ اس کے بعد ستر سال گزر گئے اس دوران بخت نصر اور ملک معظم لہراسب کا انتقال ہو گیا اور لہراسب کا بیٹا بشتاسب تخت نشین ہوا تو بشتاسب کو اطلاع ملی کہ ملک شام مکمل ویران ہے جبکہ فلسطین میں تو کوئی ذی نفس انسان کہیں نظر نہیں آتا وہاں درندوں اور جنگلی جانوروں کا راج ہے تو اس نے سرزمین بابل میں منادی کرادی کہ بنی اسرائیل کے جو لوگ شام واپس جانا چاہیں وہ وہاں چلے جائیں اور وہاں (یعنی شام) کیلئے آل داؤد کے ایک شخص (کوشک الفارسی جس کا نام آتا ہے دیکھئے صلۃ الجمع جلد ۱، ص ۲۶۱) کو حاکم مقرر کر دیا اور بیت المقدس (فلسطین) اور اس کی مسجد کو دوبارہ تعمیر کرنے کا بھی حکم دیا یہ حضرت ارمیا علیہ السلام کے انتقال کے ستر سال بعد کا واقعہ ہے۔ تیس سال میں شام وفلسطین حسب ماضی آباد وشاداب ہو گئے۔ سو سال پورے ہونے پر اللہ نے انہیں دوبارہ زندہ کیا تو اس ویران ملک کو دوبارہ آباد دیکھ کر فرمایا:

اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

ترجمہ: ”مجھے یقین ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے“۔

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ارمیا علیہ السلام ایک گدھے پر سوار ہو کر فلسطین کیلئے روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ ایک چھاگل تھا جس میں انگور کا رس تھا اور ایک چھابڑی تھی جس میں انجیر تھی اپنے علاقے ایلیا پہنچے تو ہر طرف کھنڈرات تھے۔ کوئی ذی نفس انسان نظر نہ آیا آپ بے ساختہ بول اٹھے ان بے نام ونشان اور خاک میں تبدیل ہو جانے والوں کو بھی اللہ پاک زندہ فرمائیں گے تو نہ جانے اس کی کیفیت کیا ہوگی؟ تو اللہ نے ان کو بھی موت دے دی اور ان کی سواری کے گدھے کو بھی اور سب کی نگاہوں سے اللہ پاک نے آپ کو محفوظ رکھا اس کے بعد اللہ نے آپ کو دوبارہ زندہ فرمایا تو پوچھا:

كَمْ لَبِثْتَ

''کتنا وقت اس موت کی حالت میں رہے''

قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ

فرمایا (ارمیا علیہ السلام نے) ایک دن یا اس سے کچھ کم وقت (اس حالت میں رہا)

قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا

''اللہ پاک نے فرمایا بلکہ آ سو سال اس موت کی آغوش میں رہے آپ اپنے کھانے پینے کے سامان کو دیکھئے کہ بالکل کوئی تغیر نہیں آیا اور اپنی سواری کے گدھے کو دیکھئے اور ہم آپ کو لوگوں کیلئے نمونہ قدرت بنانا چاہتے ہیں اور اس گدھے کی ہڈیوں کو دیکھئے کیسے ہم ان کو آپس میں جوڑتے ہیں پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں''۔

آپ نے گدھے کی ہڈیوں کی طرف دیکھا کہ مرنے کے بعد اب اس کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہیں اور یہ بوسیدہ اور گلی ہوئی ہڈیاں آپس میں جڑ رہی ہیں اور قدرتِ خداوندی سے ان پر گوشت رگیں اور پٹھے چڑھ رہے ہیں اس کے بعد اس

میں روح ڈالی گئی تو وہ ڈھینچوں ڈھینچوں کرتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ ادھر کھانے پینے کے سامان کو دیکھا کہ دونوں چیزیں بلا کسی تغیر کے اسی حالت میں موجود ہیں کہ جس حالت اور جس کیفیت میں انہیں رکھا گیا تھا قدرت خداوندی کے یہ عجیب وغریب مناظر دیکھ کر آپ پکار اٹھے:

اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

''مجھے پورا یقین ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے''

راقم عبدالغنی (کان اللہ لہ) عرض کرتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے واقعہ بالا میں مرنے کے بعد زندہ کرنے پر قدرت ہونے کے دو قسم کے دلائل واضح کئے ایک آپ کے جسم اور آپ کے کھانے پینے کے سامان کو سالم رکھ کر سمجھایا کہ بعض اجسام مثلاً تمام انبیاء علیہم السلام اور بعض شہداء وصالحین کے اجسام تو مرنے کے بعد اسی طرح سے سالم اور محفوظ رہتے ہیں اور وہ زندہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کو دوبارہ زندہ کرنا تو سرے سے بعید از عقل ہے ہی نہیں کیونکہ جسم اور اس کے دوسرے اعضاء تو سالم ہوتے ہیں جیسے نیند سے اٹھنا یا اٹھایا جانا ایک معقول بات ہے اور دوسری قسم کی دلیل گدھے کے گوشت پوست کے مٹی میں مل جانے اور ہڈیاں بوسیدہ ہو جانے کے بعد دوبارہ بعینہٖ پہلے کی شکل میں زندہ کرنے کے ذریعے قائم کی کہ بعض اجسام اگرچہ مٹی، کیڑے مکوڑے یا شیر ودیگر درندوں کی خوراک بن جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کو دوبارہ بالکل سابقہ ہیئت پر زندہ کرنے پر قادر ہے۔

مقتولین دوبارہ زندہ ہو گئے

امام ابن جریر طبری اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ بخت نصر بنی اسرائیل کے جن افراد کو گرفتار کر کے لایا تھا اہل بابل کی درخواست پر اس نے ان قیدیوں کو ان میں تقسیم کر دیا تھا، ایک روزہ کچھ لوگ آئے اور بخت نصر سے شکایت کی کہ بادشاہ

سلامت! ہم نے خود مانگ کر آپ سے بنی اسرائیل کے ان قیدیوں کو حاصل کیا تھا مگر اب کچھ مسائل پیدا ہو گئے ہیں ہماری عورتیں ان پر فریفتہ نظر آتی ہیں اور ہم نے ہماری عورتوں کا رویہ بدلا ہوا ہے اس لئے ہماری درخواست ہے کہ ان قیدیوں کو ہمارے درمیان سے بالکل نکال کر کہیں اور بھیج دیا جائے یا پھر آپ ان سب کو قتل کر دیں۔ بخت نصر نے کہا کہ آپ لوگوں کو ان قیدیوں کے بارے میں کوئی بھی فیصلہ کرنے کا اختیار ہے اور جو اپنے زیر قبضہ قیدی کو قتل کرنا چاہے وہ اسے قتل کر دے۔

بخت نصر سے قتل کی اجازت حاصل کر کے ملک بابل کے یہ لوگ اپنے گھروں کو گئے اور اپنے غلاموں کو قتل کرنے کیلئے گھروں سے باہر لائے تو بنی اسرائیل کے ان بے بس غلاموں نے اللہ سے گڑگڑا کر دعا کی کہ اے ہمارے رب! ان کی عورتیں ہم پر فریفتہ ہیں تو یہ تو ان عورتوں کا جرم ہے تجھے علم ہے کہ ہم نے کبھی کسی عورت کو متوجہ کرنے یا فریفتہ کرنے کی سعی نہیں کی ہم نے کبھی ان سے گناہ کرنے کا ارادہ نہیں کیا تو انصاف والا رب ہے، جرم تو ان کی عورتوں نے کیا اور مصیبت ہم پر آئی پس اے ہمارے پروردگار! ہمارے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ فرما۔

اللہ کو ان کی آہ و پکار پسند آئی تو انہیں یقین دلایا گیا کہ اہل بابل انہیں قتل بھی کر دیں تب بھی اللہ انہیں دوبارہ زندہ فرما دیگا۔ آخر تقریباً سب لوگوں نے اپنے ماتحت موجود غلاموں کو قتل کر دیا۔ صرف چند افراد کو بخت نصر نے خود قتل ہونے سے بچایا جن میں حضرت دانیال، حنانیا، عزاریا اور میشاآیل شامل ہیں۔ بخت نصر نے اپنے ماتحت کے بنی اسرائیل کے غلاموں سے پوچھا کہ جس گھر (بیت المقدس) کو میں نے ویران کیا اور جن لوگوں کو میں نے قتل کیا یہ کون لوگ تھے اور یہ گھر کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ گھر تو اللہ کا ہے اور یہ اللہ کی عبادت گاہوں میں سے ایک عبادت گاہ ہے اور قتل ہوتے والے اس گھر کے گرد بسنے والے ہیں۔ اولاد انبیاء ہیں۔ انہوں نے ظلم کیا اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کیں تو آپ ان پر مسلط کئے گئے ان کا رب سارے آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے بلکہ تمام تر مخلوقات کا وہی رب ہے۔ وہ بنی اسرائیل کو بڑی عزت سے رکھتا تھا ہر شر سے بچاتا تھا اور انہیں عزت و شان و شوکت کے ساتھ رکھتا تھا

مگر جب وہ اپنے رب کی نافرمانیوں میں حد سے آگے بڑھ گئے تو اللہ نے دوسروں کے ہاتھوں انہیں عذاب دیا اوران کو ہلاک و برباد کیا۔ بخت نصر نے پوچھا کہ مجھے وہ طریقہ بتاؤ کہ میں آسمان بالا پر چڑھ جاؤں اور وہاں جو کوئی بھی ہے اسے قتل کر کے وہاں بھی اپنی سلطنت قائم کروں کیونکہ اب تو میں زمین سے فارغ ہو چکا ہوں (اور پورے روئے زمین پر میری حکومت قائم ہو چکی ہے) لوگوں نے اسے سمجھایا کہ یہ تمہارے بس کی بات نہیں اور نہ کسی اور مخلوق کے بس کی بات ہے۔ بخت نصر کی ہلاکت کا وقت قریب آ چکا تھا اس نے نہایت غرور سے کہا کہ ضرور تم لوگ اس کا طریقہ مجھے بتاؤ ورنہ میں تم سب کو قتل کردوں گا بنی اسرائیل کے بے کس و بے بس غلام دست بدعا ہو گئے۔ اللہ سے خوب دعائیں کیں گڑگڑائے اللہ نے اپنی قدرت کے اظہار کیلئے بخت نصر کی ناک کے راستے دماغ میں ایک مچھر کو پہنچا دیا جو اس کے مغز پر کاٹتا رہتا اور بخت نصر چیخ و پکار کرتا رہتا تھا اسے ایک پل سکون نہیں آتا تھا۔ اسکے سر پر مارا جاتا تو کچھ سکون حاصل کرتا پھر مچھر کاٹتا اور اس کی جان نکلنے کو ہو جاتی۔ آخر جب اس کو یقین ہو گیا کہ وہ اب محض چند دنوں کا مہمان ہے تو اس نے اپنے قریبی تعلق والوں سے کہا کہ میں جب مر جاؤں تو تم لوگ میرے سر کو پھاڑ کر دیکھنا کہ کس چیز نے مجھے ہلاک کیا۔ چنانچہ چند ہی دنوں میں بخت نصر ہلاک ہو گیا۔ لوگوں نے اس کا سر پھاڑ کر دیکھا تو اندر ایک کمزور ترین اور قلیل العمر مخلوق مچھر تھا جس نے پوری دنیا پر حکومت کرنے والے کا کام تمام کیا۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کے ان بے سہارا اور بے بس لوگوں کو رہائی مل گئی۔ انہیں شام اور ایلیا واپس بھیج دیا گیا۔ انہوں نے واپس جا کر پہلے سے شاندار انداز میں شام و فلسطین کی تعمیر کی اور دوبارہ ان کی اولاد ہر طرف پھیل گئی۔ بتایا جاتا ہے کہ اس دوران اللہ نے اہل بابل کے ہاتھوں قتل ہونے والے بنی اسرائیل کے ان لوگوں کو دوبارہ زندہ فرما دیا۔ جوان زندہ واپس آنے والے بنی اسرائیل سے آملے اور ملکی تعمیر و ترقی میں ان کے شانہ بشانہ کام کیا۔

(طبری۔ جلد ۱، ص ۳۹۶، ۳۹۵)

دورِ حزقیل علیہ السلام کے واقعات

ہزاروں افراد زندہ ہو گئے

علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت کالب علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کی قیادت کا ذمہ حضرت حزقیل بن بوذی علیہ السلام نے اٹھایا۔ آپ وہی شخصیت ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی اور اللہ نے ان لوگوں کو زندہ فرما دیا تھا جو موت کے خوف سے اپنے گھروں سے نکل بھاگے تھے اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ. اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْا فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَايَشْكُرُوْنَ.

(سورۃ البقرۃ)

ترجمہ: کیا نہیں دیکھا تو نے ان لوگوں کی طرف جو نکلے تھے اپنے گھروں سے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے تو فرمایا: انہیں اللہ تعالیٰ نے مر جاؤ پھر زندہ فرمایا، انہیں بیشک اللہ تعالیٰ بڑا مہربان ہے لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے"۔

محمد بن اسحاق حضرت وہب بن منبہ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو اپنے پاس بلا لیا تو بنی اسرائیل میں حضرت حزقیل بن بوذی علیہ السلام کو ان کی جگہ مبعوث فرمایا۔ حضرت حزقیل علیہ السلام

ایک بوڑھی عورت کے بیٹے تھے۔ آپ ہی وہی شخص ہیں جنہوں نے ان لوگوں کیلئے دعا فرمائی تھی جن کا ذکر قرآن پاک میں ان الفاظ میں ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَھُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ.

آیت بالا کی تشریح میں محمد ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے وبا دیکھی تو ایک دور جگہ جا کر قیام کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مر جاؤ۔ وہ تمام مر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں درندوں سے محفوظ رکھا۔ ایک لمبا عرصہ گزر گیا۔ ایک دن حضرت حزقیل علیہ السلام کا وہاں سے گزر ہوا۔ (ایک جگہ اتنے مردہ دیکھ کر) کھڑے ہو گئے اور سوچنے لگے۔ آپ سے کہا گیا (غیبی آواز) کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ اللہ انہیں دوبارہ زندہ فرمادے اور تو یہ سب منظر اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ آپ علیہ السلام نے اثبات میں جواب دیا۔ حکم ملا کہ ان ہڈیوں کو آواز دو کہ وہ گوشت سے پر ہو جائیں اور جسم کی مختلف ہڈیاں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ جائیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آواز دی۔ وہ تمام مردے اٹھ کھڑے ہوئے اور یکبارگی اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔

اسباط نے سدی وہ ابی مالک سے وہ ابی صالح سے، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، وہ مرہ سے وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور دیگر کئی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کرام سے آیت:

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَھُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَھُمُ اللّٰہُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْیَاھُمْ.

کی تفسیر کے بارے میں روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ واسط سے پہلے ''داوردان'' نامی ایک بستی تھی جس میں طاعون کی بیماری پھیل گئی۔ اکثر لوگ بستی کو چھوڑ کر بھاگ نکلے اور گاؤں کے مضافات میں ایک جگہ ڈیرے ڈال دیئے۔ وہ لوگ جو بستی ہی میں رہ گئے تھے ان میں سے اکثر موت کا شکار ہوئے جبکہ بھاگ نکلنے والے لوگ محفوظ رہے۔ جب وبا ختم ہوئی اور مضافات میں ٹھہرے ہوئے

گھروں کو لوٹے تو جن کے عزیز و اقارب مر گئے تھے۔ کہنے لگے کہ اگر ہم بھی ان ہی کی طرح بھاگ جاتے تو محفوظ رہتے۔ اب اگر ایسی صورتحال پیش آئی تو ان کے ساتھ ہم بھی بھاگ جائیں گے۔ ایک سال بعد طاعون کی وبا نے پھر بستی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ تمام لوگ گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے۔ وہ ایک وادی میں جا ٹھہرتے۔ جس کا نام ''افیح'' تھا۔ وادی کے اوپر سے فرشتے نے آواز دی کہ مر جاؤ۔ اسی قسم کی ایک آواز وادی کے نیچے سے بھی آئی۔ اسی آواز کے ساتھ سب لوگ موت کا لقمہ بن گئے اور ان کے بے روح جسم میدان میں پڑے رہ گئے۔ وہاں سے اللہ کے ایک نبی حضرت حزقیل علیہ السلام کا گزر ہوا۔ آپ سراپا حیرت، دانتوں میں انگلی دبائے، ان بے روح جسموں ک دیکھنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ کیا یہ دیکھنا چاہتے ہو کہ میں مردوں کو کس طرح زندہ کروں گا؟ اللہ تعالیٰ ے نبی حضرت حزقیل علیہ السلام نے اثبات میں جواب دیا۔ وہ دراصل قدرت خداوندی پر متعجب تھے (شک نہیں کر رہے تھے) حکم ہوا۔ آواز دیجئے آپ نے آواز دی: اے ہڈیوں! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دے رہا ہے کہ باہم جمع ہو جاؤ، ہڈیاں اڑ اڑ کر جمع ہونے لگیں، حتیٰ کہ ہڈیوں سے ڈھانچے بن گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی فرمائی کہ انہیں آواز دیجئے۔ آپ علیہ السلام نے پھر آواز دی: اے ہڈیوں! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ گوشت کا لباس پہن لو، ہڈیوں پر گوشت آ گیا، رگوں میں خون دوڑنے لگا اور وہ کپڑے جو مرتے وقت جسم پر تھے وہ بھی عود کر آئے، پھر آپ سے فرمایا گیا آواز دیجئے آپ علیہ السلام نے پھر آوازی دی اے جسموں! اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ، پس وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

اسباط کہتے ہیں کہ مجاہد سے روایت کرتے ہوئے منصور یہ گمان ظاہر کرتا ہے کہ ان لوگوں نے زندہ وہنے کے بعد ان کلمات سے اللہ کی تسبیح کی۔ ''سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ'' پھر وہ اپنی قوم کے ان افراد کے پاس گئے

جو جانتے تھے کہ وہ مر چکے ہیں۔ موت کے آثار ان کے چہروں پر تھے۔ وہ جب بھی کپڑے پہنتے تو وہ نشان زدہ ہو جاتے، وہ لوگ زندہ رہے حتیٰ کہ اپنی مقررہ میعاد پر فوت ہوئے۔

مرنے کے بعد زندہ ہونے والوں کی تعداد کیا تھی؟ سو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی تعداد چار ہزار تھی، آپ ہی سے ایک دوسرا قول ہے کہ وہ لوگ تعداد میں آٹھ ہزار تھے۔ ابو صالح سے یہ تعداد نو ہزار روایت کی جاتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک تیسری روایت چالیس ہزار کی ملتی ہے۔

حضرت سعید بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اہل اذاعات میں سے تھے۔ ابن جریج عطاء سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ تمثیل ہے۔ جو یہ بیان کرتی ہے کہ انسان تقدیر سے بھاگ نہیں سکتا لیکن جمہور کا قول اقویٰ ہے یہ تمثیل نہیں ایک واقع ہے۔

حضرت حزقیل علیہ السلام کا وصال اور بنی اسرائیل کی عہد شکنی:

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ یہ کہیں مذکور نہیں کہ حضرت حزقیل علیہ السلام بنی اسرائیل میں کتنی مدت قیام پذیر رہے۔ جب آپ کا وصال ہوا تو بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ سے کیا وعدہ بھلا دیا۔ بڑی بڑی تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ ان ظالموں نے بت پرستی شروع کر دی۔ جن بتوں کی وہ پوجا کرتے تھے ان میں ایک کا نام ''بعل'' تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت حزقیل علیہ السلام کے بعد حضرت الیاس علیہ السلام کو مبعوث فرمایا کہ جا کر بنی اسرائیل کی رہنمائی کریں۔ حضرت الیاس علیہ السلام مراد حضرت الیاس بن فنحاص بن البزار بن ہارون بن عمران ہیں۔

میں (امام ابن کثیر) کہتا ہوں کہ ہم نے حضرت الیاس علیہ السلام کا قصہ حضرت خضر علیہ السلام کے بعد ذکر کیا ہے کیونکہ ان کا ذکر اکثر اکٹھے آتا ہے اور اس لیے بھی کہ سورۂ صافات میں ان کا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کے بعد مذکور ہوا ہے۔ اسی لیے ہم نے ان کا ذکر خیر پہلے کر دیا ہے۔ واللہ اعلم

محمد بن اسحاق، وہب بن منبہ کے حوالے سے جو قصہ بیان کرتے ہیں اس میں فرماتے ہیں کہ حضرت الیاس علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کی ہدایت کیلئے ان کی طرف حضرت الیسع بن اخطوب علیہ السلام تشریف لائے۔ (واللہ اعلم ورسولہ)

کتب تفسیر میں یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک بہت بڑی جماعت سے جب ان کے بادشاہ یا ان کے پیغمبر حزقیل نے ان سے کہا کہ فلاں دشمن سے جنگ کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ اور اعلائے کلمۃ اللہ کا فرض ادا کرو تو وہ اپنی جانوں کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے اور یہ یقین کر کے کہ اب جہاد سے بچ کر موت سے محفوظ ہو گئے ہیں۔ اب یا تو پیغمبر نے ان کی اس حرکت پر ان کیلئے بددعا کی۔ یا اللہ تعالیٰ کو خود ان کی یہ بات پسند نہ آئی۔ بہر حال اس کے غضب نے ان پر موت طاری کردی اور سب کے سب موت کی آغوش میں چلے گئے۔ (قصص القرآن)

قرآن مجید میں یہ واقعہ اس آیت مذکور میں ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَھُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَھُمُ اللّٰہُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْیَاھُمْ. اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَایَشْکُرُوْنَ٥

''کیا آپ نے ان لوگوں کے واقعہ کو ملاحظہ نہیں کیا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل گئے تھے۔ حالانکہ وہ ہزاروں تھے سو اللہ نے ان کو حکم دیا کہ مر جاؤ، پھر خدا نے ان کو زندہ کر دیا بے شک اللہ لوگوں پر بڑا فضل فرماتا ہے حالانکہ بہت لوگ شکر ادا نہیں کرتے''۔

اس آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ موت وحیات تقدیر الٰہی کے تابع ہے جنگ وجہاد میں جانا موت کا سبب نہیں اور بزدلی سے جی چرانا موت سے بچنے کا ذریعہ نہیں۔

تفسیر ابن کثیر میں سلف صالحین کے حوالے سے اس واقعہ کی تشریح یہ بیان کی ہے کہ بنی اسرائیل کی کوئی جماعت ایک شہر میں بستی تھی اور وہاں طاعون وغیرہ

پھیل گیا تھا۔ یہ لوگ دس ہزار کی تعداد میں تھے۔ سب کے سب دو پہاڑیوں کے درمیان وسیع میدان میں مقیم ہوگئے اللہ تعالیٰ نے ان پر اور دنیا کی دوسری قوموں پر واضح کرنے کیلئے کہ موت سے کوئی شخص بھاگ کر جان نہیں چھڑا سکتا دو فرشتے بھیج دیئے جو میدان کے دونوں سروں پر آ کھڑے ہوگئے اور ایک آواز دی جس سے سب کے سب بیک وقت مر گئے۔ آس پاس کے لوگوں کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ آئے لیکن دس ہزار انسانوں کے کفن دفن کا انتظام آسان نہیں تھا اس لئے ایک احاطہ کھینچ کر حظیرہ جیسا بنا دیا۔ ان کی لاشیں حسب دستور گل سڑ گئیں اور ہڈیاں رہ گئیں۔ زمانہ دراز کے بعد بنی اسرائیل کے پیغمبر حزقیل علیہ السلام کا ان پر گزر ہوا۔ آپ انسانی ڈھانچوں کے انبار دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے بذریعہ وحی ان لوگوں کا پورا واقعہ آپ کو بتلا دیا گیا۔ آپ نے ان کے دوبارہ زندہ ہونے کی دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور حکم دیا کہ ان شکستہ ہڈیوں کو اس طرح خطاب فرمائیں۔

ایها العظام البالیه ان اللّٰه یامر کن ان تجتمعی.

''اے پرانی ہڈیوں! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ہر جوڑ کی ہڈی اپنی جگہ جمع ہو جائے''۔

پیغمبر کی زبان سے خدا تعالیٰ کا حکم ان ہڈیوں نے سنا اور حکم کی تعمیل کی پھر حکم ہوا کہ اب ان کو یہ آواز دو:

ایها العظام ان اللّٰه یامرک ان تکتسی لحماً وعصباً وجلداً

''اے ہڈیوں! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اپنا گوشت پہن لو اور پٹھے اور کھال درست کر لو''۔

یہ کہنا تھا کہ ہڈیوں کا ہر ڈھانچہ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے ایک مکمل لاش بن گئی پھر یہ حکم ہوا کہ اب ارواح کو یہ خطاب کیا جائے:

ایها الارواح ان اللّٰه یامرک ان ترجع کل روح الی الجسد الذی کانت تعمرهٗ

''اے ارواح! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اپنے اپنے بدنوں میں لوٹ آ ؤجن کی تعمیر وحیات ان سے وابستہ تھی''۔

یہ آواز دیتے ہی سارے لاشے ان کے سامنے زندہ ہو کر کھڑے ہو گئے اور حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگے سب کی زبانوں پر تھا ''سُبْحٰنَکَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ''

(معارف القرآن)

ابن کثیر میں ہے کہ یہ بنی اسرائیل کی جماعت داوردان کی باشندہ تھی جو شہر واسط سے چند کوس پر اس زمانہ کی مشہور آبادی تھی اور یہ فرار ہو کر اپنچ کی وادی میں چلے گئے تھے تو ان پر مندرجہ بالا واقعہ پیش آیا۔ واللہ اعلم بالصواب

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ.

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے واقعات

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام دوبارہ زندہ ہو گئے

ابوالورقاء رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی پیشانی کے دونوں اطراف کس چیز سے بنے ہوئے تھے کہ آپ ذوالقرنین (پیشانی کے دو مخصوص اطراف والے) کہلائے؟

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم یہ سمجھتے ہو گے کہ ان کی پیشانی کے اطراف سونے یا چاندی کے بنے ہوئے تھے، ایسا کچھ نہیں، آپ اللہ کے نبی تھے، اللہ نے کچھ لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دینے کیلئے آپ کو ان کی طرف بھیجا، آپ علیہ السلام نے انہیں اللہ کی طرف بلایا تو ایک بدبخت نے اٹھ کر پیشانی کی بائیں جانب پر وار کیا جس سے آپ شہید ہو گئے، اللہ نے انہیں دوبارہ زندہ کر دیا اور دوبارہ دعوت ایمان و اسلام دینے کیلئے لوگوں کی طرف بھیجا تو اس بار ایک شخص نے آپ کی پیشانی کی دائیں جانب سخت وار کیا آپ پھر شہید ہو گئے تو اللہ نے آپ علیہ السلام کو ذوالقرنین کا خطاب دیا۔ (کتاب العظمة لابی الشیخ الاصفهانی ص ۳۲۹)

اور حضرت ابوالطفیل کی روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب ذوالقرنین کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ذوالقرنین اللہ کے نیک بندے تھے لوگوں کی خیر خواہی کی اور ان کو اللہ کی طرف بلایا مگر بدبختوں نے آپ کی پیشانی کی ایک جانب پر حملہ کر دیا جس سے آپ شہید ہو گئے اللہ نے انہیں دوبارہ زندہ کر دیا آپ نے دوبارہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا تو آپ کی پیشانی کی دوسری جانب حملہ کر کے آپ کو دوبارہ شہید کر دیا گیا اس وجہ سے آپ کو ذوالقرنین سے موسوم کیا گیا۔ (البداية والنهاية ۲:۱۱۲)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات

قیمہ بن جانے کے بعد پرندے دوبارہ زندہ ہو گئے

حضرت حسن بصری، قتادہ، عطاء خراسانی، ضحاک اور ابن جریج رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک دفعہ بحیرۂ طبریہ کے ساحل سے گزرے تو دیکھا کہ وہاں ایک گدھا مردہ پڑا ہوا ہے۔ خشکی اور سمندری مخلوق اسے وقتاً فوقتاً کھا رہی ہے۔ جب سمندر کا پانی ساحل پر آتا تو سمندری مچھلیاں اور دیگر سمندری مخلوق اسے کھاتی اور جب پانی واپس چلا جاتا تو درندے اس میں سے کھاتے جب درندے چلے جاتے تو پرندے اس مردہ گدھے پر ٹوٹ پڑتے۔

آپ علیہ السلام کچھ دیر یہ ماجرا دیکھتے رہے آپ علیہ السلام کو تعجب سا لگا، فوراً اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھالئے اور فرمایا کہ یا اللہ! مجھے یقین ہے کہ تو درندے، پرندے، اور سمندری مخلوقات کے پیٹ سے اس گدھے کے اجزائے جسم کو جمع فرمائے گا اور دوبارہ اسے زندہ کرے گا مگر آج مجھے اس کی کیفیت کا ذرا مشاہدہ کرادے تاکہ مشاہدے سے مجھے احیائے موتی کا عین الیقین حاصل ہو جائے۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب نمرود سے مناظرہ کیا اور فرمایا کہ:

﴿ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ﴾ (سورة البقرة آية :۲۵۸)

''میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے''

تو نمرود نے اپنے کارندوں کے ذریعے دو آدمیوں کو گرفتار کر کے لایا۔ پھر ان میں سے ایک کو تو چھوڑا اور دوسرے کو قتل کیا۔ اور کہا کہ دیکھ لیا میں بھی زندہ کرتا ہوں اور موت دیتا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

میرا اللہ تو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرتا ہے جو تم نہیں کر سکتے اور تم نے تو زندہ

کو زندہ چھوڑا ہے۔ یہ مردے کو زندہ کرنا تو نہیں ہوا۔

نمرود نے کہا کہ کیا آپ علیہ السلام نے اپنے رب کو اس طرح کسی کو زندہ کرتے دیکھا ہے؟

آپ علیہ السلام نے ہاں میں جواب نہیں دیا۔ دیگر دلائل دینے لگے۔ اس کے بعد اللہ سے درخواست کی کہ یا اللہ! تو مجھے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کا مشاہدہ بھی کرادے۔ (تاکہ میں نمرود کو بتاسکوں کہ ہاں میں نے اس کا مشاہدہ بھی کیا ہے۔)

اور حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تو حضرت عزرائیل علیہ السلام نے اللہ سے اجازت طلب کی وہ دنیا میں آکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ خوشخبری سنائیں۔ اللہ نے اجازت دی تو حضرت عزرائیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر آئے آپ علیہ السلام باہر گئے ہوئے تھے۔

آپ علیہ السلام نہایت غیرت والے تھے گھر سے باہر جاتے تو دروازہ بند کر کے جاتے۔ آپ علیہ السلام گھر واپس آئے تو حضرت عزرائیل علیہ السلام کو انسانی شکل میں دیکھا۔ آپ علیہ السلام کو غیرت آئی۔ پکڑنے کے لئے آگے بڑھے پوچھا تم کون ہو؟ میرے گھر میں داخل ہونے کی اجازت تمہیں کس نے دی؟ میرے گھر میں میری اجازت کے بغیر کیسے گھس آئے؟

حضرت عزرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اس گھر کے مالک نے اجازت دی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ کوئی فرشتہ ہے چنانچہ فرمایا کہ تم نے درست کہا۔ مگر یہ تو بتاؤ تم کون سے فرشتے ہو؟ انہوں نے کہا میں ملک الموت ہوں۔ میں آپ علیہ السلام کو خوشخبری سنانے آیا ہوں کہ اللہ نے آپ علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا ہے۔

آپ علیہ السلام نے یہ سن کر اللہ کی حمد وثنا بیان کی، شکر ادا کیا اور ملک الموت سے پوچھا کہ اس کی کیا نشانی ہے کہ واقعی اللہ نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے؟

ملک الموت علیہ السلام نے کہا کہ اس کی نشانی یہ ہے کہ اللہ آپ علیہ السلام

کی دعا قبول فرمائیں گے اور آپ علیہ السلام کی درخواست پر مردوں کو زندہ کریں گے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی تصدیق کے لئے اللہ سے مشاہدۂ کیفیتِ اُحیائے موتی کرانے کی درخواست کی۔

(حیوۃ الحیوان:۱/۳۴۳-۳۴۲، فتح الباری مختصراً:۷/۶۶)

اور ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ میں اپنے بندوں میں سے ایک بندہ کو خلیل بنانے والا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے احیائے موتی کی درخواست کرے گا تو میں اس کی یہ درخواست بھی قبول کروں گا۔

تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں خیال آیا کہ ہوسکتا ہے وہ بندہ میں ہی ہوں اور مجھے ہی اللہ خلیل بنانے والا ہے چنانچہ اللہ سے احیائے موتی کا مشاہدہ کرادینے کی درخواست کردی۔ (عقد الزبرجد:ص۱۵۳-۱۵۲)

حضرت ابوالجوزاء (اوس بن عبداللہ الربعی البصری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ:

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتَىٰ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي﴾ (سورة البقرة آية: ۲۶۰)

ترجمہ: ''اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے پروردگار! مجھے وہ کیفیت دکھادے کہ جس کے ساتھ تو مُردوں کو زندہ کرے گا۔ اللہ نے کہا کیا آپ کو اس پر یقین نہیں؟ فرمایا کیوں نہیں مگر یہ درخواست میں نے اس لئے کی تاکہ میرے دل کو (مزید) اطمینان حاصل ہوجائے۔''

تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا کہ:

﴿قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ﴾

ترجمہ: ''فرمایا تو چار پرندے لیں اور انہیں اپنے ساتھ مانوس کرلیں''۔

یعنی ان چار پرندوں کو اس طرح پالیں کہ وہ آپ سے اتنے مانوس ہوجائیں کہ آپ کے بلانے پر آجائیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار پرندے لئے ان کو پالا اور اتنا مانوس کرلیا کہ آپ کے بلانے پر آجائیں۔ تو آپ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اب ان سب کو ذبح کریں اور ان کے ٹکڑے کرکے انہیں خلط ملط کردیں۔

آپ علیہ السلام نے ان کو ذبح کیا ان کے بال و پر الگ الگ کر دیئے اور ان کو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔ اور ان کے خون، پر، گوشت اور ہڈیوں کو آپس میں خلط ملط کر دیا۔ اس کے بعد حکم خداوندی ہوا کہ:

﴿ ثُمَّ اجْعَلْ ﴾

''پھر ان کو رکھ دیں''

یعنی چار پہاڑوں پر

عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا

''ہر پہاڑ پر ان (پرندوں) کا کچھ کچھ حصہ''

ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَأْتِیْنَکَ سَعْیًا

''اس کے بعد انہیں بلائیں وہ دوڑتے ہوئے آپ کے پاس (زندہ ہو کر) آجائیں گے۔''

آپ علیہ السلام نے ان کو حسب حکم الٰہی آواز دی تو ہر پہاڑ کے اوپر سے خون، پر، گوشت اور ہڈیاں آ آ کر آپس میں ملنے اور جڑنے لگیں، اور چاروں پرندے سابقہ شکل میں زندہ ہو کر آپ کے پاس آ گئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے''

(تاریخ مدینة دمشق:۶/۲۳۲، من عاش بعد الموت لابن أبی الدنیا:ص ۵۲۔۵۱)

یہ چار پرندے کون سے تھے؟ مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گدھ، بطخ، مور اور مرغ کو ذبح کر کے ان کی بوٹیاں بنائی تھیں۔ اور ان کو باہم ملا دیا تھا اور ارد گرد واقع دس پہاڑوں پر انہیں تقسیم کر کے رکھ دیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ان سب کی چونچوں کو اپنی انگلیوں کے بیچ میں رکھ لیا تھا اور باقی اجزاء پہاڑوں پر خلط ملط شکل میں رکھ دیئے تھے اس کے بعد ان سب کو نام لیکر پکارا اور اپنے پاس کچھ دانے اور پانی رکھ لیا تھا تو پہاڑوں کے اوپر رکھے گئے اجزاء اڑ اڑ کر ایک دوسرے سے جڑنے لگے یہاں تک کہ ان کے اجسام بن گئے اس کے بعد

ہر جسم اپنی گردن اور سر کی طرف چلا اور مکمل پرندے بن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ گئے اور آپ علیہ السلام کے پاس موجود پانی پیا، دانے چنے اور کہنے لگے:

یانبی اللہ احییتنا احیاک اللہ.

''اے اللہ کے نبی! آپ نے ہمیں دوبارہ زندگی دی اللہ آپ کو زندہ رکھے''۔

تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اللہ ہی زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے۔ وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ (عقد الزبر جد: ص ۱۵۳)

فائدہ: مذکورہ بالا مختلف روایات کے مطابق مختلف پس منظروں کی روشنی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کیفیت احیائے موتی مشاہدہ کرانے کی درخواست کی معقولیت واضح ہو جاتی ہے۔ بالخصوص جب کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام تو علم میں اضافے کے ہمیشہ خواہشمند ہوتے تھے جو کہ علی العموم انسان کی فطری خاصیت بھی ہے۔

اس لئے ممکنہ کیفیتوں میں سے کس کیفیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ دوبارہ مردوں کو زندہ فرمائیں گے۔ آپ علیہ السلام نے اس خاص کیفیت کے مشاہدے کی تمنا اور آرزو کی ہے تو اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں۔ (الیواقیت والجواهر: ۲/۵۸۹)

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی درخواست پر پرندوں کے احیاء کی کیفیت دکھائی، یا تو اس وجہ سے کہ وہ بھی جاندار ہیں لہٰذا انسان سمیت کسی بھی جاندار کے بعد از موت اُحیاء کی کیفیت اس سے سمجھ میں آ جاتی ہے۔ (حیوٰۃ الحیوان)

یا اس وجہ سے کہ انسان کے علاوہ دیگر کچھ جانداروں کو بھی دوبارہ زندہ کئے جانے کا قرآن وحدیث میں ثبوت ملتا ہے جیسے:

(بخاری شریف: حدیث نمبر ۱۴۰۲، ۳۰۷۳، ۶۹۵۸۔ مسلم شریف مع شرح النووی ۷/۶۸، ۶۴۔ ترمذی مع التحفۃ: ۳/۲۸۴ برقم ۶۱۷۔ نسائی: ۵/۱۰ برقم ۲۴۴۰ و ۲۴۵۶۔ ابن ماجہ: ۱/۵۶۹ برقم ۱۷۸۵۔ صحیح ابن خزیمۃ: ۴/۹ برقم ۲۲۵۱۔ مسند احمد: ۵/۱۵۲ و ۱۵۷۔ مسند حمیدی: ۱/۷۷ برقم ۱۴۰۔ سنن دارمی: ۱/۳۸۱۔) میں جانوروں کی زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو حساب سے لوگوں کی فراغت تک ان جانوروں سے روندے جانے کا ذکر آیا ہے۔

اور امام دیلمی رحمۃ اللہ کی (الفردوس بماثور الخطاب (مسند الفردوس یا مسند دیلمی رحمۃ اللہ) اور امالئ قاضی عبدالجبار رحمۃ اللہ میں قربانی کے جانوروں کی بھی قیامت کے روز زندہ کئے جانے کے بارے میں ایک ضعیف روایت ہے۔

(الجامع الکبیر والصغیر للسیوطی رحمۃ اللہ، وانظر کشف الخفاء والدرر المنتشرة والشذرة والغماز علی اللماز واسنی المطالب والمقاصد الحسنه)

اسی طرح صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب تحریم الظلم۔ ترمذی برقم ۲۴۲۰۔ مسند احمد ۲/۳۲۳۔ ۲۳۵۔ ۳۰۱۔ ۳۷۲۔ ۴۱۱۔ الأدب المفرد للبخاری برقم ۱۸۳۔ کتاب الأهوال لابن ابی الدنیا برقم ۲۲۶۔ السنن الکبریٰ للبیهقی ۶/۹۳۔ اور المجالسه للامام الدینوری رحمۃ اللہ برقم ۳۱۰۲۔ میں قیامت کے دن سینگ والے جانور سے بغیر سینگ کے جانور کا قصاص لئے جانے پر مرفوع حدیث وارد ہوئی ہے۔

اور مسند احمد ۲/۳۶۳۔ کتاب الأهوال لابن ابی الدنیا برقم ۲۲۴۔ اور المجالسه للدینوری رحمة الله علیه ۷/۲۰۲ برقم ۳۱۰۲ میں قیامت کے دن چیونٹیوں سے بھی قصاص لئے جانے کے لئے انہیں دوبارہ زندہ کئے جانے کا ذکر آیا ہے۔ (وانظر الیواقیت والجواهر: ۱/۱۶۵)

امام ابن قیم رحمۃ اللہ نے حیوانات کو قیامت کے روز میدان حشر میں زندہ کر کے اٹھائے جانے پر پانچ دلائل ذکر کئے ہیں۔

دلیل:۔۱

قرآن کریم میں ہے:

﴿وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ﴾

ترجمہ: ''اور جس وقت وحشی جانور اکھٹے کئے جائیں گے''

دلیل:۔۲

﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلَى

رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ﴾ (الانعام:۳۸)

ترجمہ: اور جتنی قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنی قسم کے پرندے ہیں کہ اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں ان میں کوئی قسم ایسی نہیں جو کہ تمہاری ہی طرح کے گروہ نہ ہوں ہم نے دفتر میں کوئی چیز نہیں چھوڑی پھر سب اپنے پروردگار کے پاس جمع کئے جاویں گے۔

دلیل:-۳

صحیحین کی حدیث کہ اونٹنی، گائے، بیل، بکرا، بکری کی زکوۃ ادا نہ کرنے پر قیامت کے روز انہیں نہایت عظیم الجثہ اور موٹا تازہ اٹھایا جائے گا۔ اور یہ حیوانات زکوۃ نہ دینے والے کو اپنے سینگ اور پاؤں سے مارتے رہیں گے۔

دلیل:-۴

مسند احمد کی حدیث کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بکریوں کو سینگ لڑاتے دیکھا تو فرمایا اے ابوذر! کیا آپ کو معلوم ہے یہ دونوں ایک دوسرے کو سینگ کیوں مار رہے ہیں؟

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نفی میں جواب دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مگر اللہ کو خوب پتہ ہے اور عنقریب (قیامت کے دن) اللہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے۔

دلیل:-۵

سورۃ النباء کی آخری آیت:

﴿وَيَقُوْلُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرَاباً﴾

ترجمہ: ''اور کہے گا کافر اے کاش! کہ ہو جاتا میں مٹی''۔ (سورۃ النبأ: ۴۰)

کی تفسیر میں جو آثار مروی ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ چوپایوں کو حشر کے دن جمع فرما کر باہم قصاص دلوائیں گے۔ اس کے بعد فرمائیں گے کہ تم سب مٹی بن جاؤ۔ تو یہ مٹی بن جائیں گے اس وقت کافر لوگ حسرت سے کہیں گے کہ کاش ہم مٹی ہو جاتے۔

(بدائع الفوائد: ۳/۱۸۷)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے واقعات

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر بولنے لگا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بارہ حواریوں کے ساتھ لوگوں کے پاس بھیجا تاکہ لوگوں کو دینی تعلیم دیں۔ان تعلیمات میں یہ بھی ایک بات تھی کہ بھانجی سے نکاح حرام ہے۔

اس وقت کے بادشاہ کو اپنی ایک بھانجی پسند تھی اور وہ اس سے شادی کرنا چاہتا تھا بادشاہ روزانہ اس بھانجی کا ایک مطالبہ ضرور پورا کرتا تھا بادشاہ کی بہن (اس بھانجی کی والدہ) کو جب پتہ چلا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی بھانجی سے نکاح کو حرام کہتے ہیں اور وہ لوگوں کو اس سے منع کرتے ہیں تو اپنی بیٹی کو یہ سمجھا کر بادشاہ کے پاس بھیجا کہ بادشاہ اگر تم سے آج کسی حاجت کے بارے میں پوچھے تو تم کہنا کہ میری حاجت تو یہ ہے کہ آپ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ذبح کردیں چنانچہ وہ بادشاہ کے پاس گئی بادشاہ نے جب حاجت کے بارے میں پوچھا تو اس نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ذبح کردینے کا مطالبہ پیش کردیا بادشاہ نے کہا کہ کوئی اور مطالبہ کرو اس نے کہا کہ میرا تو بس یہی ایک مطالبہ ہے۔

بھانجی کی ضد پر بادشاہ نے ایک بڑا طشت منگایا حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بلوا کر اس کے اوپر ذبح کردیا زمین پر آپ علیہ السلام کے خون کا ایک قطرہ گرا تو وہ ابلنے لگا اور اللہ نے بخت نصر کو ان پر مسلط کر کے اس کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ اس خون کے بدلے میں قتل کرتا رہے یہاں تک کہ اس خون کا ابلنا بند ہو جائے چنانچہ اس نے اس قوم کے ستر ہزار لوگوں کو قتل کردیا۔

شہر بن حوشب کی روایت میں ہے کہ بادشاہ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر کے آپ کا سر بھانجی کے حوالے کیا اس نے اسے سونے کے طشت میں رکھ کر اپنی

والدہ کو پیش کیا تو طشت میں آپ علیہ السلام کا سر بولنے لگا کہ بھانجی سے نکاح حرام ہے، بھانجی سے نکاح حرام ہے، بھانجی سے نکاح حرام ہے۔

بادشاہ کی بہن نے آپ علیہ السلام کا کٹا ہوا سر دیکھ کر کہا کہ آج میری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور سلطنت کے بارے میں آج مجھے اطمینان ملا۔ بے خوفی حاصل ہوئی اس کے بعد ریشم کی قمیض، ریشم کا دوپٹہ اور ریشم ہی کی شلوار زیب تن کر کے اپنے بالا خانے میں چڑھی اس کے کچھ کاٹنے والے کتے تھے بالا خانے میں ٹہلنے کے دوران تیز ہوا نے اسے کپڑوں میں الجھا دیا وہ اپنے ان کتوں کے سامنے جاگری کتوں نے ان کو جی بھر کر کاٹا وہ اپنی آنکھوں سے بے بسی کے ساتھ دیکھتی رہی سب سے آخر میں کتوں نے اس کی آنکھوں کو کھایا۔

(من عاش بعد الموت لابن ابی الدنیا:ص ۴۱۔۴۰، الکامل لابن الاثیر:۱/۳۰۳،قصص الانبیاء للنجار :ص ۵۵۶، دریاق القلوب لابن الجوزی رحمہ اللہ ، ابتلاء الاخیار :ص ۱۷۳)

ابن القطعہ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ اس طرح نقل کیا ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک بادشاہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا بڑا اکرام کیا کرتا تھا آپ علیہ السلام کی مجلس میں آتا اور آپ سے ہر بات میں مشورہ لیا کرتا تھا۔ آپ سے مشورہ کیئے بغیر کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ بادشاہ نے ایک لڑکی سے نکاح کرنا چاہا تو آپ علیہ السلام سے مشورہ کیا آپ علیہ السلام نے اسے اس سے نکاح کرنے سے منع کیا اور فرمایا کہ میں اس لڑکی سے نکاح کو آپ کے لئے پسند نہیں کرتا لڑکی کی والدہ کو پتہ چلا تو بادشاہ کو اس لڑکی سے نکاح کرنے سے روکنے پر آپ علیہ السلام سے اس کی دشمنی ہوگئی چنانچہ جب بادشاہ نے شراب کی مجلس قائم کی تو اس نے اپنی اس لڑکی کو سرخ باریک کپڑے پہنائے خوشبو لگائی نہایت قیمتی قسم کے زیورات پہنائے لڑکی کو سرخ جوڑے کے اوپر ایک کالی چادر اوڑھا دی جس سے لڑکی چمک گئی اس کے بعد اسے بادشاہ کے پاس یہ سمجھا کر بھیج

دیا کہ بادشاہ کو اپنے ہاتھ سے شراب بھر بھر کے جام پلانا اور اسے اپنے ان اعضاء کی طرف متوجہ کرنا کہ جن سے مرد لوگ فتنے میں مبتلا ہوتے ہیں جب وہ تم سے وصال کی خواہش کرے تو تم کہنا کہ میرا ایک مطالبہ ہے جب تک وہ پورا نہیں کردیا جاتا میں راضی نہیں ہوں گی مطالبہ پوچھے تو کہنا کہ میرا بس یہی مطالبہ ہے کہ ایک طشت میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر لایا جائے۔

لڑکی نے والدہ کا بتایا ہوا طریقہ استعمال کیا تو واقعی بادشاہ نے وصال کی خواہش ظاہر کی لڑکی نے حسب منصوبہ اپنا مطالبہ سامنے رکھ دیا بادشاہ نے کہا کوئی اور بات کرو مگر لڑکی والدہ کی تعلیم کے مطابق بضد رہی تو بادشاہ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر طشت میں لے آنے کا حکم جاری کیا چنانچہ طشت میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر لایا گیا مگر قدرت خداوندی سے طشت میں آپ علیہ السلام کا سر بول رہا تھا کہ ”یہ لڑکی آپ کے لئے حلال نہیں، یہ لڑکی آپ کے لئے حلال نہیں“ صبح ہوئی تو آپ علیہ السلام کا خون زمین پر ابل رہا تھا بادشاہ کے حکم سے اس پر مٹی ڈالی گئی مگر خون جوش مارتا ہوا اس مٹی کے اوپر آگیا پھر مٹی ڈالی گئی خون جوش مارتا ہوا اوپر آگیا اس طرح مسلسل مٹی ڈالی جاتی رہی اور خون جوش مارتا ہوا مٹی کے اوپر آتا رہا یہاں تک کہ شہر کی فصیل کے برابر مٹی ڈالی گئی مگر خون اس کے اوپر بھی جوش مارتا ہوا آگیا۔

(ابتلاء الاخیار بالنساء الاشرار لابن القطعة :ص ۱۷٤)

ابن الاثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس بادشاہ کا نام ھیرودوس تھا اور اس لڑکی کا نام ھیرودیا تھا۔ (الکامل لابن الاثیر :۱/۳۰۲۔ ابتلاء الاخیار :ص ۱۷٤)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”المستقصیٰ فی فضائل الاقصیٰ“ میں حضرت قاسم رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ اس شہر یعنی دمشق کا ایک بادشاہ تھا جس کا نام ھداد بن ھدار تھا۔ اس نے اپنے ایک بیٹے کی شادی اپنے بھائی ”اریل“ کی بیٹی سے کردی تھی جو کہ ”صیدا“ کی ملکہ تھی۔ دمشق کی ”سلاطین

مارکیٹ'' اس کی جملہ املاک میں سے تھی اس مارکیٹ میں خالص سونے کا کاروبار ہوتا تھا بادشاہ کے نے اپنی بیوی یعنی بادشاہ کی اس بھتیجی کو تین طلاقیں دیں پھر رجوع کرنا چاہا حضرت یحییٰ علیہ السلام سے پوچھنے پر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک لڑکی دوسری شادی نہ کرلے دوبارہ بادشاہ کے بیٹے کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔لڑکی اس پر سخت برہم ہوئی اور بادشاہ سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر مانگ لیا لڑکی نے اپنی والدہ کے کہنے پر ایسا کیا تھا بادشاہ نے انکار کیا لیکن اس کے اصرار پر راضی ہوگیا قاتل بھیجا آپ علیہ السلام اس وقت ''جیرون کی مسجد'' میں نماز پڑھ رہے تھے قاتل آپ علیہ السلام کا سر تھالی میں رکھ کر لے آیا سر مبارک مسلسل بول رہا تھا یہ لڑکی بادشاہ کے بیٹے کے لئے حلال نہیں حلال نہیں جب تک کہ لڑکی کسی دوسرے مرد سے شادی نہ کرلے۔

لڑکی اپنی ماں کے پاس تھالی سامنے لئے کھڑی تھی کہ زمین میں دھنسنا شروع ہوگئی دونوں قدم زمین میں غائب ہوگئے اس کے بعد وہ کمر تک زمین میں دھنس گئی اس کی ماں شور مچانے لگی اور زرخرید باندیاں چیخنے لگیں، اپنے چہرے پیٹنے لگیں اس دوران لڑکی کندھوں تک دھنس گئی اس کی ماں نے جلاد کو حکم دیا کہ لڑکی تو زمین میں دھنس رہی ہے اس کا سر کاٹ لو تاکہ اس کے سر سے دل کو تسلی دے سکوں چنانچہ لڑکی کا سر کاٹ لیا گیا اسی وقت پورے دھڑ زمین نے نگل لیا ادھر حضرت یحییٰ علیہ السلام کا خون مسلسل ابلتا رہا یہاں تک کہ بخت نصر نے دمشق پر حملہ کیا اور وہاں کے پچھتر ہزار لوگوں کو قتل کیا۔

حضرت سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا خون ابلتا رہا یہاں تک کہ حضرت ارمیا علیہ السلام اس خون کے پاس آکر کھڑے ہوئے اور فرمایا اے خون! تو نے بنی اسرائیل کو ختم کر کے رکھ دیا اب تو رک جا۔ چنانچہ خون کا ابلنا بند ہوگیا اور قتل کا سلسلہ بھی رک گیا۔ (البدایة والنہایة ۳/۵۹۔۵۸)

اور ابن القطعہ کی بیان کردہ ایک روایت کے مطابق حضرت یحییٰ علیہ السلام نے

درج بالا لڑکی کو پردہ کرنے کا حکم دیا تھا کیوں کہ وہ کھلے چہرے کے ساتھ لوگوں کے سامنے آیا کرتی تھی نیز ایک شہزادے سے اس کے غلط تعلقات تھے جس سے آپ نے اسے منع فرمایا تو اس کی والدہ نے منصوبہ بنایا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کروادیا۔

(ابتلاء الاخیار: ص ۱۷۲)

حضرت دانیال علیہ السلام کے واقعات

حضرت دانیال علیہ السلام اپنی قبر میں تسبیح پڑھ رہے تھے

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گذرے تو قبر سے آواز سنائی دی کہ حضرت دانیال علیہ السلام قبر کے اندر اللہ کی تسبیح وتقدیس میں یہ الفاظ ادا فرمارہے تھے۔

"سبحان من تعزز بالعزة وقهر العباد بالموت."

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جو صفت غلبہ کے ساتھ غالب ہے اور جس نے بندوں کو موت کے ذریعے مقہور ومغلوب کیا ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام یہ الفاظ تسبیح سن کر آگے چلے تو ندائے غیبی سنائی دی کہ:

انا الذی تعززت بالعزة وقهرت العباد بالموت من قالهن استغفرت له السماوات والارض ومن فيهن.

(ذكر الموت الامام ابن ابی الدنيا برقم ٥٤٦، والهواتف برقم ٢٠ :ص٢٩۔ ٢٨۔ وانظر حياة الحيوان ١/ ١٠ مختصرا۔ والمجالسة للدينوری)

ترجمہ: میں ہی وہ ذات ہوں کہ جو صفت غلبہ کے ساتھ غالب ہے اور موت کے ذریعے بندوں کو مقہور کیا ہے۔ جو شخص مذکورہ الفاظِ تسبیح پڑھے گا آسمان وزمین اور ان کے تمام باشندے اس کے لئے دعائے مغفرت کریں گے۔

مرنے والی عورت نے عابد کی براءت کی گواہی دی

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص بڑا عابد گزرا ہے وہ اپنے عبادت خانے (گرجا) میں ہمیشہ عبادت میں مشغول رہا کرتا تھا کچھ آوارہ اور بدکار لوگوں نے اس کی عبادت کو خراب کرنا چاہا چنانچہ وہ ایک فاحشہ عورت کے پاس گئے اس کو ورغلایا کہ اس عابد کو بدکاری میں مبتلا کر کے دکھاؤ۔

عورت برسات کی ایک تاریک رات عابد کے عبادت خانے میں گئی عابد چراغ جلا کر نماز پڑھ رہا تھا اس نے کہا کہ اے خدا کے نیک بندے! مجھے تھوڑی دیر کے لئے عبادت خانے میں ٹھہرنے دو۔ عابد نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔

عورت نے کہا باہر اندھیرا ہے بارش بھی مسلسل ہو رہی ہے مجھے کچھ دیر کے لئے اندر آنے دو۔

عورت یوں اصرار کرتی گئی تو عابد نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی عورت اندر آ کر لیٹ گئی عابد اپنی نماز میں مشغول ہو گیا عورت کروٹ بدل بدل کر اسے اپنا حسن و جمال کا نظارہ کرانے لگی یہاں تک کہ عابد کے دل میں برائی کا داعیہ پیدا ہوا تو وہ یہ کہتا ہوا چراغ کی طرف بڑھا کہ اے کمینہ نفس! یہ ہرگز نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں تجھے آزما نہ لوں کہ تو آگ پر کتنا صبر کر سکتا ہے؟ چنانچہ اس نے اپنی ایک انگلی آگ میں رکھ دی یہاں تک وہ جل گئی اس کے بعد دوبارہ نماز پڑھنے میں مشغول ہو گیا دوبارہ نفس میں تحریک پیدا ہوئی تو دوسری انگلی چراغ کی آگ میں جلا کر نماز میں مشغول ہو گیا۔ عورت اپنا حربہ آزماتی رہی اور یہ اپنی انگلیاں جلاتا گیا یہ دیکھ کر عورت نے چیخ ماری اور دہشت سے مر گئی۔

صبح جب وہ اوباش لوگ دیکھنے کو آئے کہ عورت نے کیا کیا ہے؟ تو دیکھا کہ وہ مری پڑی ہے ان کو موقع مل گیا عابد کو کوسنے لگے کہ اے خدا کے دشمن! اے ریاکار! تم نے اس

یب عورت سے بدکاری کی اور اسے قتل کر دیا ہے یہ کہہ کہ عابد کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس
لے گئے اور عورت کے ساتھ عابد کے بدکاری کرنے اور پھر اسے قتل کر دینے پر گواہی دی۔

بادشاہ نے عابد کو عورت کے قتل کے بدلے میں قتل کر دینے کا حکم دیا۔

عابد نے کہا کہ مجھے تھوڑی مہلت دی جائے تا کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں۔
زت مل گئی عابد نے دو رکعت نماز ادا کی اس کے بعد یوں دعا کی کہ اے اللہ! مجھے
ن ہے کہ تو مجھ سے کسی ناکردہ گناہ پر مواخذہ نہیں کرے گا مگر میں تجھ سے یہ
واست کرتا ہوں کہ مجھے میرے بعد آنے والے عابدوں کے لئے ذریعہ عار نہ بنا تو
نے عورت کے جسم میں روح لوٹا دی اس نے زندہ ہو کر کہا کہ اس عابد کی انگلیوں کا
تو دیکھو۔ یہ کہہ کر دوبارہ مرگئی۔

(کتاب الزھد للامام احمد بن حنبل رحمہ اللہ :ص۹۶-۹۵)

دورِ عیسوی علیہ السلام کے واقعات

مردے کو ایک خلال توڑنے پر قبر میں عذاب ہو رہا تھا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قبرستان سے گزرے تو ایک مدفون کو آواز دی تو اللہ نے اس کو زندہ کر دیا۔ آپ علیہ السلام نے اس سے پوچھا۔ آپ کون ہیں؟
اس نے کہا میں قلی تھا لوگوں کا مال ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کا کام کرتا تھا۔ ایک دن میں ایک آدمی کی لکڑیاں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے لگا تو اس سے ایک تنکا توڑ کر دانت خلال کرنے کے لئے رکھ لیا۔ مرنے کے بعد مجھ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا اور اب تک اس خلال کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوں۔
(الغنية : ١/١٣٤)

مردے نے کہا ستر (۷۰) سال سے حساب دینے میں پھنسا ہوا ہوں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قبر کے پاس سے گزرے تو آواز دی کہ اے قبر والے! اللہ کے حکم سے اٹھو۔ تو ایک شخص قبر سے نکلا اور کہا کہ اے روح اللہ! آپ کو مجھ سے کیا کام تھا؟ میں تو ستر سال سے حساب میں پھنسا ہوا ہوں۔ ابھی آواز آئی کہ روح اللہ کی آواز کا جواب دو۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا ستر سال سے حساب دے رہے ہو یقیناً تمہارے گناہ اور نافرمانیاں بہت ہوں گی۔ بتاؤ تم کیا کرتے تھے؟
اس نے کہا ''اے روح اللہ! اللہ کی قسم! میں لوگوں کی لکڑیاں سر پہ اٹھا کے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچایا کرتا تھا اور اس محنت کی مزدوری سے حلال کھاتا تھا۔ اور صدقہ خیرات کیا کرتا تھا۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا سبحان اللہ! کیا عجیب بات سنا رہے ہو؟! اپنے سر پر

لکڑیاں لے جانے کا کام کر کے حلال کھاتے تھے، صدقہ کرتے تھے اور ستر سال سے حساب دینے میں لگے ہوئے ہو؟

اس نے کہا ''اللہ نے مجھے یہ کہہ کہ پکڑ لیا کہ تم نے ایک دفعہ میرے ایک بندے کی لکڑیاں اٹھائی تھیں تو اس سے تم نے ایک تنکا توڑا تھا اور اس سے دانت میں خلال کر کے اسے لکڑیوں کے درمیان رکھنے کے بجائے پھینک دیا تھا۔ اور مجھ سے ڈرا نہیں تھا۔ حالانکہ تم اچھی طرح جانتے تھے کہ میں تمہاری اس خیانت کے بارے میں خوب واقف ہوں۔ اور تمہیں دیکھ رہا ہوں۔

(التذکرۃ للقرطبی رحمہ اللہ: ص ۲۷۴-۲۷۳)

دعائے عیسوی سے بادشاہ کا بیٹا دوبارہ زندہ ہو گیا

حضرت حسان بن عطیہ کا بیان ہے کہ:

بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ کا انتقال ہونے لگا تو اس کا بیٹا ہنوز دور طفلگی سے آگے نہ بڑھنے کی وجہ سے ایک شخص کو سلطنت سونپتے ہوئے وصیت کی کہ میرے بیٹے کے بڑے ہونے کے بعد زمام سلطنت اس کے حوالے کر دینا اس کے بعد بادشاہ کا انتقال ہو گیا اور امور سلطنت شخص مذکور نے سنبھال لئے لوگ بادشاہ کے بیٹے کے بڑے ہونے کے انتظار میں تھے کہ وہ اپنی والد کی جگہ سنبھالے مگر قضاء الٰہی سے بادشاہ کے بیٹے کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا لوگوں میں کہرام مچ گیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچے کے جنازے میں پہنچے تو اس کی والدہ سے کہا کہ اگر میں بحکم خداوندی تمہارے بیٹے کو زندہ کر دوں تو کیا تم مجھ پر ایمان لا کر میری اتباع کرو گی؟

اس نے کہا: کیوں نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی تو بچہ کفن ہٹاتا ہوا اٹھ بیٹھا لوگوں نے یہ دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر برسنا شروع کر دیا کہ تم جادوگر نسل کے ہو تم نے اپنے جادو سے ایسا کیا یہ کہہ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تعاقب کرنے لگے آپ علیہ السلام نے بلند پہاڑ میں جا کر پناہ لی۔

ابلیس آیا اور کہنے لگا کہ میں آپ کے غم میں برابر کا شریک ہوں آپ نے ان سے کوئی مال و دولت کا مطالبہ نہیں کیا اور نہ بالشت بھر زمین ان سے مانگی پھر بھی ان لوگوں نے آپ کے ساتھ بدترین سلوک کیا آپ اگر اس بلند چٹان سے خود کو گرا دیتے تا کہ فرشتہ اجل آپ کو آپ کے رب کے پاس پہونچا دیتا اور آپ ان بدنہاد لوگوں سے نجات حاصل کر لیتے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے ضلالت کی ساری منزلیں طے کرنے والے کمینے! میرے خدا نے مجھے یہ تعلیم دی ہے کہ میں اپنے خدا سے نہ ملوں جب تک یہ معلوم نہ کرلوں کہ وہ مجھ سے راضی ہیں یا ناراض اس کے بعد ابلیس وہاں سے نامراد واپس ہو گیا۔

ادھر بچے کی والدہ لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگی کہ تم وہی لوگ نہیں ہو جو بچے کے انتقال پر رونے پیٹنے لگے تھے، کپڑے پھاڑنے لگے تھے، اب اس محسن کے قتل کے درپے ہو گئے جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے اسے دوبارہ زندہ کر دیا؟

بچے کی والدہ کہ یہ ملامت کارگر ہوئی، لوگوں نے کہا پھر آپ کیا مشورہ دیتی ہیں؟

اس نے کہا: اس محسن کو لے آؤ اور اس پر ایمان لاؤ چنانچہ لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہایت عزت واکرام کے ساتھ بلا کر کے لایا۔

حضرت عزیر علیہ السلام نے قبر سے نکل کر ایمان کی ترغیب دی

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ایک کام اور کر کے دکھائیں اگر آپ نے یہ کرلیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے آپ کی بات پر مرمٹیں گے۔ آپ نے فرمایا: وہ کیا کام ہے؟

انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے سامنے حضرت عزیز علیہ السلام کو زندہ کریں آپ علیہ السلام نے قبر کی جگہ معلوم کی ان لوگوں کو لے کر اس جگہ گئے اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو حضرت عزیر علیہ السلام مٹی ہٹاتے ہوئے باہر زندہ سالم نکل آئے، آپ کے سر اور داڑھی کے آدھے بال سفید ہو چکے تھے۔

آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: اے ابن مریم! یہ آپ کا کام ہے

کہ آپ مجھے قبر سے باہر لے آئے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: یہ میں نے آپ کی قوم کی خاطر کیا ہے ان لوگوں نے مجھے کہا تھا کہ ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک میں ان کے لئے آپ کو زندہ نہ کردوں۔ آپ کی قوم کی ہدایت کے آگے یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے، حضرت عزیر علیہ السلام نے لوگوں کو نصیحت کی کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں اوران کے ارشادات کی تعمیل کریں۔

لوگوں نے پوچھا: آپ تو اس حال میں دنیا سے تشریف لے گئے تھے کہ سر اور داڑھی کے بال سیاہ تھے، اب آدھے سفید کیسے ہو گئے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب میں نے زندہ ہو کر اٹھنے کی ندا سنی تو میں نے سمجھا کہ یہ میدان محشر کی طرف جانے کیلئے صور اسرافیل کی آواز ہے، اتنے میں ایک فرشتے نے مجھے آکر بتایا کہ نہیں یہ تو ابن مریم کی پکار ہے تو سفیدی یہیں تک آکر رک گئی۔ (تاریخ مدینة دمشق ۲/۳۲۵-۳۲۴)

حضرت سام بن نوح علیہما السلام سفید بالوں کے ساتھ قبر سے نکل آئے

حضرت معاویہ بن قرۃ فرماتے ہیں کہ: بنی اسرائیل نے ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ اے روح اللہ وکلمۃ اللہ! حضرت سام بن نوح علیہما السلام یہیں قریب میں دفن ہیں، آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ سام کو ہمارے سامنے زندہ کردے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کر کے آواز دی مگر کوئی نظر نہ آیا، دوبارہ آواز دی مگر کوئی اس قطعۂ ارضی سے نہ نکلا۔

لوگوں نے کہا: وہ یہاں سے قریب ہی مدفون ہیں، آپ اس جگہ گئے اور آواز دی تو حضرت سام علیہ السلام سفید بالوں کے ساتھ قبر سے باہر آگئے۔

لوگوں نے کہا کہ اے روح اللہ وکلمۃ اللہ! ہماری معلومات کے مطابق حضرت سام علیہ السلام کی وفات جوانی میں ہوئی ہے، سفید بال تو ان کے نہیں تھے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بالوں کے سفید ہونے کی وجہ پوچھی انہوں نے فرمایا: دراصل میں نے آپ کی ندا کو صور اسرافیل سمجھا تھا تو دہشت سے میرے بال سفید ہو گئے۔

(من عاش بعد الموت ص ۵۳ -الدر المنثور للسیوطی ۲۱۶/۲ معالم التنزیل ۳۰۶/۱، زاد المسیر لابن الجوزی ۱۳۹۲/۱، المحرر الوجیز لابن عطیہ ۱۳۱/۳)

حضرت سام علیہ السلام نے قبر سے نکل کر دنیا کی حقیقت بتائی

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین نے آپ سے درخواست کی کہ اے روح اللہ! ہمارے دادا حضرت سام بن نوح علیہما السلام کو زندہ کر کے ہمیں دکھادیں تاکہ یقین میں اضافہ ہو، آپ علیہ السلام نے انہیں حضرت سام علیہ السلام کی قبر پر لے گئے اور فرمایا: "قُم بِإِذْنِ اللّٰهِ"۔
اللہ کے حکم سے زندہ ہو جاؤ، وہ کھجور کے تنے کی طرح قبر سے سیدھے نکل کھڑے ہو گئے۔

آپ علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ نے دنیا کی کیا حقیقت پائی؟

حضرت سام علیہ السلام فرمایا: دنیا کی حقیقت ایسی ہے جیسے ایک گھر ہو اس کے دروازے ہوں ایک سے داخل ہوا اور دوسرے سے نکل گیا۔

دوبارہ زندہ ہو کر بیوی نے اپنے عاشق شوہر سے بے وفائی کی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں اسحاق نامی ایک شخص تھا اس کی بیوی جو اس کی چچازاد بہن بھی تھی، اپنے زمانے کی خوبصورت ترین عورت تھی، وہ اس سے

بہت زیادہ محبت کرتا تھا، جب اس عورت کا انتقال ہوا تو یہ اس کی قبر پر شب وروز گزارنے لگا، ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہاں سے گزرے، دیکھا یہ اپنی بیوی کی قبر پر روئے جا رہا ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: یہ کون ہے؟ جس کی قبر پر تم اتنا روئے جا رہے ہو۔

اس نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! یہ میری چچازاد بہن بھی ہے اور بیوی بھی ہے، اے اللہ کے نبی! میں اس سے شدید محبت رکھتا تھا، اس کی وفات نے میری زندگی اجیرن کر دی، میں صبر سے عاجز ہوں، اس کی قبر پر ہی باقی زندگی پوری کر رہا ہوں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم پسند کرتے ہو کہ میں باذنِ خداوندی اسے دوبارہ زندہ کر دوں؟

اس نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیوں نہیں؟ میں ہمیشہ آپ کا ممنون رہوں گا۔

آپ علیہ السلام نے قبر پر کھڑے ہو کر آواز دی: اے مدفون! اللہ کے حکم سے زندہ ہو جا، اس پر قبر سے ایک سیاہ فام غلام نکل آیا، اس کی نتھنوں، چہرے اور چہرے کے مسامات سے آگ نکل رہی تھی۔

نکل کر کہنے لگا: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ اللہ کی قدرت کی نشانی ہیں، اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

اسحاق کہنے لگا: اے اللہ کے نبی! میری چچازاد بہن کی قبر آگے والی ہے۔

آپ علیہ السلام نے غلام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

اِرْجِعْ اِلیٰ مَا کُنْتَ فِیْهِ.

''پہلے والی حالت (موت کی آغوش) میں لوٹ جاؤ۔''

یہ کہنے پر وہ غلام لاش بن کر زمین پر گرا تو آپ نے اسے اس کی قبر میں دفن کر دیا۔

اس کے بعد اسحاق کی نشاندہی پر عورت کی قبر پر گئے اور آواز دی کہ: اے قبر والی! اللہ کی قدرت سے زندہ ہو جا۔ عورت سر سے مٹی جھاڑتی ہوئی قبر سے نکل آئی۔

آپ علیہ السلام نے اسحاق سے پوچھا کیا یہی تمہاری چچازاد بہن ہے اور یہی تمہاری بیوی ہے؟

اس نے کہا: اے اللہ کے نبی! یہی ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس کو اپنے گھر لے جاؤ، اسحاق اسے لیتے ہوئے گھر کی طرف روانہ ہوا، راستے میں نیند نے اسے بے حال کر دیا۔

اس نے بیوی سے کہا کہ مسلسل جاگنے کی وجہ سے میں تو مرنے کے قریب ہو گیا ہوں، میں تھوڑی دیر یہاں سو لیتا ہوں۔

بیوی نے کہا: ٹھیک ہے۔

اسحاق بیوی کی گود میں سر رکھ کر بے سدھ ہو گیا، اسے گہری نیند آ گئی، اسی اثناء میں بادشاہ کا بیٹا اس راستے سے گزرا جو حسن و جمال کا پیکر اور خوبصورتی میں قدرت کا شاہکار تھا، آنکھیں ملیں، دونوں ایک دوسرے کے اسیر بے دام بن چکے تھے، عورت نے شوہر کے سر کو زمین پر رکھا اور شہزادے کے روبرو آ گے کھڑی ہو گئی، دل کی بات اشاروں سے کر دی، شہزادے نے ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے اپنے عمدہ گھوڑے پر اسے بٹھا لیا، اسحاق کی نیند ٹوٹی تو بیوی کو نہ پا کر نہایت پریشان ہوا اِدھر اُدھر نظر دوڑانے کے بعد گھوڑے کے نشان قدم پر چل پڑا ایک جگہ اس بیوی کو شہزادے کے ساتھ گھوڑے پر سوار دیکھ کر خیال گزرا کہ شہزادے نے اسے زبردستی بٹھا لیا ہو گا۔

شہزادے سے کہا: محترم یہ میری بیوی ہے، مجھے میری بیوی حوالہ کر دیں، ادھر بیوی نے اسے پہچاننے سے بھی انکار کر دیا۔

اور کہا کہ: تم کون ہو؟ میں شہزادے کی باندی ہوں۔

اسحاق نے کہا: تم میری چچا زاد بہن بھی ہو، بیوی بھی ہو۔

بیوی نے کہا: میں تو تمہیں جانتی تک نہیں، میں تو شہزادے کی باندی ہوں۔

اسحاق نے کہا: خدا سے ڈرو تم مجھے قریب ہو کر دیکھ لو، میں تمہارا شوہر اسحاق ہوں۔

شہزادے نے کہا: تم میری باندی کو مجھ سے چھیننا چاہتے ہو؟

اسحاق نے کہا: بخدا یہ میری بیوی ہے، یہ انتقال کر چکی تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اسے میرے لئے زندہ کیا ہے، اسی دوران حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہاں سے گزرتے نظر آئے۔

اسحاق نے آپ علیہ السلام سے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا یہ میری وہی بیوی نہیں ہے؟ جسے آپ نے اللہ کے حکم سے میرے لئے زندہ کردیا تھا۔

آپ نے کہا: بالکل۔

عورت نے کہا: اے اللہ کے نبی! میں تو اس شہزادے کی باندی ہوں۔

شہزادے نے بھی کہا: اے اللہ کے نبی! یہ میری قوم کی خریدی ہوئی باندی ہے۔

آپ علیہ السلام نے عورت سے فرمایا: کیا تم وہی نہیں ہو؟ جسے میں نے اللہ کے حکم سے زندہ کیا تھا؟

اس نے کہا: اے اللہ کے نبی! ہرگز نہیں۔

آپ علیہ السلام فرمایا کہ پھر میں نے جو روح تمہیں واپس دی تھی، وہ مجھے لوٹادو۔

عورت نے کہا: ٹھیک ہے۔

یہ کہنا تھا کہ عورت لاش بن کر زمین پر گرگئی۔

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: جو کوئی ایسا شخص دیکھنا چاہے کہ جسے حالتِ کفر میں موت آئی، مگر دوبارہ زندہ ہوکر حالتِ اسلام میں دوبارہ وفات پائی وہ اس سیاہ فام غلام کو دیکھ لے، اور جو ایسی عورت دیکھنا چاہے کہ جسے اللہ نے حالتِ اسلام میں موت دی اور دوبارہ زندہ ہوکر حالتِ کفر میں مری وہ اس عورت کو دیکھ لے۔

اسحاق نے اس کے بعد پختہ عہد کیا کہ کبھی شادی نہیں کروں گا اور روتا ہوا جنگلات کی طرف نکل گیا۔

(ابتلاء الاخیار بالنساء الاشرار ص ۲۰۷-۲۰۶ حیوۃ الحیوان ۱/۳۱۶-۳۱۵)

عاشق کی عمر لے کر زندہ ہونے والی عورت کی بدعہدی

منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ''عبوذ'' نام کا ایک شخص تھا، وہ اپنی چچازاد بہن پر عاشق تھا، جب اس کی چچازاد بہن کا انتقال ہونے لگا تو اس کو سخت بے چینی محسوس ہوئی اس کے بعد قضائے الٰہی سے بہن کی وفات ہوگئی، تو وہ بھاگتا ہوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا، اور اسے دوبارہ زندہ کرنے کی

درخواست کی۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: یہ نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ تم اپنی عمر کا کچھ کا حصہ اسے عطیہ نہ کردو۔

اس نے کہا: یہ یہ تو کوئی بڑی بات نہیں، میں اپنی عمر میں سے آدھی عمر اسے دیتا ہوں۔

آپ علیہ السلام آئے، اللہ سے دعا کی تو اللہ نے اسے دوبارہ زندہ کردیا ''عبود'' اپنے چچازاد بہن کو لے کر گھر کی طرف چلا، راستے میں ستانے کیلئے ایک جگہ چچازاد بہن کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا تو اسے نیند آگئی اسی دوران وہاں کا بادشاہ اس راستے سے گزرا عورت کے چہرے کے حسن اور جسم کے حسن صنعت نے اسے اسیر بے دام کردیا، آنکھیں چار ہوئیں، دونوں طرف سے مثبت اشاروں کا تبادلہ ہوا، عورت نے ''عبود'' کے سر کے بوجھ سے اپنے آپ کو آزاد کیا بادشاہ نے اسے شاہی سواری پر بٹھا کر شاہی محل پہنچایا، ''عبود'' کی نیند ٹوٹی تو چچازاد بہن غائب دیکھ کر بڑا پریشان ہوا اِدھر اُدھر ڈھونڈنے لگا، کچھ لوگوں کو کسی باندی کی تعریف کرتے ہوئے پایا تو پوچھا کہ وہ باندی کیسا خدوخال رکھتی ہے؟ تم لوگوں نے اسے کہاں دیکھا ہے؟

ان لوگوں نے بتایا کہ انہوں نے بادشاہ کے ساتھ ایک باندی دیکھی ہے، جس کا حسن ایسا تھا، قدوکاٹھ میں وہ ایسی تھی، اس کا حلیہ ایسا تھا، ''عبود'' سمجھ گیا کہ بادشاہ ہی اس کی بہن کو لے گیا ہے، ''عبود'' چچازاد بہن سے بات کر کے اسے گھر آنے پر آمادہ کرنا چاہتا تھا آخر ایک دن موقع پا کر بہن کو گھر آنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی، اپنی محبت کے ایام رفتہ یاد دلائے، عورت خاموشی سے سن رہی تھی، یہ اسے گھر آنے کیلئے کہہ رہا تھا، مگر وہ راضی نہیں ہو رہی تھی۔

آخر اس نے کہا کہ دیکھو! تمہیں یاد نہیں، تم مَر گئی تھی، مُردوں میں شامل ہو چکی تھی، میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے اپنی آدھی عمر دے کر تمہیں زندہ کروایا اگر تم میرے ساتھ گھر جانے کیلئے تیار نہیں ہو تو میں نے جو تمہیں اپنی آدھی عمر دی تھی، وہ مجھے واپس کردو۔

عورت نے کہا: ٹھیک ہے، میں تمہیں تمہاری وہ آدھی عمر واپس کرتی ہوں، مجھے

اس کی ضرورت نہیں۔

ابھی عورت نے یہ جملہ پورا کیا ہی تھا کہ وہ لاش بن کر زمین پر گر گئی۔

''عبود'' وہاں سے خوش وخرم گھر لوٹ گیا۔

(ابتلاء الاخیار بالنساء الاشرار ص ۲۰۹-۲۰۸)

مُردہ عذاب کی زد میں اس لیے آ گیا کہ بروں کے درمیان رہا کرتا تھا

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ایسی بستی سے گزرے جس کے سارے باشندے گلی کوچوں میں مرے پڑے ہوئے تھے، آپ علیہ السلام کچھ دیر اس عبرت انگیز منظر کو دیکھتے رہے اس کے بعد اپنے حواریین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کے عذاب وغضب کی بھینٹ چڑھ گئے ہیں۔ اگر یہ اللہ کی رضا جوئی میں مرتے تو اس طرح اجتماعی موت کا شکار نہ ہوتے اور ایک دوسرے کو دفناتے۔

حواریین نے عرض کیا کہ اے روح اللہ! ہم ان کا قصہ معلوم کرنا چاہتے ہیں آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس کے متعلق دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ علیہ السلام کو بتایا کہ آپ رات آنے پر ان کو بلائیں، یہ آپ کی باتوں کا جواب دیں گے، چنانچہ رات ہوئی تو آپ علیہ السلام ایک بلندی جگہ پر جا کے کھڑے ہو گئے اور پکارا کہ اے بستی والو! ایک شخص نے جواب دیا: ''لَبَّیْکَ یَا روحَ اللّٰہ!''

آپ علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ کس حال میں ہو اور تمہارا کیا قصہ ہے؟

اس نے عرض کیا کہ یا روح اللہ! رات کو ہم عافیت سے سوئے تھے اور صبح ہاویہ نامی جہنم میں کی۔

آپ علیہ السلام نے پوچھا کہ: یہ کیسے ہوا؟

اس نے کہا: دنیا سے ہماری محبت اور بروں کی اطاعت کی وجہ سے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ تم دنیا سے کیسی محبت رکھتے تھے، جس

پر یہ عذاب آیا؟

اس نے کہا: دنیا سے ہماری محبت ایسی تھی، جیسے بچے کو ماں سے محبت ہوتی ہے۔ دنیا آئی ہم خوشی کے مارے پھولے نہیں سماتے اور پیٹھ پھیرتی تو پریشان ہوتے، رونا دھونا شروع کر دیتے، دور دور کی امیدیں باندھتے، اللہ کی اطاعت سے بھاگتے اور اس کی نافرمانیوں میں بڑھتے جاتے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اب کس حال میں ہو؟

اس نے کہا: رات کو ہم ٹھیک ٹھاک سوئے، صبح ہوئی تو ہم "ھاویہ" پہنچ چکے تھے۔

آپ علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ "ھاویہ" کیا ہے؟

اس نے کہا ھاویہ "سجّین" کو کہتے ہیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: "سجّین" کی وضاحت کرو۔

اس نے کہا: ساتوں زمینوں کے برابر آتش کدہ ہے، آگ کا گڑھا ہے، ہم سب کی روحیں وہیں پر لے جائی گئی ہیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: تم تنہا کیوں جواب دے رہے ہو؟ دیگر اہلیانِ بستی کہاں ہیں، وہ کیوں جواب نہیں دے رہے ہیں؟ تمہارے دوسرے ساتھی کیوں نہیں بول رہے ہیں؟

اس نے کہا: باقی ساتھی کچھ بولنے کی استطاعت سے محروم ہیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیوں؟ اس نے کہا! ان کو آگ کی لگام لگی ہوئی ہے۔ اور طاقتور سخت مزاج فرشتوں کے سپرد ہیں آپ نے فرمایا کہ پھر تم کیسے بول رہے ہو؟ اس نے کہا! میں ان لوگوں کے درمیان رہتا تو تھا مگر میرے اعمال ان کے جیسے برے نہ تھے مگر جب اللہ کا عذاب آیا تو ان کے ساتھ عذاب نے مجھے بھی آلیا۔ مجھے "ھاویہ" کے اوپر بالوں سے باندھ کر لٹکا دیا گیا ہے۔ اب نہیں معلوم کہ مجھے بھی اس میں جھونک دیا جائے گا یا پھر نجات مل جائے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے بعد حواریین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا! میں تمہیں سچ کہتا ہوں دنیا اور آخرت کی عافیت کے ساتھ وقت پر جو کی روٹی، صاف

پانی اور سونے کے لیے سڑک کے کنارے جگہ مل جائے تو بھی بہت ہے۔

(حلية الاولياء ٤/٦٤-احياء العلوم ٣/ ٣٧٠ ذم الدنيا ص ١٢٨ بحر الدموع)

مُردے نے کہا تکبیر کی برکت سے عذاب سے نجات مل گئی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قبر کے پاس سے گزرے، اس قبر والے کو عذاب ہو رہا تھا آپ کو عذاب کی شدت کے ملاحظہ پر ترس آیا، اچانک اس قبر پر رحمت نازل ہونے لگی، قبر نور سے بھر گئی۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے قبر والو! اللہ کے حکم سے زندہ ہو جاؤ، وہ زندہ ہو کر باہر نکل آیا، آپ نے اس سے انقطاع عذاب کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا میرا ایک بھائی اللہ کے راستے میں پہرہ داری میں مصروف ہے، اس نے میری طرف سے میدان جہاد میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور مجھے عذاب سے نجات ملی۔ (مصارع العشاق)

بدفعلی کرنے والوں پر ہونے والا خوفناک برزخی عذاب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دفعہ صحرانوردی کرتے ہوئے ایک آدمی کے پاس سے گزرے، آگ نے اسے شعلہ بنا دیا تھا، آپ نے پانی لیا تاکہ آدمی پر بھڑکنے والی آگ کو بجھا دیں، یکایک دیکھا کہ وہ آگ ایک نوعمر لڑکا بن گئی، اور آدمی آگ بن گیا جو اس لڑکے کو جلانے لگی، آپ تعجب سے یہ منظر دیکھنے لگے۔

اللہ سے دعا کی کہ یا اللہ! ان دونوں کو تھوڑی دیر کیلئے دُنیوی زندگی لوٹا دے تاکہ میں نے ان سے ان کا حال دریافت کروں۔

اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ آپ جو پوچھنا چاہیں پوچھ لیں، وہ آدمی دُنیوی زندگی میں لوٹ آیا اور نوعمر لڑکا آگ بن کر اسے جلانے لگا، آپ نے آدمی سے پوچھا کہ تم دونوں کون ہو؟ تمہارا ماجرا کیا ہے؟

آدمی نے جواب دیا کہ اے روح اللہ! میں دنیا میں اس لڑکے کی محبت

مبتلا تھا، ایک دن موقع پا کر میں نے اس کے ساتھ بدفعلی کی جب ہم دونوں کا انتقال ہوا، یہ لڑکا آگ بن کر مجھے اور میں آگ بن کر اس لڑکے کو جلانے کے عذاب میں گرفتار ہوں۔ یہ عذاب قیامت تک ہوتا رہے گا۔

آپ علیہ السلام یہ سن کر ان کو عذاب میں مبتلا چھوڑ کے آ گئے۔

(الترغیب والترهیب للعلامة اليافعیؒ ص ۱٦۲)

ہرنی کے بچے کو زندہ کرنے کا معجزہ دیکھ کر بھی چوری کا اقرار نہ کیا

حضرت لیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک آدمی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ اے اللہ کے نبی! میں آپ کی صحبت میں رہنا چاہتا ہوں۔

آپ علیہ السلام نے اسے ساتھ لیا، دونوں ایک نہر کے کنارے کھانا کھانے بیٹھے، تین روٹیاں ساتھ تھیں دو روٹیاں دونوں نے کھالیں ایک روٹی بچ گئی۔ آپ علیہ السلام نہر کی طرف گئے، پانی پیا، واپس آ کے دیکھا تو باقی ماندہ روٹی غائب ہے۔

آپ علیہ السلام اس آدمی سے پوچھا کہ روٹی کہاں گئی؟

اس نے کہا! مجھے پتہ نہیں۔

آپ علیہ السلام اسے ساتھ لے کر آگے چلے۔ ایک ہرنی دو بچوں کے ساتھ نظر آئی، آپ علیہ السلام نے ایک بچے کو آواز دی، وہ آیا، آپ نے اسے ذبح کر کے پکایا، اس آدمی کے ساتھ اسے کھایا، اس کے بعد ہڈیوں کو مخاطب کر کے فرمایا! اللہ کی قدرت سے زندہ ہو جا، ہرنی کا بچہ زندہ ہو کر چلا گیا۔

آپ علیہ السلام نے اس شخص سے پھر دریافت کیا کہ اس ذات کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے تمہیں اللہ کی یہ قدرت دکھائی کہ کھایا ہوا بچہ زندہ ہو گیا، وہ روٹی کہاں گئی؟

اس نے کہا مجھے کچھ نہیں معلوم۔

آپ علیہ السلام آگے چلے راستے میں نہر آئی آپ علیہ السلام نے اس شخص

کا ہاتھ پکڑا اور پانی کے اوپر سے نہر پار کی۔ اس کے بعد اس شخص سے پھر پوچھا کہ اس ذات کی قسم جس نے تمہیں یہ عظیم قدرت دکھائی وہ روٹی کہاں گئی؟

اس نے کہا: مجھے علم نہیں۔

آپ علیہ السلام اس کو لے کر آگے چلے ایک صحرا میں جا کر مٹی اور ریت جمع کی اور کہا کہ سونا بن جا۔ چنانچہ وہ مٹی اور ریت سونا بن گئی۔ آپ علیہ السلام نے اس سونے کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور فرمایا کہ اس میں سے ایک حصہ میرا ہے دوسرا تمہارا ہے اور تیسرا حصہ اس کا ہے جس نے باقی ماندہ روٹی اٹھائی۔

اس پر اس نے کہا: روٹی میں نے ہی دبائی تھی۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا سارا سونا تم رکھ لو۔ یہ کہہ کر اس شخص کو وہیں چھوڑ کر آپ آگے نکل گئے۔ وہ اس سونے کے ساتھ صحرا میں ہی تھا کہ دو آدمی ادھر آ نکلے اور اسے قتل کر کے اس سے سونا چھیننا چاہا۔

اس نے کہا کہ اس کے بجائے ہم تینوں اسے برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔ البتہ مجھے سخت بھوک لگی ہے۔ تم میں سے ایک قریبی بستی میں جائے اور کھانے کے لئے کچھ خرید کر لے آئے چنانچہ ان دونوں میں سے ایک کو کھانا لانے بھیجا گیا۔

کھانا لانے کیلئے جانے والے کے دل میں آیا کہ اس سونے میں ان دونوں کو کیوں شریک کیا جائے میں اس کھانے میں زہر ملا دیتا ہوں یہ دونوں کھانا کھا کر مر جائیں گے۔ سونا میں اکیلے لے لوں گا۔ چنانچہ اس نے کھانے میں زہر شامل کر دیا۔

ادھر پیچھے رہ جانے والوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم اسے کیوں اس میں سے حصہ دیں یہ جب کھانا لیکر آئے گا۔ دونوں مل کر اسے قتل کر دیں گے اور اس سونے کو ہم دونوں آپس میں آدھا آدھا تقسیم کر لیں گے۔ وہ شخص کھانا لے کر آیا تو طے شدہ منصوبے کے مطابق دونوں نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد ان دونوں نے کھانا کھایا تو یہ دونوں بھی مر گئے، اور سونا صحرا میں پڑا رہ گیا تینوں کی لاشیں اس کے پاس پڑی ہوئی تھیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریین کے ساتھ واپس ہوئے تو ان کا یہ عبرت

ناک حال دیکھا آپ اپنے حوارین سے خطاب کر کے فرمانے لگے کہ دنیا اس کے چاہنے والوں کے ساتھ یہی سلوک کرتی ہے۔اس لئے دنیا سے بچتے رہنا۔

(معجم شیوخ ابن الاعرابی ۴۲۲/۲،حیواۃ الحیوان ۴۱۷/۱ - ۴۱٦)

بادشاہ نے زندہ ہو کر کہا کہ زہد وتقویٰ سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کہیں جارہے تھے راستے میں کسی مُردے کی کھوپڑی نظر آئی۔

آپ علیہ السلام کے ساتھیوں نے درخواست کی کہ اے روح اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اس کھوپڑی کو ادراک واحساس اور قوت گویائی عطا فرمائے اور یہ کھوپڑی اپنے قصے سے ہمیں آگاہ کر کے ہمارے لیے عبرت کا سامان کر دے۔ آپ علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ سے دعا کی۔دعا قبول ہوگئی اور کھوپڑی بولنے لگی کہ اے روح اللہ! پوچھئے کیا پوچھتے ہیں،اللہ کا حکم ہے کہ میں آپ کی باتوں کا جواب دوں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو پہلے ہمیں یہ بتا کہ تو دنیا میں کیا تھی؟

اس نے کہا میں تو بادشاہ تھی ہزاروں برس زندہ رہی،ہزاروں اولاد مجھ سے ہوئی،ہزاروں شہر میں نے فتح کیے،ہزاروں لشکروں کو میں نے شکست دی،ہزاروں بادشاہوں کو میں نے قتل کیا،آخر موت آئی۔میں نے اچھی طرح جان لیا کہ زہد وتقویٰ سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں اور حرص وطمع میں تباہی ہی تباہی ہے اور تقدیر الٰہی پر راضی رہنے میں سب سے بڑی عزت ہے۔

ایک بوڑھے صاحب کے زندہ ہونے کا واقعہ

حضرت کعب الاحبار رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سفید کھوپڑی کے پاس سے گزرے تو اللہ تعالیٰ سے التجاء کی کہ اے میرے رب!

میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ آپ اپنے چہرے کو دوسری جانب موڑ لیجئے آپ علیہ السلام نے چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔ دیکھا کہ ایک بوڑھے صاحب سبزیوں کے ایک گٹھے سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔ اس نے کہا: آپ علیہ السلام سے کہ اے بندۂ خدا! راستہ دو تاکہ میں بازار جاؤں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا کیا قصہ ہے؟

اس نے کہا: میں نے اس کھیت سے سبزیاں اٹھائیں اور اس نہر میں انہیں دھو کر صاف کیا اس دوران میری آنکھ لگ گئی۔ آپ علیہ السلام نے اس سے ان کی قوم کا نام پوچھا تو دیکھا کہ پانچ سو سال پہلے کی ایک قوم سے اس کا تعلق ہے۔

(حلیۃ الاولیاء جلد ٦ صفحہ ٩)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احیائے موتیٰ کا پہلا قصہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مردے کو زندہ کرنے کا پہلا واقعہ اس طرح ہوا کہ آپ علیہ السلام ایک دن کہیں سے گزر رہے تھے دیکھا کہ ایک عورت قبر کے پاس بیٹھی رو رہی ہے۔

آپ علیہ السلام نے پوچھا: اے خدا کی بندی! کیوں رو رہی ہے؟

اس نے کہا: میری ایک بیٹی تھی اس کے علاوہ اور کوئی اولاد نہیں اس کا انتقال ہوا ہے یہ اس کی قبر ہے۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ اس وقت تک میں یہیں پڑی رہوں گی جب تک میں بھی اس سے جا نہ ملوں۔ یا اللہ اسے زندہ کر دے تاکہ میں اسے ایک بار دیکھ لوں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم اسے زندہ حالت میں ایک بار دیکھ کر صبر کر لو گی اور گھر واپس چلی جاؤ گی؟

اس نے کہا: جی ہاں۔

آپ علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد قبر کے پاس کھڑے ہو کر آواز دی:

"یافلانة قومی باذن اللّٰه فاخبرینی."

"اے فلاں عورت! اللہ کے حکم سے زندہ ہوکر باہر آجا اور ہمیں حالات سے آگاہ کر"۔
اس پر قبر میں ارتعاش پیدا ہوا۔ دوبارہ ندا دی تو قبر کھل گئی۔ لیکن اس سے باہر کوئی نہ نکلا۔ تیسری بار آواز دی تو ایک عورت سر سے مٹی جھاڑتی ہوئی قبر سے نکلی۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے قبر سے باہر آنے میں اتنی دیر کیوں لگائی۔ تو اس نے کہا پہلی ندا پر اللہ نے ایک فرشتہ بھیجا اس نے میرے اعضاء جوڑ دیئے، دوسری ندا پر میرے جسم میں روح لوٹا دی گئی، تیسری بار جب آواز آئی تو میں سمجھی کہ یہ قیامت کی آواز (صور اسرافیل) ہے چنانچہ دہشت کے مارے میرے سر کے بال بھنویں اور پلکیں سب سفید ہوگئیں۔

اس کے بعد عورت اپنی روتی پیٹتی والدہ کی طرف متوجہ ہوئی اور کہا کہ ماں! آپ نے مجھے دو مرتبہ موت کی شدت سہنے پر مجبور کیوں کیا؟ امی جان صبر کیجئے، ثواب کی نیت رکھئے مجھے دنیا کی ضرورت نہیں۔

اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے روح اللہ! اے کلمۃ اللہ! میرے رب سے دعا کریں کہ وہ مجھے دوبارہ آخرت میں بلا لے اور موت کی سختی میرے لئے آسان کردے۔

چنانچہ آپ علیہ السلام نے دعا کی اور وہ دوبارہ لاش بن کر قبر کے اندر گر گئی آپ علیہ السلام نے اس پر قبر بنا دی۔ (البدایة والنهایة: ۱/ ۸۸)

بادشاہ دوبارہ زندہ ہوگیا

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ کا انتقال ہوا اسے چارپائی پر رکھ دیا گیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اللہ تعالیٰ سے دوبارہ زندہ کرنے کی دعا مانگی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دعا سن لی اور بادشاہ کو دوبارہ زندہ کردیا لوگوں کو دہشت ناک مگر حیرت ناک ایک منظر دیکھنا میسر ہوا۔

(البدایة والنهایة: ۱/ ۸۸)

حام بن نوح علیہ السلام نے زندہ ہو کر کشتی نوح کی تفصیل بتائی

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حوارین نے ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ کسی ایسے شخص کو زندہ کیوں نہیں کرتے کہ جو کشتی نوح کے سواریوں میں شامل رہا ہو، اب ہمیں اس کشتی کی تفصیل سے آگاہ کرے۔

آپ علیہ السلام حوارین کو لیکر ایک طرف نکل پڑے ایک ریت کے ٹیلے پر جا کر رک گئے مٹھی بھر ریت لی حوارین سے پوچھا؟ جانتے ہو یہ کیا ہے؟

انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ: یہ حضرت نوح علیہ السلام کے صاحبزادے "حام" ہیں اس کے بعد اپنا عصا ریت کے ٹیلے پر مار کر فرمایا: "قُمْ بِاِذْنِ اللّٰه." (اللہ کے حکم سے زندہ ہو جاؤ) تو حضرت حام بن نوح علیہ السلام سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے کھڑے نظر آئے جبکہ ان کے بال سفید ہو چکے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کیا آپ بوڑھے ہو گئے ہیں؟

انہوں نے کہا: نہیں۔ میرا انتقال تو جوانی میں ہوا مگر میں نے آپ کی آواز کو صور اسرافیل سمجھا تو دہشت طاری ہو گئی اور میرے بال سفید ہو گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ ہمیں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی تفصیل سے ذرا آگاہ کیجئے۔

انہوں نے کہا: اس کی لمبائی بارہ سو گز اور چوڑائی چھ سو گز تھی، اس میں تین منزلیں بنی ہوئی تھیں، ایک منزل میں چوپائے اور وحشی جانور دوسری میں انسان اور تیسری میں سارے پرندے تھے۔ جب کشتی میں غلاظتوں کا ڈھیر جمع ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو وحی کے ذریعے بتلا بھیجا کہ ہاتھی کی دم پر ماریں آپ علیہ السلام نے ہاتھی کی دم پر مارا تو ایک سور اور ایک سورنی نکل کر غلاظتوں پر ٹوٹ پڑے۔ اسی طرح جب کشتی میں سوار ہونے والے چوہوں نے کشتی

کو کاٹ کاٹ کر سوراخ کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی حکم دیا کہ شیر کی آنکھوں کے درمیان (ناک) پر ماریں آپ علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی تو شیر کی ناک کے سوراخ سے ایک بلا اور ایک بلی نکل آئے اور چوہوں پر ٹوٹ پڑے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ حضرت نوح علیہ السلام کو کیسے معلوم ہوا کہ تمام علاقے زیرِ آب آچکے ہیں۔

حضرت حام نے فرمایا کہ شروع میں حضرت نوح علیہ السلام نے کوے کو حالات کا جائزہ لینے کے لئے بھیجا مگر وہ ایک جگہ مردہ دیکھ کر اس کو کھانے میں مشغول ہو گیا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے اس کے لئے آبادی سے ڈرنے کی بددعا کی، چنانچہ آج بھی کوے آبادیوں اور گھروں سے مانوس نہیں ہیں۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام نے کبوتر کو بھیجا تاکہ دنیا میں ہونے والی تباہی کا جائزہ لے کر آئے۔ چنانچہ کبوتر اپنی چونچ میں زیتون کا ایک پتہ اور پاؤں میں کیچڑ لے کر واپس آیا تو آپ علیہ السلام سمجھ گئے کہ سیلاب نے پوری دنیا کو جل تھل کر دیا ہے اور پوری دنیا زیرِ آب آچکی ہے۔ آپ نے کبوتر کے لئے آبادی سے محبت اور لوگوں کے درمیان محفوظ رہنے کی دعا فرمائی چنانچہ کبوتر آج بھی آبادی سے مانوس ہیں۔

حواریین نے عرض کیا کہ اے روح اللہ! اے کلمۃ اللہ! ہم ان (حضرت حام) کو اپنے گھر لے چلتے ہیں تاکہ یہ ہمارے ساتھ بیٹھیں اور ہم سے گفتگو کریں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم ایسے شخص کو گھر کیسے لے جا سکتے ہو جس کا رزق ابھی دنیا میں باقی نہیں بچا یہ کہہ کر فرمایا:

"عُد باذن الله."

اللہ کے حکم سے دوبارہ پہلے کی طرح (مردہ) ہو جا۔

چنانچہ حضرت حام مٹی میں تبدیل ہو گئے۔

(البداية و النهاية: ۱/۱۵۲-۱۵۱- تاریخ الامم والملوك للطبری: ۱/۱۲۵، ۱۲۴- عرائس المجالس للثعلبی: ۳۵۴-۳۵۳ تفسیر مبهمات القرآن: ۱/۲۸۶)

مُردے نے اپنے اوپر بیتے حالات نہایت دردانگیز انداز میں بیان کئے

کعب احبار نقل کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ''وادیٔ قیامت''، یعنی صخرۂ بیت المقدس سے گزرے جمعہ کی شام تھی ایک بوسیدہ سفید کھوپڑی نظر آئی آپ تعجب سے اسے دیکھنے لگے۔ اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! اس کھوپڑی میں حیات ڈال دے اور اسے اجازت دے کہ یہ مجھے زندے کی طرح اپنے اوپر آنے والے حالات، دنیا سے رخصت ہونے کی مدت، برزخی مشاہدات، موت کی کیفیت اور دنیا میں اس کے دین و مذہب کے بارے میں بتائے تو آسمان سے آواز آئی۔

اے روح اللہ! اے کلمۃ اللہ! اس سے جو چاہیں پوچھیں، یہ مردہ آپ کو بتائے گا۔ آپ علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد کھوپڑی کے پاس گئے اور اس پر ہاتھ رکھا اور یہ پڑھا:

''بسم اللہ وباللہ''

''اللہ کے نام سے، اللہ کی مدد سے زندہ ہوجا''۔

اس نے زندہ ہوکر کہا: آپ نے بہترین نام پکارا اور ذکر سے مدد طلب کی۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے بوسیدہ سر والے!

اس نے کہا: میں حاضر ہوں آپ جو چاہیں مجھ سے پوچھیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: تمہاری موت کو کتنا عرصہ ہوا؟

اس نے کہا: زندگی کے سن سال شمار کرنا روح کا کام نہیں (مرنے کے بعد روح اصل اور جسم اس کے تابع ہوا کرتا ہے) اسی اثنا میں آسمان سے ندا آئی کہ اس شخص کی وفات کو چورانوے (۹۴) سال ہوئے۔

آپ علیہ السلام نے اگلا سوال پوچھا کہ تمہاری موت کا سبب کیا بنا تھا؟

اس نے کہا کہ میں ایک دن بیٹھا ہوا تھا آسمان سے تیر کی طرح کوئی چیز آئی اور میرے پیٹ میں چلی گئی، میرے پیٹ میں سخت سوزش پیدا ہوئی میں اس شخص کی

طرح ہوگیا کہ جوگرم حمام میں جائے وہاں کی گرمی اسے بھاگنے کا راستہ ڈھونڈنے پر مجبور کردے تاکہ وہ ہلاک ہوجائے۔اس کے بعد ملک الموت اپنے معاونین کے ساتھ آئے ان موت کے فرشتوں کے چہرے نہایت خوف ناک اور کتے کی طرح تھے۔دانت سب کے باہر نکلے ہوئے تھے اور آنکھیں آگ کے شعلے کی طرح نیلی تھیں سب کے ہاتھ میں ہتھوڑے تھے جن سے وہ میرے منہ اور پشت پر مار رہے تھے انہوں نے میرے اندر سے روح نکالی زبردستی باہر لائی پھر ملک الموت نے اسے جہنم کے انگاروں میں سے ایک انگارے پر رکھا پھر جہنم سے لائے ہوئے ایک ٹاٹ کے کپڑے میں لپیٹ کر آسمان کی طرف وہ سب بڑھنے لگے فرشتے آڑے آگئے آسمان کے سب دروازے بند کئے اور ایک ندا آئی:

"رُدُّوا هٰذِهِ النَّفْسَ الْخَاطِئَةَ اِلٰى مَثْوَاهَا وَمَأْوَاهَا"

ترجمہ: اس فاسق روح کو اس کے ٹھکانے (سجین) میں واپس لے جاؤ۔

یہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ تمہیں قبر کی تاریکی، اس کی تنگی اور جہنم کے عذاب میں سے کوئی چیز زیادہ بھاری اور سخت محسوس ہوئی؟

اس نے کہا: اے روح اللہ! جسم سے جب روح نکالی جاتی ہے تو آنکھ میں ایسی روشنی کہاں ہوتی ہے جس سے تاریکی اور روشنی کا پتہ چلے، دماغ بھی اتنا کام کہاں کرتا ہے کہ تنگی اور کشادگی پہچانے۔ میں آپ کو اپنے حالات سناتا ہوں۔ جب میری روح واپس لائی گئی اور مجھے قبر میں رکھا گیا تو میرے پاس دو بڑے فرشتے آئے ان کے اوصاف بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں لوہے کا ہتھوڑا تھا۔ مجھے بٹھا کر انہوں نے ایسی ضرب لگائی کہ مجھے یوں لگا کہ جیسے ساتوں آسمان زمین مجھ پر آگرے ہیں۔ پھر انہوں نے مجھے ایک تختی پکڑا کر کہا کہ اپنے سب اعمال اس میں لکھو۔ میں نے اپنے سارے اعمال اس میں لکھے۔ جب میں اس سے فارغ ہوا تو انہوں نے میرے لئے جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جس سے آگ نے آکر قبر کو بھر دیا اور ایسے ایسے سانپ جو شیر کی طرح جسم اور اونٹ کی طرح گردن والے ہیں، انہوں نے میرے جسم کے سارے گوشت کو نوچ لیا اور ہڈیوں کو کوٹ کر رکھ دیا۔

اس کے بعد ایک عذاب کا فرشتہ ایسا آیا کہ جس کے ہاتھ میں ایک طویل وعریض ہتھوڑا تھا۔ اس ہتھوڑے کے سرے پر ایک نا قابل بیاں خوفناک اژدھا تھا اور دستے کی جانب میں گاڑھے سیاہ رنگ کے خنجر جیسے ''عظیم الجثۃ'' بچھو تھے ہتھوڑے پر تین سوساٹھ (۳۶۰) ٹہنیاں تھیں ہر ٹہنی پر تین سوساٹھ رنگ کی آگ تھی۔ اس ہتھوڑے سے جیسے ہی مجھے مارا میرے پورے جسم میں آگ بھڑک اٹھی اور سارے اژدھے اور بچھو مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ اسی دوران آواز آئی کہ اس فاسق کو لے آؤ۔ چنانچہ کچھ فرشتے آن پہنچے ان کے چہرے اور رنگ رنگت تو میں بیان نہیں کر سکتا البتہ ان کے دانت ہرن کے سینگ کی طرح۔ آنکھیں بجلی جیسی اور انگلیاں بڑی بڑی سینگ نما تھیں یہ مجھے ایک کرسی پر براجمان فرشتے کے پاس لے گئے۔ جس نے حکم صادر کیا کہ اس فاسق اور ظالم انسان کو اس کے ٹھکانہ جہنم میں پہنچا دو یہ مجھے جہنم لے گئے تو اس کا دروازہ نہایت تنگ تھا۔ اندر جانا ناممکن تھا۔ سخت آندھی چل رہی تھی۔ کڑکتی بجلی کی خوفناک آوازیں مسلسل آرہی تھیں وہاں کی آگ دنیا کی آگ جیسی نہ تھی۔ وہ تو سیاہ اور اندھیرا کرنے والی آگ تھی اس کی گرمی دنیا کی آگ سے سات گنا زیادہ تھی۔

اس کے بعد فرشتے مجھے جہنم کے دوسرے دروازے پر لے گئے تو دیکھا کہ وہاں کی آگ پہلے والی آگ کو کھا رہی تھی۔ اور یہ پہلے والی آگ سے ساٹھ گنا زیادہ تیز تھی۔

اس کے بعد مجھے جہنم کے ''باب سوم'' میں لے جایا گیا وہاں کی آگ پہلے کے دو طبقوں کی آگ سے ساٹھ درجہ تیز تھی اور یہ طبقہ دوم کی آگ اور پتھر کو جلا رہی تھی۔

وہاں سے مجھے جہنم کے ''باب چہارم'' میں لے جایا گیا تو وہاں کی آگ اور ہولناک تھی۔ وہ ''باب سوم'' کی آگ سے ساٹھ درجہ تیز تھی۔ وہاں ایک درخت نظر آیا جس سے کالے کالے پتھر نیچے گر رہے تھے ان پتھروں کے کنارے آگ کے تھے وہاں کچھ لوگوں کو وہ پتھر کھانے پر مجبور کیا جا رہا تھا میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلم وزیادتی کر کے ہڑپ کیا کرتے تھے۔

وہاں سے مجھے جہنم کے ''باب پنجم'' میں لے جایا گیا اس میں آگ اور تاریکی تھی

وہ پچھلے تمام طبقوں کی آگ سے ساٹھ گنا تیز تھی وہاں ایک درخت تھا۔ جس کی بے شمار چوٹیاں تھیں ہر چوٹی میں سوسوگز کے لمبے کالے کالے کیڑے تھے کچھ لوگوں کو یہ کیڑے کھانے پر مجبور کیا جارہا تھا۔

میں نے کہا: یہ کون سا درخت ہے؟

کہا گیا کہ زقوم۔

میں نے کہا: یہ کیڑے کھلائے جانے والے کون ہیں؟

کہا گیا کہ یہ سود خور ہیں۔

اس کے بعد مجھے جہنم کے "باب ششم" میں لے جایا گیا وہاں کی آگ پہلے والے طبقے سے ساٹھ گنا زیادہ تیز تھی۔ اوراتنی ہی زیادہ تاریک بھی۔ اس میں ایک کنواں تھا جس کی گہرائی کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، اس میں کچھ لوگ سزا میں مبتلا تھے ان کے چہروں سے ایسی بدبودار پیپ مسلسل بہتی جارہی تھی کہ اس میں سے ایک قطرہ زمین پر گر جائے تو پوری دنیا بدبو سے بھر جائے وہاں ایسی ہوائیں چل رہی تھیں جو آگ کی گرمائش پر حاوی ہورہی تھیں اوران کی ٹھنڈک آگ کی گرمائش سے زیادہ تھی۔

میں نے کہا: یہ کیا ہے؟

بتایا گیا کہ یہ "زمھریر" (جہنم کا معروف طبقہ) ہے۔

میں نے کہا: یہ سزا بھگتنے والے کون ہیں؟

بتایا گیا کہ: یہ سب زناکار لوگ ہیں۔

اس کے بعد مجھے جہنم میں کرسی پر بیٹھے ہوئے ایک شخص کے پاس لے جایا گیا اس کے اردگرد عذاب کے فرشتے آگ کے ہتھوڑے سنبھالے تیار کھڑے تھے۔ اس نے میرے ساتھ آنے والے فرشتوں سے پوچھا کہ یہ دنیا میں کس کی عبادت کیا کرتا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ یہ اللہ کو چھوڑ کر ایک بیل کو پوجتا تھا۔ اس شخص نے کہا کہ اس کو اس کے ہم مذہبوں کے پاس لے جاؤ۔

یہاں پہنچ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ تم بیل کو کیسے پوجتے تھے؟ اس نے کہا کہ ہم نے پوجنے کیلئے ایک بیل رکھا ہوا تھا ہم اسی کو سجدہ کیا کرتے

تھے، اس کو چنے خرید کر کھلاتے اور خالص شہد لا کر پلاتے تھے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے دور میں کون سے نبی آئے تھے؟

اس نے کہا: حضرت الیاس علیہ السلام۔

اس کے بعد فرشتے مجھے جہنم کے ساتویں طبقے میں لے گئے اس میں آگ کے تین سو شامیانے تھے ہر شامیانے میں تین سو محل آگ کے بنے ہوئے تھے، ہر محل میں تین سو گھر اور ہر گھر میں تین سو کمرے بنے ہوئے تھے اور ہر کمرے میں تین سو قسم کے عذاب اور سزائیں تھیں، اس میں سانپ، بچھو، اژدھے سب تھے مجھے فرشتوں نے دیگر مشرکوں کے ساتھ پابہ زنجیر کر کے پھینک دیا اب آگ ہمیں جلاتی ہے۔ بڑے بڑے اژدھے ہمارے پیٹ چاک کرتے ہیں، قسم قسم کے سانپ ہمارا گوشت نوچتے ہیں۔ فرشتے لوہے کے گرزوں سے ہمیں مارتے ہیں۔ چورانوے (۹۴) سال سے میں عذاب میں مبتلا ہوں۔ لمحہ بھر کے لئے عذاب نہیں رکتا صرف جمعرات اور جمعہ کو عذاب میں تھوڑی کمی آتی ہے جس سے ہم جمعرات اور جمعہ کو پہچانتے ہیں۔

میں اسی حال میں تھا کہ اچانک ندا آئی کہ اس فاسق روح کو وادیٔ قیامت میں پڑی ہوئی اس کی کھوپڑی میں لوٹا دو کیونکہ روح اللہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے اس کیلئے دعا کی ہے۔ اس پر مجھے وہاں سے نکال کر یہاں لایا گیا۔ اب میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اے روح اللہ! اپنے رب سے میری سفارش کیجئے کہ وہ مجھے معاف کردے۔ آپ علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد دعا کی:

"یاالٰھی و خالقی ابعث لی ھذہ النفس الخاطئۃ"

"اے میرے معبود! اے میرے خالق! اس گناہ گار کو میرے لئے دوبارہ دنیا میں زندگی عنایت فرمادے۔"

چنانچہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ دنیوی زندگی عطا فرمادی اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہی رہا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان میں اٹھالیا گیا اس کے بعد یہ شخص طبعی موت کے ساتھ انتقال کر گیا۔

(حلیۃ الاولیاء: ۱۲/۶-۱۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوست دوبارہ زندہ ہوگیا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک دوست تھا، اس کا نام عاذر تھا، اس کا آخری وقت قریب آیا اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس اپنی بہن کو بھیجا کہ آپ کا دوست عاذر قریب المرگ ہے آپ کو یاد کر رہا ہے آپ اسے دیکھنے کیلئے تشریف لائیں۔

عاذر کا گھر آپ علیہ السلام سے تین دن کی مسافت پر تھا آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس کے گھر پہنچے تو اس کی وفات ہوئے تین دن گذر چکے تھے، آپ نے اس کی بہن سے کہا: ہمیں عاذر کی قبر پر لے جاؤ۔

وہ آپ اور آپ کے حوارین کو ایک سخت چٹانوں والے پہاڑ پر لے گئیں اور اس کی قبر دکھادی، آپ نے یوں دعا کی:

اللّٰھم رب السمٰوٰت السّبع والارضین السبع انک ارسلتنی الی بنی اسرائیل ادعوھم الی دینک فاخبرھم انی أحی الموتی فاحی عاذر.

''اے اللہ! اے ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کے مالک آپ نے مجھے بنی اسرائیل کی طرف بھیجا چنانچہ میں انہیں آپ کے دین کی طرف بلاتا ہوں اور بتاتا ہوں کہ میں (باذن خداوندی) مردوں کو زندہ کرتا ہوں سو عاذر کو زندہ کردے''۔

یہ کہنا تھا کہ عاذر قبر سے زندہ نکل آیا جبکہ اس کے جسم سے پسینہ ٹپک رہا تھا اس کے بعد وہ عرصے تک زندہ رہا اسکے بچے بھی ہوئے۔

(روح المعانی: ۳/۲۷۰، قرطبی: ۴/۹۵۔ مظھری: ۲/۵۲، ھامش النفحۃ: ۱۶۷)

مردہ زندہ ہوکر اپنی چارپائی گھر اٹھالایا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے زمانے میں ایک بوڑھی عورت کا بیٹا فوت ہو گیا لوگ اسے چارپائی میں رکھ کر قبرستان لے جانے لگے، آپ نے بوڑھی عورت پر ترس کھا کر اللہ سے دعا کی کہ:

یا اللہ! اس میت کو دوبارہ زندہ فرما دے۔

چنانچہ عورت کا بیٹا زندہ ہو کر چارپائی پر بیٹھ گیا، لوگوں کے کندھوں سے نیچے اتر کر کپڑے پہن لئے اور اس چارپائی کو خود کندھے پر اٹھا کر واپس لایا اور اپنے گھر والوں کے پاس جا کر دوبارہ لمبی زندگی گزاری اور اس حیاتِ نو میں اس کے بچے بھی پیدا ہوئے۔ (روح المعانی :۳/ ۲۷۰، قرطبی : ٤/ ۹٥، مظھری: ۲/ ٥۲)

عشر وصول کرنے والے کی بیٹی دوبارہ زندہ ہوگئی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں عشر وصول کیا کرتا تھا اسکی بیٹی کا انتقال ہوا تو لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اس عورت کو فوت ہوئے ایک دن ہو چکا ہے، کیا آپ اسے دوبارہ زندہ کر سکتے ہیں؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیوں نہیں؟

آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو وہ عورت دوبارہ زندہ ہوگئی عرصے تک زندہ رہی اس دوسری بار کی زندگی میں اس کے بچے بھی ہوئے۔

(روح المعانی : ۳/ ۲۷۰، قرطبی : ٤/ ۹٥، مظھری : ۲/ ٥۲)

حضرت سام علیہ السلام کا سکرات موت کو چار ہزار سال بعد بھی محسوس کرنا

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے کہا کہ آپ جن مردوں کو زندہ کرتے ہیں وہ عموماً حال ہی میں مرنے والے لوگ ہوتے ہیں اس لئے ممکن ہے یہ مرنے والے لوگ نہ ہوں بلکہ ان پر سکتہ طاری ہوا ہو اور لوگوں نے انہیں مردہ سمجھ کر دفنا دیا ہو اس

لئے آپ قدیم زمانے میں مرنے والے حضرت سام بن نوح علیہما السلام کو زندہ کر کے دکھائیں تا کہ آپ کی صداقت ثابت ہو۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: مجھے ان کی قبر پر لے چلو۔

لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سام بن نوح علیہ السلام کی قبر پر لے جا کر کھڑا کر دیا۔

آپ علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی، اس کے بعد سام کو آواز دی تو حضرت سام بن نوح علیہ السلام قبر سے نکل آئے، آپ کے سر کے بال سفید تھے۔

آپ علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ آپ کے زمانے میں لوگوں کے بال سفید نہیں ہوا کرتے تھے آپ کے بال کیسے سفید ہو گئے؟

تو انہوں نے کہا کہ اے روح اللہ! آپ نے مجھے پکارا تو مجھے ایک آواز یوں سنائی دی کہ روح اللہ کی آواز کا جواب دو۔ میں نے سمجھا کہ قیامت قائم ہو گئی ہے اس کی دہشت سے میرے سر کے بال سفید ہو گئے۔

آپ علیہ السلام نے ان سے حالت نزع کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اے روح اللہ! نزع کی تکلیف مجھے اب تک محسوس ہو رہی ہے (جب کہ حضرت سام کی وفات ہوئے چار ہزار سال کا عرصہ بیت چکا تھا)۔

حضرت سام نے لوگوں سے کہا کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرو ان کو سچا جانو کیونکہ یہ اللہ کے نبی ہیں اس پر کچھ لوگ تو آپ پر ایمان لائے مگر کچھ بدستور اسے جادو قرار دے کر کفر پر اڑے رہے۔ (قرطبی: ٤/٩٦، هامش النفخة: ١٦٧)

بعض روایات میں ہے کہ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت سام کو دوبارہ موت کی آغوش میں جانے کا کہا۔

انہوں نے کہا: اس شرط کے ساتھ میں دوبارہ موت قبول کروں گا کہ مجھے دوبارہ موت کی سختی (سکرات) جھیلنا نہ پڑے، آپ نے اللہ سے دعا کی جو قبول ہوئی اور موت کی سختی سہے بغیر حضرت سام دوبارہ موت کی آغوش میں چلے گئے۔

(روح المعانی: ۳/ ۲۷۰، مظہری: ۲/۵۳-۵۲)

کھیت کے سارے مالک یکدم زندہ ہو گئے

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حوارین کے ساتھ ایسی کھیتی کے پاس سے گزرے کہ جو پک چکی تھی حوارین نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! ہم بھوک سے نڈھال ہیں تو اللہ کی طرف سے وحی آئی کہ اے روح اللہ! آپ اپنے حوارین کو بھوک مٹانے کی اجازت دے دیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سب کو اجازت دی تو سارے اس کھیت میں پھیل گئے اور چھلکے اتار اتار کر اپنا پیٹ بھرنے لگے یکا یک کھیت کا مالک آیا اور چیخنے لگا کہ یہ میرا کھیت ہے میری زمین ہے میرے آباء واجداد سے مجھے بطور میراث یہ زمین ملی تم کس کی اجازت سے اس کھیت سے کھا رہے ہو؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی تو اللہ نے اس زمین کے ان تمام مالکوں کو دوبارہ زندہ کر دیا کہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک یکے بعد دیگرے رہے تھے چنانچہ ہر خوشے کے پاس کئی مرد و عورت جمع ہو گئے اور ہر ایک کی زبان پر با آواز بلند جاری تھا:

زرعی وارضی ورثتها من آبائی

یہ میرا کھیت ہے میری زمین ہے مجھے اپنے آباء واجداد سے موروثی طور پر یہ زمین ملی ہے۔

کھیت کا مالک یہ دیکھ کر بہت زیادہ گھبرا گیا اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق (مردوں کو زندہ کرنے کے بارے میں) سنا تو تھا مگر آپ علیہ السلام کو جانتا نہیں تھا وہ آپ علیہ السلام کی طرف بڑھا اور کہا:

معذرة اليک يا نبی الله انی لم أعرفک ومالی لک حلال

"اے اللہ کے نبی! مجھے معاف فرمائیے۔ میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ یہ میرا مال آپ کیلئے حلال ہے (اور آپ حضرات کو اس کھیت سے کھانے کی اجازت ہے)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام رو پڑے اور فرمایا: تیرا ناس ہو یہ سارے لوگ اس زمین کے مالک بنے تھے اور سب ہی نے اس کو آباد کیا تھا اور آخر اسے چھوڑ کر راہی ملک بقاء ہو گئے۔ ایک دن تم بھی اس جہاں سے کوچ کر جاؤ گے اور ان لوگوں سے جا ملو گے۔ یاد رکھ! دنیا کی کوئی زمین تیری ہے نہ ہی کوئی اور مال تیرا ہے۔ یہ فرما کر آپ علیہ السلام اپنے حوارین کے ساتھ وہاں سے چل پڑے۔ (الکنز ص ۶۲-۶۱)

دورِ جرجیس رحمہ اللہ کے واقعات

حضرت جرجیس رحمۃ اللہ ٹکڑے ہونے کے بعد دوبارہ زندہ ہو گئے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں میں سے حضرت جرجیس بڑے فیاض اور خدا ترس بزرگ گزرے ہیں۔ بعض حضرات نے ان کو نبی کہا ہے اس لئے انبیاء علیہم السلام کے واقعات کے آخر میں ان کے واقعات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

بہر حال شاہ موصل ایک بت پرست اور بت پرستی کی طرف سرکاری سطح پر دعوت دینے والا شخص تھا، آپ نے جب اسے توحید کی طرف بلایا تو اس کے غصے کی انتہا نہ رہی، آپ رحمۃ اللہ کو تلوار سے سر سے پاؤں کی جانب لمبائی میں دو ٹکڑے کر دیا اس کے بعد آپ کے مزید ٹکڑے کئے اور اپنے طریقہ تعذیب کے مطابق آپ کے جسم کے ٹکڑے ایک کنوئیں میں بند سات خونخوار شیروں کے سامنے پھینک دیئے۔

اللہ کے حکم سے کسی شیر نے آپ کو سونگھا تک نہیں بلکہ جیسے آپ کی حفاظت کر رہے ہوں، رات ہوئی تو اللہ کے حکم سے آپ کے جسم کے ٹکڑے پہلے کی طرح آپس میں جڑ گئے، اس کے بعد اللہ نے آپ کے جسم میں دوبارہ روح ڈال دی اور آپ زندہ ہو گئے۔

اللہ کے حکم سے ایک فرشتے نے آپ کو کنوئیں سے باہر نکالا اور کہا: اے جرجیس!

آپ نے فرمایا: فرمایئے کیا حکم ہے؟

فرشتے نے کہا کہ آپ کو اللہ کی اس قدرت نے دوبارہ زندہ کر کے کنویں سے باہر نکالا کہ جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا: آپ جایئے! اور اللہ کے دشمنوں کو دین پہنچانے کیلئے اپنی جدو جہد نئے سرے سے شروع فرمایئے اور ان کی ایذاؤں پر صبر کرتے ہوئے اپنی جان قربان کیجئے۔

ادھر موصل کے بادشاہ نے اپنی رعایا میں جرجیس کو شہید کرنے کی خوشی میں ایک

تقریب بلکہ ''روز عید'' منانے کا اہتمام کیا، وہ سب اس تقریب میں شریک تھے، حضرت جرجیس وہاں پہنچ گئے انہوں نے آپ کی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ شخص جرجیس رحمۃ اللہ جیسا لگ رہا ہے، بادشاہ نے کہا کہ واقعی یہ تو جرجیس ہی ہے۔

حضرت جرجیس رحمۃ اللہ نے فرمایا: ہاں میں جرجیس ہی ہوں تم کتنے بدنصیب لوگ ہو۔ تم نے مجھے قتل کیا میرے ٹکڑے کیے، میرے رب نے مجھے دوبارہ زندہ کر کے تمہارے پاس بھیجا یہ کہہ کو آپ نے ان کو دوبارہ توحید کی دعوت دی

(تاریخ طبری: ۱/۴۶۹)

بیل دوبارہ زندہ ہو گیا

حضرت جرجیس اپنے دور کے بڑے صاحب کرامات بزرگ تھے، ایک دفعہ ایک عورت انکی کی کرامات کا چرچا سن کر آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اے اللہ کے نیک بندے! میں ایک غریب عورت ہوں میرے پاس مال و دولت کچھ نہیں ایک بیل تھا جس سے میں ہل جوتا کرتی تھی اب وہ بھی مر گیا ہے تم مجھ پر رحم کھاؤ اور اللہ سے دعا کر دو کہ میرے بیل کو دوبارہ زندہ کر دے۔

آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور اللہ سے اس غریب عورت کے بیل کو زندہ کرنے کی دعا کی اور عورت کو ایک عصا دے کر فرمایا کہ اپنے مردہ بیل پر یہ عصا مارنا اور یہ کہنا کہ اے بیل! اللہ کے حکم سے زندہ ہو جا۔

عورت نے کہا: اے اللہ کے خاص بندے! میرے بیل کو مرے ہوئے کئی دن ہو گئے درندے اس کا مردہ جسم کھا گئے ہیں آپ کا عصا میں کیسے اس پر مار سکتی ہوں؟

آپ نے فرمایا: اگر تمہیں اپنے بیل کا صرف ایک دانت ہی مل جائے اور تم اس پر یہ عصا مار دو تو بھی اللہ اسے زندہ کر دے گا۔

عورت حضرت جرجیس کے پاس سے سیدھی وہاں گئی جہاں اس نے اپنے مردہ بیل کو پھینک دیا تھا وہاں بیل کی ایک آنکھ کا کچھ حصہ اور اس کی دم کے کچھ بال مل گئے اس نے ان بکھرے ہوئے اجزاء کو یکجا کر کے اس پر عصا مارا اور جرجیس کے بتائے

ہوئے کلمات کہے تو بیل زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا اور عورت اسے لے کر گھر چلی گئی۔

(تاریخ طبری : ۱ / ۴۷۰)

گندھک اور تانبے کے ساتھ جل کر خلط ملط ہونے کے بعد حضرت جرجیس رحمہ اللہ دوبارہ زندہ ہو گئے

وقت کے بادشاہ نے حضرت جرجیس رحمہ اللہ کو دعوت توحید دینے کی پاداش میں سخت سزا دینا چاہی تو تانبے کا ایک مجسمہ تیار کیا اور اس مجسمے کو پٹرول، گندھک اور تانبے سے بھر کر اس میں حضرت جرجیس رحمہ اللہ کو رکھا اس کے بعد اس مجسمے کو آگ لگادی، مجسمہ جل کر اور پگھل کر خلط ملط ہو گیا اور حضرت جرجیس رحمہ اللہ بھی اس کے اندر شہید ہو گئے تو اللہ نے تیز وتند ہوا بھیج دی اور آسمان کالے بادلوں سے بھر گیا مسلسل بجلی کڑکنے اور بادل گرجنے لگے اس پر کالی آندھی چلی جس سے پورا ملک گرد و غبار اور دھویں سے تاریک ہو گیا آسمان سے زمین تک گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا کئی دنوں تک لوگوں کو دن رات کا بھی پتہ نہیں چلا۔

اس دوران اللہ نے حضرت میکائیل علیہ السلام کو زمین میں بھیجا آپ نے مذکورہ مجسمے کو اٹھا کر زمین پر پٹخا جس سے اتنی ہولناک آواز پیدا ہوئی کہ پوری سرزمین شام میں اس کی آواز سنی گئی اور دہشت کے مارے لوگ بے ہوش ہو کر اوندھے منہ زمین پر گر گئے، مجسمہ بھی ٹوٹ گیا اور حضرت جرجیس رحمہ اللہ اس سے زندہ ہو کر صحیح سالم باہر نکل آئے جب آپ لوگوں سے بات چیت کرنے لگے تو یکدم تاریکی چھٹ گئی آسمان وزمین کے درمیان حسب سابق روشنی پھیل گئی اور لوگ ہوش میں آئے۔

(تاریخ طبری : ۱/۴۷۱)

سترہ شخص دوبارہ زندہ ہو گئے

اہل شام نے ایک دفعہ حضرت جرجیس رحمہ اللہ سے کہا کہ اے جرجیس! یہ عجیب وغریب حالات اگر تمہارے رب کی طرف سے ہیں تو تم اس سے دعا کرو کہ وہ ہمارے

مردوں کو ہمارے سامنے زندہ کردے اس سامنے والے قبرستان میں ہمارے قبیلے کے لوگ دفن ہیں بعض کو تو ہم پہچانتے ہیں اور بعض کو نہیں پہچانتے کیونکہ وہ ہم سے پہلے دنیا سے گئے ہیں تم اپنے خدا سے دعا کرو کہ ان کو پہلے کی طرح دوبارہ زندہ کردے تا کہ ہم ان سے گفتگو کریں جنہیں ہم جانتے ہیں ان کو تو پہچان لینگے جن کو نہیں جانتے ان کے حالات دریافت کرلیں گے۔

حضرت جرجیس رحمۃ اللہ نے فرمایا: لوگو! تمہیں پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ سب عجائبات قدرت تمہیں سمجھانے کیلئے دکھا رہے ہیں اگر تم پھر بھی ایمان نہیں لاؤ گے تو عذاب آ جائے گا۔

یہ کہہ کر آپ نے قبروں کو کھولنے کا حکم دیا تو قبروں میں دفن شدہ لوگوں کی بوسیدہ ہڈیاں اور کچھ سالم ہڈیاں ہی تھیں آپ دعا میں مشغول ہو گئے تو سترہ شخص دوبارہ زندہ ہو گئے ان میں نو مرد، پانچ عورتیں اور تین چھوٹی بچیاں تھیں، ان میں ایک معمر شخص بھی تھا، آپ نے اس سے اس کا نام پوچھا؟ اس نے اپنا نام یوبیل بتایا۔

اس سے تاریخ وفات پوچھی تو اس نے جو تاریخ بتائی اس تاریخ کے حساب سے ان کو مرے ہوئے چار سو سال گزر چکے تھے۔ (تاریخ طبری : ۱/۴۷۲)

حضرت جرجیس رحمۃ اللہ راکھ بننے کے بعد دوبارہ زندہ ہو گئے

ملک شام کے بادشاہ نے ایک دفعہ اپنے درباریوں سے کہا کہ حضرت جرجیس رحمۃ اللہ پر تو ہم نے ہر قسم کے حربے آزما لئے اب صرف بھوک پیاس کی سزا باقی رہ گئی ہے اب یہی سزا اسے دو۔

چنانچہ بادشاہ کے حکم پر حضرت جرجیس رحمۃ اللہ کو ایک بھکارن بوڑھی عورت کے گھر میں قید کر دیا گیا اور اس کے ارد گرد پہرہ بٹھا دیا گیا تا کہ کوئی آپ کو کھانے پینے کا کوئی سامان نہ پہنچا سکے۔

جب بھوک نے آپ کو ستایا تو آپ نے خاتون سے فرمایا کہ مجھے بھوک لگ رہی ہے تمہارے پاس کھانے کیلئے کچھ ہے؟

اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے نام کی قسم کھائی جاتی ہے ہمیں تو کئی دنوں سے کھانے پینے کی کوئی چیز میسر نہیں ہوئی ہے کہ جس سے ہم اپنی بھوک مٹائیں میں باہر نکلتی ہوں اور آپ کیلئے کچھ لانے کی کوشش کرتی ہوں ہوسکتا ہے کوئی کچھ دے دے۔

آپ نے فرمایا: کیا تم اللہ کو جانتی ہو؟

اس نے کہا: کیوں نہیں۔

آپ نے فرمایا تو کیا تم اس کی عبادت کرتی ہو؟

اس نے کہا: عبادت تو میں نہیں کرتی۔

آپ نے اس کو اللہ کی عبادت کرنے کی دعوت دی اس نے آپ کی تصدیق کر کے ایمان قبول کیا اور اللہ کی عبادت کرنے کا عہد کیا اس کے بعد کھانے پینے کیلئے کچھ مانگنے گھر سے نکل گئی۔

آپ اللہ سے دعا کرنے میں مشغول ہو گئے یکا یک گھر کا ایک خشک لکڑی کا ستون ہرا ابھرا درخت بن گیا اور وہ تمام میوے اس میں پکے ہوئے نظر آئے جو کھائے جاتے ہیں یا مشہور ہیں یا جن کا نام سنا گیا ہے اور اس درخت کی ایک شاخ چھت کی طرف سے باہر کی جانب نکلی جو گھر اور اس کے اردگرد میں سایہ کرتی تھی۔

خاتون واپس آئی تو دیکھا کہ آپ تازہ میوے کھا رہے ہیں اور گھر میں ایک کرشمہ قدرت ہمہ اقسام کے میوے اور پھل لانے والا درخت بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرما دیا ہے تو کہنے لگی کہ میں اس رب پر ایمان لاتی ہوں کہ جس نے آپ کیلئے گھر میں بھوک پیاس مٹانے کا بندوبست کر دیا ہے۔

خاتون کا ایک معذور بیٹا گھر میں پڑا ہوا تھا جو نابینا، بہرا، گونگا اور ہاتھ پیر ہلانے سے عاجز تھا تو اس نے آپ سے اس رب عظیم سے اپنے اس بیٹے کی شفا کیلئے دعا کی درخواست کی۔

آپ نے فرمایا کہ اسے میرے پاس لاؤ۔

خاتون اسے آپ کے پاس لائی، آپ نے اس کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا تو وہ بینا ہو گیا کانوں میں تھکارا تو سننے والا بن گیا۔

خاتون نے کہا: اس کی زبان اور ہاتھ پیر بھی دم کر دیجئے۔
آپ نے فرمایا کہ باقی ابھی رہنے دو کیونکہ اس کیلئے ایک عظیم دن مقرر ہے۔
بادشاہ اس بوڑھی خاتون کے گھر کے پاس سے گزرا تو خاتون کے گھر کے اوپر ایک ہرا ابھرا درخت نظر آیا اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہاں سے میں پہلے بھی گذرا ہوں لیکن یہ درخت تو نہیں تھا، ابھی یہاں پر درخت کہاں آ گیا؟
بادشاہ کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ درخت اس جادوگر (جرجیس) کے عمل سے یہاں پیدا ہوا ہے کہ جسے آپ بھوک پیاس کا عذاب دینا چاہتے ہیں اب وہ اس درخت کے میوہ جات سے خود بھی سیر ہوتا ہے اور فقیر عورت بھی اس سے سیری حاصل کرتی ہے اس جادوگر نے تو اس عورت کے معذور بیٹے کو بھی شفایاب کر دیا ہے۔
بادشاہ نے فوراً حکم جاری کیا کہ اس گھر کو بلا تاخیر مسمار کر دیا جائے۔
چنانچہ گھر ڈھا دیا گیا پھر حکم دیا کہ اس درخت کو کاٹ دیا جائے، تعمیل حکم میں شاہی کارندے درخت کاٹنے کے لئے آگے بڑھے تو وہ خشک ستون بن گیا جیسا پہلے تھا اور وہ درخت کاٹے بغیر واپس آ گئے۔
اس کے بعد حضرت جرجیس رحمۃ اللہ کو لایا گیا آپ کو زمین پر لٹا کر چار کیلیں آپ کے ہاتھ پیروں میں ٹھونک دی گئیں اس کے بعد ایک بچھڑا لایا گیا اس پر وزنی قسم کے ستون لادے گئے، بچھڑے کے نیچے بہت سے خنجر اور تیز دھار چھرے سلیقے سے لگا دیئے گئے اور حضرت جرجیس رحمۃ اللہ کے اوپر لا کر لٹا دیا گیا اس کے بعد چالیس بیلوں کو اس بچھڑے پر ایک ساتھ دوڑا دیا گیا نیچے پڑے جرجیس رحمۃ اللہ کے ٹکڑے ہو گئے ان ٹکڑوں کو بادشاہ کے حکم سے جلا کر راکھ کر دیا گیا اور اس راکھ کو سمندر میں پھینکنے کے حکم پر کچھ لوگ اسے سمندر پھینک آئے تو ایک ندا گونجی:

یا بحر ان اللہ یا مرک ان تحفظ ما فیک من ھذا الجسد الطیب فانی ارید ان اعیدہ کما کان.

”اے سمندر! اللہ تجھے حکم دیتا ہے کہ تو اس (راکھ بننے والے) پاکیزہ جسم کو بحفاظت رکھ لے اس لئے کہ وہ اسے دوبارہ پہلے کی طرح زندہ کرنا چاہتا ہے“۔

اس کے بعد تیز ہوا چلی جس نے سمندر سے راکھ کو نکال لیا یہاں تک کہ راکھ کا ڈھیر جمع ہو گیا، راکھ پھینکنے والے یہ سب دیکھ رہے تھے، راکھ میں گرد و غبار کا دھواں سا بن گیا اور اس دھوئیں سے حضرت جرجیس رحمہ اللہ سر سے غبار جھاڑتے ہوئے زندہ بسالم نکل آئے راکھ پھینکنے والے واپس ہوئے تو حضرت جرجیس رحمہ اللہ بھی ان کے ساتھ واپس آ گئے۔ (تاریخ طبری ۱/ ۴۷۳- ۴۷۲)

دورِ نبوت کے واقعات

زندہ درگور شدہ بچی دوبارہ زندہ ہوگئی

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور بتایا کہ اس نے اپنی ایک بچی کو فلاں وادی میں زندہ درگو کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ اس کے ساتھ اس وادی میں پہنچے اور آواز دی کہ اے فلاں بچی! اللہ کے حکم سے زندہ ہو جا۔ یہ کہتے ہیں وہ بچی یہ کہتی ہوئی مٹی ہٹا کر باہر نکلی:

"لبیک وسعدیک" حاضر ہوں خوش ہوں۔

آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تمہارے والدین مسلمان ہو گئے ہیں اگر تم چاہو تو تمہیں ان کے پاس پہنچا دیتا ہوں۔ بچی نے کہا کہ مجھے اب ان کی ضرورت نہیں رہی میں نے اپنے رب کو والدین سے بہتر پایا ہے۔

(الجواھر والدر للسخاوی۔ جلد ۲، ص ۸۷۳ وشفاء القاضی عیاض)

بکری دوبارہ زندہ ہوگئی

حضرت عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ کو سلام کیا آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرے میں کچھ تغیر سا ہے تو میں نے سوچا کہ آپ ﷺ کے چہرے میں یہ تغیر صرف بھوک ہی کی وجہ سے ہوسکتا ہے چنانچہ میں گھر واپس آیا اور بیوی سے کہا کہ تیرا بھلا ہو میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضری دی سلام کیا۔ آپ ﷺ نے میرے سلام کا جواب تو دیا مگر آپ ﷺ کے چہرے میں کچھ تغیر نمایاں تھا اور یہ تغیر صرف بھوک کی شدت ہی سے ہوسکتا ہے۔ اب دیکھو گھر میں کچھ ہے کہ نہیں؟ اس نے کہا کہ بخدا! ہمارے پاس اس وقت اس پالتو بکری اور بچوں کو مشغول

رکھنے کیلئے کچھ معمولی توشے کے سوا کچھ موجود نہیں۔ میں نے جلدی سے کہا کہ اگر تم راضی ہو تو اس بکری کو ذبح کرتے ہیں پھر تم اس کو اپنے پاس جو کچھ بھی موجود ہے اس سے پکا کر دو اور میں یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے جاتا ہوں۔ اس نے کہا: آپ جیسے چاہیں بالکل ٹھیک ہے۔

چنانچہ میں نے بکری ذبح کر کے دی اس نے اس وقت موجود سامان سے اسے پکایا پھر آٹا گوندھ کر روٹی پکائی میں نے روٹیاں توڑ کر شوربے میں ڈال دیں۔ ثرید بنائی اور بکری کا پکایا ہوا گوشت اور ثرید لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا۔ آپ ﷺ کے سامنے جب میں نے یہ چیزیں رکھیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جابر یہ کیا ہے۔ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں آپ کے پاس حاضر ہوا تھا آپ کو سلام بھی کیا تو میں نے آپ کے چہرے میں تغیر محسوس کیا میں سمجھ گیا کہ آپ کا چہرۂ انور بھوک کی شدت سے متاثر ہوا ہے۔ چنانچہ میں گھر گیا ایک پالتو بکری تھی اسے ذبح کیا اور پکا کر آپ کیلئے لے آیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے جابر! اپنی قوم کے لوگوں کو جمع کر لو۔ میں گیا اور سب کو جمع کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آیا اور آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے انصار کو جمع کر لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کو مختلف جماعتوں کی شکل میں یکے بعد دیگرے اندر آنے دو۔ میں نے انہیں مختلف جماعتوں کی صورت میں گھر میں داخل کیا اور گھر میں سب میرے لائے ہوئے سامان خورد و نوش سے تناول کر رہے تھے۔ ایک جماعت شکم سیر ہو کر باہر آتی تو دوسری جماعت داخل ہوتی۔ یہاں تک کہ سب کھا کے فارغ ہو گئے تو میں نے دیکھا کہ برتن میں کھانے کی پوری اتنی ہی مقدار موجود تھی جتنی اس برتن میں میں لایا تھا۔ آپ ﷺ نے سب کو ہدایت کی تھی کہ خوب کھاؤ لیکن کوئی بھی ہڈی نہ توڑو اس کے بعد آپ ﷺ نے برتن کے درمیان میں تمام ہڈیوں کو جمع کیا میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کچھ تلفظ فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ کے ہونٹ ہل رہے تھے مگر آواز مجھے سنائی نہیں دے رہی تھی۔ یکایک میں نے دیکھا کہ میری ذبح کردہ بکری اپنے کانوں کو جھاڑتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔ آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ جابر! اپنی بکری لے لو اللہ تمہارے لئے اس میں برکت ڈال دے۔ میں

بکری کو لے کر گھر روانہ ہوا بکری مجھ سے تیز چل رہی تھی گھر پہنچا تو بیوی نے کہا کہ یہ کیا؟ میں نے کہا خدا کی قسم یہ ہماری وہی بکری ہے جسے ہم نے رسول اللہ ﷺ کیلئے ذبح کیا تھا۔ آپ ﷺ نے اللہ سے دعا کی تو اللہ نے ہماری بکری کو دوبارہ زندہ فرما دیا۔ بیوی نے کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ میں پھر گواہی دیتی ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

(دلال النبوة لابی نعیم۔ جلد ۲۔ ص ۶۱۷، ۶۱۶)

انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماں کی دعا سے دوبارہ زندہ ہو گئے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کچھ لوگ ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کیلئے گئے وہ بیمار تھے ہم ابھی ان کے پاس تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا تو ہم نے ان پر کپڑا ڈال دیا ان کی بوڑھی ماں ان کے سرہانے پر موجود تھیں ہم نے انہیں کہا کہ اپنی اس مصیبت پر اللہ سے ثواب کی امید رکھئے۔ انہوں نے کہا: کیا میرا بیٹا انتقال کر گیا؟ ہم نے کہا: جی ہاں! کہا کہ کیا تم سچ کہتے ہو؟ ہم نے کہا: بالکل سچ کہتے ہیں تو بوڑھی خاتون نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی:

''اے میرے مولا تجھے بخوبی معلوم ہے کہ میں نے تیرے لئے اسلام قبول کیا ہے اور تیرے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کی ہے تاکہ تو میری ہر مصیبت و پریشانی میں میری مدد کرے پس آج تو مجھ پر مصیبت کا یہ بارگراں نہ ڈال''۔

ہم نے دیکھا کہ دعا ختم ہوئی تو انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اوپر سے کپڑا ہٹا دیا اور پھر ہم نے ان انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کھانا بھی کھایا۔

(دلائل النبوة لابی نعیم الاصبهانی۔ جلد ۲۔ ص ۶۱۶)

اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ مذکورہ بوڑھی خاتون نابینا بھی تھیں اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں رونما ہوا تھا۔

(البداية و النهاية۔ جلد ۶، ص ۳۲۴، ۳۲۳)

بعض روایات میں اس بوڑھی خاتون کا نام ام السائب آیا ہے۔

حضرت ابراہیم بن نبیط رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماں کی دعا سے دوبارہ زندہ ہو گئے

حضرت احمد بن اسحاق بن ابراہیم بن نبیط رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ میرے دادا ابراہیم بن نبیط بن شریط کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ملا اور آپ صحابی رسول تھے، ان کا انتقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی والدہ فریعہ بنت جابر کو اطلاع بھجوائی کہ تمہارے بیٹے ابراہیم کا انتقال ہو گیا ہے تو فریعہ نے کہا:

"بار الہا! ہر حال میں میں تیری ہی تعریف کرتی ہوں اے میرے معبود! میں نے تیرے اور تیرے رسول کی طرف ہجرت کی کہ تو ہر آفت میں میری مدد کرے گا پس اے میرے مولا! آج مجھ پر میرے بیٹے کے انتقال کی آفت نہ لا"۔

قدرت خداوندی ملاحظہ فرمائیے کہ اللہ نے اس پر ان کے بیٹے ابراہیم کو دوبارہ زندہ فرما دیا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر کھانا بھی کھایا۔

(الجواهر والدرر۔ جلد ۲ ۔ ص ۸۷۳،۸۷٤)

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ نے انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سابقہ واقعہ اور ابراہیم بن نبیط کے واقعے کو الگ الگ واقعہ شمار کیا ہے اگرچہ دونوں میں کافی مماثلت ہے۔

(دیکھئے الجواهر والدرر)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو بیٹے دوبارہ زندہ ہو گئے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ کسی کی دعوت رد نہیں فرماتے تھے۔ ایک دن میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا فلاں دن آنا۔ چنانچہ مقررہ دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر

تشریف لائے میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ میں نے آپ ﷺ کیلئے بکری کا ایک بچہ ذبح کیا اور پکانے کا انتظام کرنے لگا۔

میرے دو بیٹے تھے بڑے نے چھوٹے سے کہا: آ تجھے بتاؤں کہ ابو نے بکری کے بچے کو کس طرح ذبح کیا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے چھوٹے کو زمین پر لٹا دیا اور اس کے گلے میں چھرے چلا دی اور نادانی سے اسے ذبح کر دیا۔ میری اہلیہ نے دیکھا تو دوڑ کر اس کی طرف آئی وہ خوف کے مارے مکان کی چھت پر چڑھ گیا اس کی ماں اس کے پیچھے پیچھے آ رہی تھی تو وہ ڈر سے بھاگتا ہوا ایکا یک چھت سے گر کر جاں بحق ہو گیا۔ اس کی ماں نے رونا دھونا نہیں کیا بلکہ نہایت ہی صبر سے کام لیا کہ مبادا! یہ واقعہ سن کر رسول اللہ ﷺ کو پریشانی اور غم لاحق نہ ہو جائے۔ اس نے دونوں بچوں پر ایک کپڑا ڈال دیا اور کسی کو بھی اس بارے میں زبانی یا عملی طور پر کچھ بھی پتہ نہ چلنے دیا۔ بظاہر تو وہ خوش تھی مگر اندر سے خون کے گھونٹ پی رہی تھی۔ کھانا پکنے کے بعد جب آپ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا گیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جابر کو کہیں کے اپنے دونوں بیٹے بھی لائے تاکہ وہ بھی آپ کے ساتھ کھانا کھائیں۔ مجھے حکم ملا تو میں نے گھر میں پوچھا کہ دونوں بچے کہاں ہیں اہلیہ نے بتایا کہ کہیں باہر ہیں۔ میں نے واپس آ کر آپ ﷺ کو بتایا کہ وہ اس وقت نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا حکم ہے کہ ان کے ساتھ کھانا کھایا جائے۔ جب دوبارہ میں نے اہلیہ سے بیوں کے بارے میں پوچھا تو اس نے رو کر بچوں کی لاشوں سے کپڑا اٹھا کر سارا واقعہ کہہ سنایا اور ہمارے گھر میں کہرام مچ گیا۔ اتنے میں جبرئیل علیہ السلام نے آ کر کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ ان بچوں کی لاشوں کے پاس کھڑے ہو کر دعا فرما دیجئے اللہ زندگی دینے والا ہے۔ چنانچہ رسول خدا ﷺ بچوں کی لاشوں کے پاس تشریف لائے اور دعا فرمائی تو دونوں بچے بحکم خداوندی اسی وقت زندہ ہو گئے۔

(شواھد النبوۃ۔ ص ۱۴۴۔۱۴۳)

لڑکی نے دوبارہ زندہ ہو کر کفن چور زانی کو ڈانٹ دیا

فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ اپنی سند سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روتے ہوئے تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے عمر! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ دروازے پر ایک شخص رو رہا ہے۔ اس کے رونے نے مجھے بے چین کر دیا اور رلا دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو اندر بلالیں۔ وہ شخص روتا ہوا آپ کے سامنے حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے نوجوان! تم کیوں رو رہے ہو؟ نوجوان نے کہا: مجھے میرے بے شمار گناہوں نے رلا رکھا ہے۔ مجھے اپنے رب کو غضبناک کرنے پر سخت خوف لاحق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے کوئی شرک کیا ہے؟ نوجوان نے کہا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے کوئی ناحق قتل کیا ہے؟ نوجوان نے کہا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اللہ تمہیں توبہ کرنے پر معاف کردے گا اگرچہ تمہارا گناہ ساتوں آسمان ساتوں زمینیں اور زمین پر قائم پہاڑوں سے بھی بڑا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بتاؤ تمہارا گناہ بڑا ہے یا اللہ کی کرسی؟ نوجوان نے کہا: میرا گناہ بڑا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے گناہ بڑا ہے یا عرش الٰہی؟ نوجوان نے کہا: میرا گناہ بڑا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا گناہ بڑا ہے یا اللہ بڑا ہے؟ نوجوان نے کہا یقیناً اللہ ہی بڑا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر کوئی مسئلہ نہیں۔ عظیم گناہ کو عظیم خدا ہی معاف کرے گا تم اپنا وہ گناہ ذرا بتاؤ تو سہی کہ جس سے بڑا صرف اللہ کو ہی تم سمجھتے ہو۔

نوجوان نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے آپ کے سامنے اس گناہ کے ذکر کرنے میں شرم آرہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بتاؤ تو سہی۔ نوجوان نے کہا: میں گزشتہ سات سال سے مردوں کا کفن چوری کرتا آرہا ہوں کچھ دنوں پہلے ایک انصاری لڑکی کا انتقال ہوا میں نے حسب عادت اس کی قبر کھول کر اسے کفن سے علیحدہ کر کے قبر کے اندر زمین پر رکھا اور کفن لے کر گھر روانہ ہوا میں ابھی تھوڑی دور گیا ہی تھا کہ شیطان

مجھ پر غالب آ گیا چنانچہ میں واپس لڑکی کی قبر میں آیا اور اس سے زنا کیا اس کے بعد ابھی واپس ہو ہی رہا تھا کہ لڑکی زندہ ہو کر کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی اے نوجوان! تیرا ناس ہو! کیا تجھے اس خدا سے ذرا بھی حیا نہیں آئی کہ جو قیامت کے دن ہر کئے کا بدلہ دے گا فیصلے کیلئے کرسی پر جلوہ افروز ہو گا اور مظلوم کو ظالم سے اس کا حق دلائے گا تو نے تمام مردوں کے درمیان مجھے برہنہ چھوڑ دیا اور اللہ کے پاس مجھے ناپاکی کی حالت میں رکھ دیا۔

یہ سن کر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے۔ نوجوان کی گدی پکڑی اور فرمایا کہ اے فاسق! جہنم تیرے جیسوں کے انتظار میں ہے۔ فوراً یہاں سے نکل جا۔ نوجوان شرمساری کی حالت میں وہاں سے چلا گیا۔ چالیس دن تک توبہ کرتا رہا۔ چالیسویں دن آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر یوں دعا کی اے محمد ﷺ کے رب! اے آدم علیہ السلام کے معبود! اے حوا علیہا السلام کے خدا! اگر تو نے مجھے معاف کیا ہے تو محمد ﷺ اور ان کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مطلع فرما دے۔ اگر تو نے میری توبہ قبول نہیں کی اور مجھے معاف نہیں کیا تو آسمان سے کوئی آگ بھیج کر مجھے اس سے جلا دے اور آخرت کے عذاب سے بچا لے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے سلام کیا اور اللہ کی طرف سے بھی سلام پہنچایا۔ آپ ﷺ نے ان الفاظ میں جواب دیا:

هو السلام ومنه السلام واليه يرجع السلام

اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ آپ سے پوچھتا ہے کہ کیا مخلوق کو آپ نے پیدا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا قطعاً نہیں بلکہ مجھ سمیت تمام مخلوقات کو صرف اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: اللہ آپ سے یہ بھی پوچھتا ہے کہ کیا ساری مخلوق کو رزق آپ دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کبھی نہیں میرا اللہ ہی ہے جو مجھے بھی رزق دیتا ہے اور ساری مخلوق کو بھی۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: اللہ آپ سے پوچھتا ہے کہ کیا لوگوں کی توبہ آپ قبول کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ میری اور ساری مخلوق کی توبہ اللہ ہی قبول کرتا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: اللہ فرماتا ہے کہ اس نوجوان کی توبہ میں نے قبول کر لی ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ بھی اسے معاف فرما دیں۔ آپ نے اسی وقت نوجوان کو بلوایا اور اللہ کی طرف سے

قبولیت توبہ کی بشارت دی۔ (تنبیہ الغافلین ص ۴۹-۴۸)

رسول اللہ ﷺ کی والدہ کا دوبارہ زندہ ہونا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں حجۃ الوداع کے سفر میں ساتھ لے گئے تھے جب ہم عقبہ حجون نامی جگہ سے گذرنے لگے تو آپ بہت غمگین نظر آئے اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ آپ ﷺ کو روتے دیکھ کر میں بھی رونے لگی۔ آپ ﷺ اچانک سواری سے اتر گئے اور مجھے فرمایا کہ آپ یہاں ٹھہریں میں اونٹ کے پہلو سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ کافی دیر بعد آپ ﷺ خوشی سے مسکراتے ہوئے واپس آئے۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ سواری سے اتر کر کہیں گئے؟ اب خوشی سے تبسم فرماتے ہوئے واپس آئے۔ اے اللہ کے رسول! کیا بات ہوئی تھی؟ ہمیں ذرا مطلع کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

مررت بقبر امی آمنة فسالت اللّٰہ ربی ان یحییھا فاحیاھا فامنت بی وردھا اللّٰہ عزوجل .

''میں اپنی والدہ ماجدہ آمنہ کی قبر کے پاس سے گزرا تو اللہ سے دعا کی کہ وہ میری والدہ کو زندہ فرمادے۔ چنانچہ اللہ نے میری والدہ کو زندہ فرمادیا اور وہ مجھ پر ایمان لے آئیں اس کے بعد اللہ نے انہیں دوبارہ موت دے کر قبر میں لوٹا دیا''۔

(التذکرہ للقرطبی ص ۱۷، کشف الخفاء ۱، ۶۰، الدرص ۶۹، الناسخ والمنسوخ ص ۲۸۵، ۲۸۴)

نوٹ: رسول اکرم ﷺ کے والدین کے بارے میں جنتی ہونے نہ ہونے کے بارے میں توقف اور سکوت اختیار کرنا ہی بہتر ہے اس لئے کہ مذکورہ بالا روایت کی صحت کے بارے میں آراء مختلف ہیں۔

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

والذی اراہ: الکف عن التعرض لھذا اثباتا ونفیا

میرا خیال یہ ہے کہ اس (آپ ﷺ کے والدین کے مسلمان اور

جنتی ہونے اور نہ ہونے) کے بارے میں بحث نہ کی جائے نہ ثبوت میں نہ نفی میں۔ (المقاصد۔ ص ۲۵)

ابوجہل قبر سے عذاب کی حالت میں باہر نکل آیا

امام شعبی رحمہ اللہ نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آ کے بتایا کہ میں مقام بدر سے گزرا تو ایک شخص کو دیکھا کہ وہ زمین کے اندر سے باہر نکلتا ہے اور ایک دوسرا شخص لوہے کے گرز سے مار کر دوبارہ اسے زمین کے اندر کر دیتا ہے۔ دوبارہ وہ شخص زمین سے باہر آتا ہے اور یہ دوسرا آدمی لوہے کے گرز مار کر اسے زمین کے اندر کر دیتا ہے یہ سلسلہ اس طرح جاری ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ذاک ابو جهل بن هشام يعذب الى يرم القيامة

یہ ابوجہل بن ہشام ہے قیامت تک اسے اس طرح عذاب دیا جاتا رہے گا۔ (اھوال القبور ص ۹۳)

ابوجہل قبر سے نکل کر پانی پانی چیخنے لگا

امام طبرانی رحمہ اللہ نے اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں بدر کے قریب سے گزرا تو ایک شخص ایک گڑھے سے نکلا اس کی گردن میں زنجیر تھی۔ اس نے مجھے آواز دی اے عبداللہ! (بندۂ خدا) مجھے پانی پلا دو تھوڑا سا پانی میرے منہ میں ٹپکا دو۔ اتنے میں ایک اور شخص قبر سے نکلا اور کہا: اے عبداللہ! اسے پانی نہ پلانا اس لئے کہ یہ کافر ہے اور یہ کہہ کر اس نے پہلے والے شخص کو اس کی گردن میں لگی زنجیر سے کھینچا، یہاں تک کہ اس کو قبر کے اندر داخل کر لیا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جلدی جلدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور سارا قصہ سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا واقعی تم نے ایسا دیکھا ہے؟ میں نے کہا بالکل۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ خدا کا دشمن ابوجہل تھا۔ قیامت تک اس کو اس طرح عذاب ہوتا رہے گا۔ (مجمع البحرین)

امام التاریخ علامہ واقدی رحمۃ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وادی رابع میں اس عذاب میں مبتلا شخص کو دیکھا تھا اور یہ بھی واقدی نے لکھا ہے کہ اس کے پیچھے نکلنے والے عذاب دینے پر مامور فرشتے نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یوں کہا تھا کہ اسے پانی مت پلانا کیونکہ یہ ابی بن خلف ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا ہے۔ (اهوال القبور۔ص ۸۳)

ظاہر یہی ہے کہ دونوں الگ الگ واقعہ ہیں اور دونوں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے دیکھے ہیں۔

مدفون مؤمن و کافر قبر سے نکل آئے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا:

یامحمد! ان الرب یقرئک السلام وھو یقول مالی اراک مغموما حزینا وھو اعلم به.

ترجمہ: اے محمد! پروردگار عالم آپ کو سلام کہہ رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ آپ اتنے پریشان اور غم زدہ کیوں نظر آ رہے ہیں؟ اگرچہ اس کی وجہ اسے خوب معلوم ہے (مگر آپ کی زبانی سننا چاہ رہے ہیں)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یاجبریل! لقد طال تفکری فی امر امتی یوم القیمة

ترجمہ: اے جبرئیل! یہ فکر مجھے ہمیشہ لگی رہتی ہے (اور مجھے بے چین کیے رکھتی ہے) کہ قیامت کے روز میری امت کا کیا ہوگا؟

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا:

یامحمد! فی امر اهل الکفر ام فی امر اهل الاسلام

ترجمہ: اے محمد! (آپ کی فکر) کافر امت کے بارے میں ہے یا

مسلمان امت کے بارے میں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

یاجبریل! لابل فی امر اھل لا الہ الا اللہ

ترجمہ: اے جبرئیل! کافروں کے بارے میں نہیں کلمہ گو امت کے بارے میں (مجھے فکر ہے)۔

یہ سن کر حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کو آپ کے دست مبارک سے پکڑ کر ایک قبرستان لے گئے جہاں بنوسلمہ کے لوگ دفن تھے اور اپنا دایاں پَر ایک قبر پر مارتے ہوئے فرمایا:

قم باذن اللہ

ترجمہ: (اے مدفون انسان!) اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔

تو قبر سے ایک نہایت حسین اور خوبصورت چہرہ والا شخص باہر نکل آیا وہ کہہ رہا تھا:

لاالہ اللہ محمد رسول اللہ الحمدللہ رب العالمین

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

تمام تعریفیں سارے جہانوں کو پالنے والے کیلئے ہیں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اسے مخاطب کر کے فرمایا:

عد

ترجمہ: اپنی جگہ (قبر میں) لوٹ جا

وہ شخص لاش بن کر قبر میں دفن ہو گیا۔

اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے اپنا بایاں پَر ایک اور میت کی قبر پر مارا اور فرمایا:

قم باذن اللہ

ترجمہ: بحکم خداوندی کھڑا ہو جا۔

تو اس قبر سے ایک نہایت ہی بدصورت سیاہ اور نیلی آنکھوں والا شخص یہ کہتا ہوا نکلا:

واحسر تاہ واندامتاہ واسو أتاہ

ترجمہ: ہائے افسوس! ہائے شرمندگی! ہائے میری بداعمالیاں!

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا:

عُد

ترجمہ: اپنی جگہ لوٹ جا۔

یہ شخص بھی پہلے والے شخص کی طرح لاش بن کر دفن ہوگیا اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

ھکذا یبعثون یوم القیمة علی ماماتوا علیه

ترجمہ: (جیسے آپ نے مشاہدہ فرمایا) بالکل اسی طرح جس حالت پر یہ لوگ مریں گے اسی حالت پر قیامت کے روز اٹھیں گے۔

(تنبیہ الغافلین ص ۱۸٤ فضائل اعمال ص ۹٤ فضائل ذکر)

نوٹ: روایت بالا کی کسی سند پر راقم الحروف کی تلاش بسیار کے باوجود آگاہی نہ ہوسکی مگر شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ کی طرق حدیث پر مہارت اور اصول حدیث میں حذاقت کے پیش نظر ان کی طرح بندہ نے بھی اسے نقل کردیا۔

روضۂ نبوی سے جواب آیا

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کے وقت روضۂ اطہر میں رکھا گیا میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لبہائے مبارک حرکت کررہے تھے میں نے اپنے کانوں کو (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے) ہونٹوں کے قریب کردیا تو میں نے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے:

اللّٰھم اغفر لامتی

ترجمہ: اے اللہ! میری امت کو معاف فرما۔

میں نے حاضرین کو یہ بات سنائی تو امت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شفقت پر سب دنگ رہ گئے۔

(مدارج النبوۃ – جلد ۲، ص ٤۲۲ کنزالعمال)

اس روایت کی ذمہ داری شیخ عبدالحق محدث دہلوی پر ہے راقم کو اس کی سند پر آگاہی نہ ہوسکی۔

احاطۂ روضہ میں تدفینِ صدیق کی اجازت مل گئی

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات قریب ہوئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے اپنے سرہانے بٹھایا اور فرمایا:

یاعلی اذا انامت فاغسلني بالكف الذی غسلت به رسول الله صلی الله علیه وسلم وحنطوني واذهبوا بی الی البیت الذی فیه رسول الله صلی الله علیه وسلم فاستاذنوا فان رأیتم الباب قدیفتح فادخلوا بی والافر دوني الی مقابر المسلمین حتی یحکم الله بین عباده.

ترجمہ: اے علی! جب میری وفات ہوجائے تو مجھے آپ اپنے انہی ہاتھوں سے غسل دینا جن ہاتھوں سے آپ نے رسول ﷺ کو غسل دیا تھا پھر مجھ پر حنوط (خوشبو) مل دینا اس کے بعد میرا جنازہ اس حجرہ مبارکہ کے سامنے لے جانا جس میں رسول اللہ ﷺ (وصال کے بعد) آرام فرما ہیں وہاں (کھڑے ہوکر) میری تدفین کی اجازت طلب کرنا اگر (روضۂ اطہر کا) دروازہ کھلتا نظر آئے تو مجھے (آپ ﷺ کے پہلو میں دفنانے کیلئے) اندر لے جانا اگر دروازہ (اجازت طلبی کے بعد) نہ کھلے تو مجھے عام مسلمانوں کے مقبرے میں دفنا دینا اس دن تک کیلئے کہ جس دن اللہ اپنے بندوں میں فیصلہ فرمائے گا۔

چنانچہ آپ کے انتقال کے بعد آپ کو غسل دیا گیا کفن پہنایا گیا اس کے بعد روضۂ اطہر کے سامنے آپ کا جنازہ لے جایا گیا تو میں (علی) نے تدفین کی اجازت طلب کرتے ہوئے روضۂ اقدس کے سامنے کھڑے ہوکر کہا:

یارسول الله هذا ابوبکر مستاذن

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! یہ ابوبکر ہیں تدفین کی اجازت

چاہتے ہیں۔
یہ کہنا تھا کہ یکا یک روضۂ اطہر کا دروازہ کھل گیا اور روضۂ اطہر سے آپ ﷺ کا یہ کلام سماعت سے ٹکرایا:

ادخلوا الحبيب الى حبيبه فان الحبيب الى الحبيب مشتاق

ترجمہ: حبیب کو اپنے حبیب کے پاس (جلد) لے آؤ کیونکہ حبیب (محمد عربی ﷺ) حبیب (صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیلئے چشم براہ ہیں۔

(تاریخ مدینة دمشق-جلد ۳۰-ص۴۳۶- الخصائص الکبریٰ للسیوطی- جلد۲ ص۲۸۹- تفسیر کبیر للرازی- جلد۵-ص۴۷۸)

نوٹ: ابن عساکر رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف اور شاذ کہا ہے مگر سیوطی اور امام رازی رحمہما اللہ تعالیٰ نے اس کو نقل کیا ہے اس لئے بندہ نے بھی ان حضرات پر ذمہ داری ڈالتے ہوئے اس کو نقل کر دیا۔

آپ ﷺ نے سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے سلام کا جواب دیا

مدرسہ عالیہ فتح پور (دہلی) کے صدر المدرسین مولانا قاضی سجاد حسین صاحب تحریر فرماتے ہیں:

حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب انبیٹھوی رحمہ اللہ مرحوم مفتی مالیر کوٹلہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کے ہم عصر تھے جن کو خدا نے علم ظاہر کے ساتھ ساتھ تقویٰ اور طہارت باطنی کی دولت سے بھی نوازا تھا۔ صاحب سلسلہ بزرگ تھے اور تقریباً سو سال کی عمر میں اب (۵۸ء) سے تقریباً پندرہ سال قبل عالم آخرت کی طرف رحلت فرما ہوئے۔

اس خادم کو مرحوم سے شرف نیاز حاصل تھا جب کبھی دہلی تشریف فرما ہوتے اکثر و بیشتر حاضری کی سعادت ہوتی تھی چونکہ حضرت شیخ سے بھی اس خادم کو شرف تلمذ حاصل ہے اس تعلق کے لحاظ سے مرحوم سے اثنائے ملاقات حضرت شیخ کا بھی ذکر

آجایا کرتا تھا ایک ملاقات میں مرحوم نے فرمایا کہ ایک بار زیارت بیت اللہ سے فراغت کے بعد دربار رسالت میں حاضری ہوئی تو مدینہ طیبہ کے دوران قیام مشائخ سے یہ تذکرہ سنا کہ امسال روضۂ اطہر سے عجیب کرامت کا ظہور ہوا ایک ہندی نوجوان نے جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر صلوٰۃ وسلام پڑھا تو دربار رسالت سے: وعلیکم السلام یا ولدی (میرے بیٹے وعلیکم السلام)

کے پیارے الفاظ سے اس کو جواب ملا۔

مولانا مرحوم نے فرمایا اس واقعہ کو سن کر قلب پر ایک خاص اثر ہوا مزید خوشی کا سبب یہ بھی تھا کہ یہ سعادت ہندی نوجوان کو نصیب ہوئی ہے۔ دل تڑپ اٹھا اور اس ہندی نوجوان کی جستجو شروع کی تا کہ اس محبوب بارگاہ رسالت کی زیارت سے مشرف ہوسکوں اور خود اس واقعہ کی بھی تصدیق کرلوں۔

تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ وہ ہندی نوجوان سید حبیب اللہ مہاجر مدنی کا فرزند ارجمند ہے مرحوم نے فرمایا کہ سید صاحب سے ایک گونہ تعارف وتعلق بھی تھا گھر پہنچا ملاقات کی۔ اپنے اس دوست کے سعادت مند سپوت ہندی نوجوان کو ساتھ لے کر گوشۂ تنہائی میں چلا گیا اپنی طلب وجستجو کا راز بتایا اور واقعہ کی تصدیق کی۔ ابتداءً خاموشی اختیار کی لیکن اصرار کے بعد کہا بے شک جو آپ نے سنا صحیح ہے۔ یہ واقع بیان فرمانے کے بعد مولانا مرحوم نے فرمایا: سمجھے؟ یہ ہندی نوجوان کون تھا؟ یہی تمہارے استاد مولانا حسین احمد تھے۔

(شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات ص ۳۲)

روضۂ اطہر سے سلام کا جواب متعدد اکابر نے سنا ہے جن میں سے بعض کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔ معروف صاحب کرامت بزرگ حضرات ابراہیم بن شیبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حججت فجئت المدينة فتقدمت الى القبر الشريف
فسلمت على رسول الله صلى الله عليه وسلم
فسمعته من داخل الحجرة يقول: وعليك السلام.

ترجمہ: میں نے حج کیا تو مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے روضۂ اقدس میں حاضری دی اور آپ ﷺ کو سلام کیا میں نے آپ ﷺ کو روضہ اطہر سے وعلیک السلام (تمہیں بھی سلام) فرماتے سنا۔

اسی طرح شیخ محمود کردی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے روضہ کے پاس کھڑے ہو کر آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے صاف الفاظ میں سلام کا جواب دیا جس کے بارے میں ذرا بھی شبہ نہ رہا کہ یہ آپ ﷺ ہی کی آواز ہے۔

(الباقیات الصالحات للشیخ محمود الکردی الشیخانی)

اور یہ امت کے اس اجماعی عقیدہ کے عین موافق ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں:

ونحن نؤمن ونصدق بانه صلی اللّٰه علیه سلم حی یرزق فی قبره وان جسده الشریف لاتاکله الارض والاجماع علی هذا (القول البدیع للامام السخاوی ص ۱٦۱)

ترجمہ: اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں اور اس (حقیقت) کی سچائی تسلیم کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں آپ کو وہاں رزق بھی ملتا ہے اور آپ ﷺ کے جسد اطہر کو مٹی نہیں کھا سکتی اس (عقیدے) پر اجماع ہے۔

فحش گوئی کی سزا

آنحضرت ﷺ جنت البقیع پر گزرے۔ آپ ﷺ نے ایک قبر کو دیکھ کر فرمایا لبیک میں حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے شفاعت کا وعدہ کیا ہے۔ پھر آپ ﷺ سجدہ میں گر پڑے اور روئے۔ اس کے بعد جب آپ ﷺ نے سر اٹھایا تو آپ ﷺ کے چہرے خوشی کے آثار تھے۔ کسی شخص نے آپ ﷺ سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس قبر میں مردے کو عذاب دیا جا رہا تھا جب اس نے مجھے دیکھا تو پکار کر کہنے لگا۔

اے امت کے شفیع! میں نے جواب میں کہا لبیک یعنی میں حاضر ہوں۔ پھر اس نے کہا میرے اوپر آگ ہی آگ ہے۔ آپ میری سفارش فرمائیں۔ میں نے اس کیلئے اللہ تعالیٰ سے سفارش کی اور وہ قبول ہوئی اس پر مجھے خوشی ہوئی جو تم دیکھ رہے ہو۔ پوچھا گیا قبر کا مردہ کیوں عذاب میں مبتلا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی زبان فحش گو تھی یعنی وہ بدزبانی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا تھا۔

مسجد کی صفائی کرنا بہترین عمل ہے

عبید بن مرزوق سے روایت ہے کہ:

مدینہ منورہ میں ایک عورت تھی جس کا نام اُمّ محجن تھا جو مسجد نبوی کی صفائی کیا کرتی تھی۔ اس کا انتقال ہو گیا اور حضور نبی کریم ﷺ کو اس کے انتقال کا پتہ نہ چلا۔ ایک دن اس کی قبر سے گزر رہے تھے تو فرمایا یہ کس کی قبر ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ اُمّ محجن کی قبر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہی جو مسجد کی صفائی کیا کرتی تھی۔ عرض کیا ہاں یا رسول اللہ۔ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو صف بنانے کا حکم دیا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا اے اللہ کی بندی! تو نے کون سا عمل بہتر پایا؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ قبر میں سن رہی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم سے زیادہ سنتی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ مسجد کی صفائی کرنا بہترین عمل ہے۔

(ابو الشیخ/شرح الصدور ۴۰)

دورِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ اور دیگر ادوار کے واقعات

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشاھدۂ

احوالِ برزخ

صحابیِ رسول حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ابراہیم فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ سخت بیمار ہوئے تو آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ یہاں تک کہ سب نے گمان کرلیا کہ ان کا انتقال ہوگیا ہے۔ چنانچہ لوگ ان کے پاس سے اٹھ گئے ان کو کپڑے سے ڈھانپ دیا۔ ان کی اہلیہ ام کلثوم بنت عقبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حین حیات کئے ہوئے فرمان پر عمل کرنے کی غرض سے نماز کیلئے بنی ہوئی جگہ کی طرف چلی گئیں تا کہ اللہ سے صبر وصلوٰۃ کے ذریعے مدد طلب کریں۔ کچھ وقت غشی کی حالت میں گزر گیا اس کے بعد اچانک حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تکبیر بلند کی کہ اللہ اکبر، تو گھر والے اور وہاں پر موجود حاضرین نے بھی خوشی کے مارے تکبیر بلند کی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ کیا میں بے ہوش ہوگیا تھا۔ حاضرین نے کہا کہ جی ہاں! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو اسی بے ہوشی کے دوران دو آدمی مجھے لے گئے تھے دونوں بڑے مضبوط جسم والے اور سخت قسم کے آدمی تھے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ چل عزت اور امانت داری والی ذات کے پاس۔ وہاں سے تیرے بارے میں فیصلہ حاصل کرتے ہیں وہ مجھے پکڑ کر لے جانے لگے چلتے چلتے اچانک ایک شخص سے راستہ میں ملاقات ہوئی اس نے ان دونوں سے پوچھا کہ اس کو کہاں لے جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ عزت وامانت والی ذات کے پاس۔ اس نے کہا کہ اس کو واپس لے جاؤ یہ تو ان لوگوں میں سے ہے جس کی سعادت ومغفرت ان کے شکم مادر ہی میں لکھ دی گئی ہے۔ کچھ ایام اور بھی اس کے بچے اس سے فائدہ اٹھائیں

گے۔ ابراہیم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپ ایک مہینہ زندہ رہے پھر انتقال کر گئے۔

(تاریخ مدینة دمشق لد ٣٥، ص ٢٩٨-٢٩٧)

مُردے نے لوگوں کو بلند آواز میں نصیحت کی

حضرت ابوبکر بن معمر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے دادا حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو اچانک انہوں نے لوگوں کو خطاب کر کے کہا کہ لوگو! خاموش ہو جاؤ۔ پھر فرمایا کہ اللہ اکبر، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ پچھلی آسمانی کتابوں میں بھی مرقوم ہے سچ ہے۔ دو مُردے متغیر ہونے لگے ہیں اور وہ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیقِ خاص حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسمانی طور پر کمزور ہیں۔ دل کے بڑے مضبوط ہیں اور عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں میں بڑے طاقتور ہیں واقعی بڑے مضبوط اور امانتدار ہیں کہ اللہ کے حکم کے سامنے کسی ملامت گر کی ملامت کو خاطر میں نہیں لاتے۔

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آج تمہارے امیر (حکمران) ہیں ان کی اطاعت کرو ان کی بات سنو لوگو! اپنے امیر (عثمان) کا کہا مانو۔ تم لوگ عثمان کے طریقے پر ہو ان کی بات سنو اور ان کی اطاعت کرو وہ بڑے رحم دل ہیں لوگوں سے درگزر فرماتے ہیں اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں سو جوان سے منہ موڑے گا اس کی (بخشش کی) کوئی ضمانت نہیں۔ چاہ اریس! یہ چاہ اریس کیا ہے؟ (معلوم بھی ہے؟)

اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے بھیجے گئے ایک خط کے بارے میں بتایا جس میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کو مجاہدین کی ایک فتح مبین کی اطلاع دی تھی جبکہ وہ خط ابھی مدینہ میں پہنچا نہ تھا۔ (صرف حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی ہی معلوم ہوا)۔

اس کے بعد فرمایا:

تمام اولادِ آدم یکساں ہیں البتہ ان کے اعمال ان کو ایک دوسرے سے افضل اور

برتر کردیتے ہیں۔ ہاں ہاں تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء نظر آرہے ہیں۔ ہر نبی کے ساتھ ان کی امت بھی ہے یہ جنت ہے یہ جہنم ہے۔ اس کے بعد یہ آیتیں تلاوت کیں:

كَلَّا اِنَّهَا لَظٰى نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى تَدْعُوْ مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى

ترجمہ: یادرکھو وہ جہنم دہکتی ہوئی آگ ہے، جو کلیجہ کھینچ لینے والی ہے،
ہراس شخص کو پکارتی ہے کہ جس نے پیٹھ پھیری اور روگردانی کی۔

فتنہ آپہنچا ہے (ہوشیار رہنا)، پھر شہداء کا ذکر کیا اور تکبیر بلند کی۔

اس کے بعد کہا:

خارجہ بن زید، سعد بن ربیع، خلاد بن سوید، ثابت بن قیس بن شماس اور عبادہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب شہید ہیں۔

دو گزر گئے چار ابھی باقی ہیں۔ پھر لوگوں میں انتشار پیدا ہوجائے گا ان کا کوئی نظام نہ ہوگا۔ طاقتور لوگ ناتوانوں کا مال ہڑپ کرجائیں گے اور لوگ کہیں گے کہ بس یہی قدرت کا فیصلہ ہے اس کے بعد قیامت آنے والی ہے۔

اور ابوالزناد کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم تین بھائی تھے دو تو اللہ کے ہاں پہنچ چکے ہیں اور تیسرا اپنے رب کی رحمت کا منتظر ہے۔ اے عبداللہ بن رواحہ! کیا تم نے خارجہ اور سعد کو دیکھا ہے۔

یہ کہہ کر یوں تکبیر بلند کی جیسے حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو دیکھ لیا ہو۔

پھر فرمایا یہ فلاں ہے یہ فلاں ہے۔

اس کے بعد فرمایا:

"قطعاتِ شب تاریک کی طرح مسلسل فتنے سر پہ آن پہنچے ہیں، اللہ کا فیصلہ ہے جو اٹل ہے، اللہ کا فیصلہ ہے جو ہو کے رہے گا، اللہ کا فیصلہ ہے جو پتھر پر لکیر ہے"۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توصیف میں اس جملے کا بھی اس روایت میں اضافہ ہے کہ عمر طاقتوروں کو کمزوروں پر زیادتی کرنے سے روکتے ہیں۔

اور اس روایت میں یہ ہے کہ "چار گزر گئے آٹھ باقی ہیں"۔

(الاخبار الموفقيات - ص ۳۹۶/۳۹۴)

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں انتقال کر گئے تو انہیں ایک کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا اچانک حاضرین نے ان کے سینے کے اندر سے ایک عجیب قسم کی آواز سنی اس کے بعد حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کلام کیا جو اس طرح کا تھا:

احمد صلی اللہ علیہ وسلم، احمد صلی اللہ علیہ وسلم، پچھلی کتب سماویہ میں بھی ان کا تذکرہ ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمزور اندام ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے سلسلے میں بڑے مضبوط ہیں۔ یہ بھی پچھلی کتب سماویہ میں مذکور ہے۔ سچ ہے بالکل سچ ہے، عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے زور آور اور امانتدار ہیں۔ سابقہ کتب سماویہ میں بھی ہے۔ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے انہی پیشرووں کے نقش قدم پر گامزن ہیں۔ چار گزر گئے دو باقی ہیں۔ پھر فتنے برپا ہوں گے۔ ہر طاقتور کمزور کا مال ہڑپ کرے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی۔ عنقریب تمہارے پاس چاہ اریس کی خبر پہنچے گی۔ تمہیں معلوم بھی ہے کہ یہ چاہ اریس کیا ہے؟

مُردے کی طرف سے دوسرے مُردے کے کلام کی تصدیق

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ کا بیان ہے کہ حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات اور ان کے بعد از مرگ کلام کرنے کا مذکورہ واقعہ رونما ہونے کے بعد قبیلہ خطمہ کے ایک آدمی کا انتقال ہوا تو اس کو کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا تو یکایک حاضرین کو اس کے سینے سے مخصوص آواز سنائی دی۔ اس کے بعد اس نے بھی کلام کیا۔ اس نے کہا: بے شک حارث بن خزرج قبیلے کے آدمی (زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سچ کہا بالکل سچ کہا۔

اس شخص کی وفات بھی دورِ عثمانی میں ہوئی تھی۔

(الاستیعاب بهامش الاصابة - جلد ۱ - ص ۵۶۲/۵۶۱)

امام ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ مذکورہ واقعہ یوں نقل فرماتے ہیں:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہمارے ہاں ایک آدمی کا

انتقال ہوا۔ ان کا نام تھا زید بن خارجہ ہم نے انہیں کپڑے سے ڈھانپ دیا اور میں نماز پڑھنے لگا یکا یک مجھے عجیب وغیرب آواز سنائی دی۔ میں ان کے پاس آیا۔ دیکھا کہ وہ حرکت کرر ہے تھے اور کہہ رہے تھے:

”لوگوں میں سب سے مضبوط اور بہتر آدمی امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جسمانی طور پر بھی مضبوط اور اللہ کے معاملے میں بھی بڑے سخت ہیں۔ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المؤمنین ہیں نہایت پاکدامن اور پاکیزہ صفت انسان ہیں۔ لوگوں سے درگزر فرماتے ہیں۔ دوراتیں گزر گئیں چار ابھی باقی ہیں، پھر لوگوں میں شورش برپا ہوگی۔ ان کا کوئی نظام نہیں ہوگا۔ لوگو! اپنے امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وفاداری نبھاؤ اس کا کہا مانو، اس کی اطاعت کرو، یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں“۔

اس کے بعد کہا:

میرے والد خارجہ کا کیا ہوا (وہ کس حال میں ہیں)؟ چاہ اریس ناحق لیا ہے۔

اس کے بعد آواز بند ہوگئی۔ (معرفة الصحابه- جلد ۲، ص ۹۷۱، ۹۷۰)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ نے اسے یوں روایت کیا ہے:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو وقت کے امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریف آوری کا انتظار کیا جا رہا تھا میں نے سوچا کہ اس دوران دو رکعت نماز پڑھ لیتا ہوں۔ اچانک زید بن خارجہ نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا اور کہا: السلام علیکم، السلام علیکم۔ گھر والے بات چیت میں مشغول تھے۔ نماز میں میری زبان سے بے اختیار نکلا سبحان اللہ، سبحان اللہ۔ اس کے بعد زید نے کہا:

خاموش ہو جاؤ، خاموش ہو جاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہیں۔ کتب سماویہ سابقہ میں بھی یہ بات مرقوم ہے۔ سچ ہے، حق ہے، بالکل حق ہے، ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسم کے لحاظ سے ضعیف وناتواں

ہیں مگر اللہ کے معاملے میں بڑے مضبوط ہیں یہ بھی سابقہ کتابوں میں ہے اور یہ سچ ہے، برحق ہے، بالکل برحق ہے، عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسمانی طور پر بھی طاقتور اور اللہ کے معاملے میں بھی بڑے مضبوط ہیں۔ یہ سابقہ کتب سماویہ میں بھی مذکور ہے اور سچ ہے، حق ہے، بالکل حق ہے، عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو گزر گئے، چار باقی ہیں، پھر ناجائز امور کو جائز سمجھ لیا جائے گا۔ چاہ اریس اور یہ چاہ اریس کیا ہے؟ اے عبداللہ بن رواحہ! السلام علیکم کیا حضرت خارجہ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں تمہیں کچھ علم ہے؟

(المعجم الکبیر-جلد۵-ص ۲۲۰،۲۱۹)

ایک روایت میں اس طرح ہے:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ظہر اور عصر کے درمیان حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینے کی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ ناگہانی موت کے شکار ہو گئے اور زمین پر گر پڑے تو انہیں ان کے گھر والوں کے پاس پہنچا دیا گیا اور دو منقش چادر اور ایک سادہ کپڑے سے انہیں ڈھانپ دیا گیا کچھ انصاری عورتیں ان کے گرد جمع تھیں جن کی آواز سے شور سا ہو رہا تھا کہ مغرب وعشاء کے درمیان زید کے اوپر والے کپڑے کے اندر سے آواز آئی وہ کہہ رہے تھے:

لوگو! خاموش ہو جاؤ، خاموش ہو جاؤ، یہ دیکھ کر حاضرین نے ان کے اوپر سے کپڑے ہٹا دیئے تو وہ فرمانے لگے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نبی امی اور خاتم النبیین (آخری نبی) ہیں یہ سابقہ آسمانی کتابوں میں بھی ہے، یہ سچ ہے، ابوبکر صدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں۔ بڑے مضبوط اور امانت دار ہیں۔ جسمانی طور پر تو کمزور تھے مگر اللہ کے معاملے میں بڑے سخت تھے یہ سابقہ آسمانی کتاب انجیل میں بھی ہے۔ سچ ہے

بالکل حق ہے۔ درمیان میں اللہ کے بندے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جو امیر المؤمنین ہیں اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروانہیں کرتے تھے۔ طاقتور کو کمزور پر زیادتی کرنے سے روکتے تھے یہ سابقہ آسمانی کتب میں بھی ہے۔ سچ ہے، حق ہے، بالکل حق ہے۔ عثمان امیر المؤمنین ہیں مسلمانوں پر بڑے شفیق اور رحم دل ہیں، دو گزر گئے چار باقی ہیں۔ پھر لوگوں میں اختلافات شروع ہو جائیں گے ان کا کوئی نظام نہیں ہوگا حرام امور کو حلال سمجھ لیا جائے گا۔ قیامت قریب آپہنچے گی اور لوگ ایک دوسرے پر حملے کریں گے۔

(المعجم الکبیر - جلد ٥ - ص ٢١٩)

امام ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ نے یہ واقعہ اپنی سند سے یوں نقل کیا ہے: امام شعبی رحمۃ اللہ روایت کرتے ہیں کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت زید بن خارجہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز مدینہ کی کسی گلی سے گزر رہے تھے کہ موت آن پہنچی اور آپ زمین پر گر پڑے تو مدینے کے ایک گھر میں ان کو لے جایا گیا اور ان پر چادر اور کپڑے ڈال دیئے گئے تو حاضرین نے سنا کہ وہ فرما رہے تھے:

یہ جنت ہے، یہ جہنم ہے اور یہ انبیاء علیہم السلام ہیں اور یہ عبداللہ بن رواحہ ہیں۔ اے عبداللہ بن رواحہ! کیا تم مجھے خارجہ اور سعد کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہو؟ وہ کہاں ہیں؟ یہ خارجہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ہیں اور سعد ان کے بھائی ہیں۔ پھر فرمایا:

اللہ اکبر

كَلَّا اِنَّهَا لَظٰى

”ہرگز نہیں وہ جہنم تو دہکتی ہوئی آگ ہے“۔

یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس کے بعد ہمیشہ کیلئے خاموش ہو گئے۔

(معرفۃ الصحابۃ - جلد ٣ - ص ١٢٧٠/١٢٦٩)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہ واقعہ اس طرح نقل کیا ہے کہ اسماعیل بن ابی خالد کا بیان ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے یزید نے اپنے والد نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک خط لا کے حضرت قاسم بن عبدالرحمن کے حلقۂ درس میں سنایا جو کہ اس کی والدہ کے نام نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا تھا اس کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعمان بن بشیر کی طرف سے ام عبداللہ بنت ہاشم کے نام سلام علیک۔

(تم پر سلامتی ہو) تمام تعریفیں اللہ کیلئے کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں بعد ازیں عرض یہ ہے کہ آپ نے لکھا ہے کہ میں آپ کو زید بن خارجہ کا واقعہ تحریر کروں۔ سوان کا واقعہ یہ ہے کہ ان کے گلے میں اچانک درد ہوا جبکہ وہ باشندگان مدینہ میں بڑے صحت مند اور تندرست لوگوں میں سے تھے اور اسی سے اچانک ظہر اور عصر کے درمیان انتقال کر گئے تو ہم نے انہیں چت لٹا کر دو منقش اور ایک سادہ کپڑے سے ڈھانپ دیا۔ میں مغرب کی نماز پڑھ کر تسبیح و تہلیل پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ زید نے انتقال کے بعد کلام کیا ہے۔ یہ سن کر میں زید کی طرف بھاگا بھاگا گیا۔ انصار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے گرد جمع تھے اور ان کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے:

درمیان والے تینوں میں سب سے طاقتور ہیں جو اللہ کے معاملے میں کسی ملامت گر کی ملامت کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اور کمزوروں پر طاقتوروں کو زیادتی کرنے نہیں دیتے تھے۔ اللہ کے بندے ہیں۔ امیر المؤمنین ہیں سچ ہے بلاشبہ سچ ہے یہ سابقہ آسمانی کتاب انجیل میں بھی ہے اور عثمان امیر المؤمنین ہیں لوگوں کی کوتاہیوں سے درگزر فرماتے ہیں دو ختم ہوئے چار

باقی ہیں پھر لوگوں میں اختلافات شروع ہوں گے ایک دوسرے پر ظلم کریں گے کوئی نظام نہیں رہے گا حرام امور کو حلال تصور کر لیا جائے گا پھر ایمان والے باز آ جائیں گے اور کہیں گے کہ یہ اللہ کا فیصلہ ہے، لوگو! اپنے امیر سے وفا کرو۔ ان کی بات مانو۔ ان کی اطاعت کرو اور جو پشت پھیرے تو وہ مسلمان کا خون نہ بہائے۔ اللہ کا فیصلہ جو ہوتا ہے وہ ہو کے ہی رہتا ہے۔ اللہ اکبر۔ یہ جنت ہے، یہ جہنم ہے، انبیاء علیہم السلام اور صدیقین فرما رہے ہیں: السلام علیکم اے عبداللہ بن رواحہ! میرے والد خارجہ اور بھائی سعد کا تمہیں کچھ پتہ ہے جو کہ احد میں شہید ہوئے تھے؟ كَلَّا اِنَّهَا لَظٰى نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى تَدْعُوْ مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى وَجَمَعَ فَاَوْعٰى.

''یاد رکھو! وہ جہنم دہکتی ہوئی آگ ہے جو کلیجہ کھینچ لینے والی ہے ہر اس شخص کو پکارتی ہے جس نے پیٹھ پھیری اور روگردانی کی اور مال جمع کیا اور اسے سمیٹ رکھا۔

اس کے بعد زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز ہمیشہ کیلئے ساکت ہو گئی۔

میں نے حاضرین سے پوچھا کہ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے پہنچنے سے پہلے کیا کہا تھا؟ تو انہوں نے بتایا کہ ہم ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک وہ کہنے لگے:

''خاموش ہو جاؤ خاموش ہو جاؤ''

تو ہم ایک دوسرے کو دیکھنے لگے معلوم ہوا کہ آواز کپڑے کے نیچے سے آ رہی ہے تو ہم نے ان کے اوپر سے کپڑے ہٹا دیئے تو انہوں نے کہا:

''احمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، سلام علیک یا رسول اللہ ورحمة الله وبركاته۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امانتدار ہیں، خلیفہ رسول ہیں، جسمانی لحاظ سے کمزور تھے مگر اللہ کے معاملے میں بڑے مضبوط تھے سچ ہے یہ سچ ہے سابقہ آسمانی کتاب میں بھی مذکور ہے۔

ایک روایت میں چاہ اریس کا بھی ذکر آیا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی وضاحت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک انگوٹھی تھی جو کہ تا حیاتِ دنیویہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی زینت بنی رہی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اس کے بعد وہ انگوٹھی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ کی زینت بنی پھر پورا دورِ فاروقی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استعمال میں رہی اور آخر میں خلافتِ راشدہ کی باگ سنبھالنے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے استعمال فرمانے لگے جب آپ کی خلافت کے چھ سال گزر گئے تو ایک دن انگوٹھی چاہ اریس میں گر گئی اور اس کے بعد آپ کے گورنر اور دیگر عہدیداران آپ کے بارے میں مختلف رائے قائم کرنے لگے اور حالات بگڑے یہاں تک کہ وہ فتنے رونما ہوئے جن کا ذکر حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کلام میں کیا تھا۔

میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو رفیق اعلیٰ کے ہاں دیکھا ہے

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابیِ رسول حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتقال سے پہلے مخالف فوج کی طرف سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو نشانہ بنا کر پھینکنے گئے منجنیق کے پتھر لگنے سے زخمی ہو گئے تھے اور ایک دن بے ہوش رہ کر دار بقا کے راہی ہو گئے۔ انتقال سے پہلے جب ہوش آیا تو فرمایا: "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے بعد یہ فرمایا کہ:

> سنو! میں نے دیکھا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے رفیق اعلیٰ کے ہاں ہیں (بارگاہ رب العزت میں اونچے مقام کے ساتھ ہیں) اور عبدالملک اور حجاج اپنی انتڑیاں جہنم میں گھسیٹ رہے ہیں۔ سبحان اللہ! یہ عبدالملک اور حجاج کی حکومت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ مگر اللہ نے صورت مثالی کے طور پر آپ کو ان دونوں ظالموں کا حال پہلے ہی دکھا دیا تا کہ تسلی مل

جائے کیونکہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی بھی ظالم حکمرانوں کے ظلم کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔

(ابن عساکر-شرح الصدور-ص ۷۲،۷۳)

فرشتوں نے کہا کہ کیا تو واقعی کہسار ہے۔مُردے کا انکشاف

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتقال سے پہلے بے ہوش ہوگئے تھے۔سب نے سمجھ لیا کہ ان کا انتقال ہوگیا اس لئے ان کی بہن عمرہ یہ کہہ کر رونے دھونے لگیں، اے کہسار! اے فلاں وصف کے مالک! اے فلاں صفت کے حامل! اس طرح ان کے اوصاف شمار کراتی ہوئی خوب خوب رونے لگیں کہ اچانک آپ نے آنکھیں کھول دیں اور فرمایا کہ تم نے میرے جس وصف کا ذکر کیا ہے مجھ سے اس پر سوال کیا گیا کہ کیا تو واقعی ایسا ہے؟

(صحيح بخاری حديث ٤٢٦٧)

اور طبقات ابن سعد میں یہ اقعہ یوں مذکور ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کیلئے گئے آپ بے ہوش تھے ان کی بہن اے کہسار، اے ہماری عزت ووقار وغیرہ اوصاف شمار کرا کرا کر رو رہی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

اللّٰهم ان كان اجله قد حضر فيسره عليه و الا فاشفه

”اے اللہ! اگر اس کی موت کا مقررہ وقت آ پہنچا ہے تو اس پر موت کو آسان فرمادے۔ اگر ابھی موت کا وقت نہیں آیا تو اسے شفادے“۔

اس کے بعد آپ ہوش میں آئے تو فرمایا کہ ایک فرشتہ لوہے کا ہتھوڑا مجھ پر اٹھائے ہوئے ہر وصف پر پوچھتا کہ کیا واقعی تو ایسا ہے؟ واقعی تو کہسار ہے؟ عزت ووقار ہے؟ اگر میں کہتا ہاں تو یقیناً وہ ہتھوڑا مار کر میرا بھیجا نکال دیتا۔

(فتح الباری ۸/۳۰۷، الاصابة ۲/۳۰٦)

ایک روایت میں ہے کہ اس کے بعد عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بہن کو وصیت فرمائی کہ میرے مرنے پر نہ رونا چنانچہ عمرہ آپ کے انتقال کے بعد نہیں روئیں۔

(فتح الباری ۳۰۷/۸)

ایک مجاہد کا شہید بھائی زندہ ہو گیا

ایک دفعہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کی طرف دشمن سے مقابلے کیلئے مسلمانوں کا ایک لشکر بھیجا۔ انہوں نے کفار کے ایک قلعے کو سخت محاصرے میں لے لیا۔ لشکرِ مجاہدینِ اسلام میں دو سگے بھائی نہایت جری اور کفار کے مقابلے میں بڑے بہادر نکلے۔ دونوں بھائی کافروں کیلئے ہیبت و دہشت کا نشان بن گئے۔ قلعے میں محصور لشکر کفار کے سرغنہ نے اپنے بہادر نوجوانوں کو کہا کہ اگر یہ دو بھائی ہاتھ آ گئے اور دونوں قتل ہو گئے تو باقی مسلمانوں کو شکست دینا کوئی مسئلہ نہیں۔ چنانچہ کفار نے ان دونوں بھائیوں کو پکڑنے کیلئے تدبیریں شروع کر دیں۔ مکر و فریب اور حیلے شروع کئے۔ یہاں تک کہ ایک دن وہ اس میں کامیاب ہو گئے۔ ایک بھائی کو تو انہوں نے شہید کر ڈالا اور دوسرے کو زندہ گرفتار کر لیا۔

کفار کے سرغنہ کے سامنے جب اس مسلمان مردِ آہن کو پیش کیا گیا تو اس نے دیکھا کہ یہ بڑے شیر دل بہادر انسان ہیں۔ قتل کرنا قرین مصلحت نہیں اور مسلمانوں کے پاس واپس بھیج دینا بھی قرین عقل و دانش نہیں تو اس نے کہا کہ مال و دولت جو چاہو لے لو تم عیسائی بن جاؤ، وہ راضی نہ ہوئے تو ایک غیر مسلم کمانڈر نے کہا اے ہمارے رہنما! میں اسے اپنے دین اسلام سے منحرف کر کے عیسائی بنا لوں گا وہ اس طرح کہ عرب لوگ عورتوں کی طرف بہت زیادہ مائل ہوتے ہیں میری بیٹی نہایت خوبصورت ہے اگر یہ اسے دیکھ لے تو ضرور اس پر فریفتہ ہو جائے گا اور اسے حاصل کرنے کیلئے ہر بات قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے گا۔ لشکر کفار کے سرغنہ نے کہا کہ ٹھیک ہے اسے لے جاؤ۔

غیر مسلم کمانڈر نے اپنے گھر کو خوب خوب آراستہ کیا۔ اس کے بعد اپنی بیٹی کو عمدہ

اور قیمتی لباس پہنا کر اس کے حسن و جمال کو دو آتشہ کر کے مسلمان مجاہد کے پاس آراستہ مکان میں بھیج دیا۔ بعدازاں مجاہد کو کھانا پیش کیا گیا اور عیسائی لڑکی نہایت تابع فرمان خادم کی طرح سامنے اس انتظار میں کھڑی ہوگئی کہ مجاہد صرف کوئی اشارہ کردے اور یہ فوراً تکمیل حکم کرے۔ مجاہد نے آزمائش کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے اللہ کے خوف کا استحضار کیا۔ اس لڑکی کی طرف گوشۂ چشم سے بھی نہ دیکھا اور اس کڑے امتحان کے موقع پر پائے استقلال میں ثبات واستقامت کیلئے قرآن کریم کی تلاوت کرنے لگا۔ مجاہد نہایت خوش لحن تھا اور نامعلوم اس میں للّٰہیت اور اخلاص کس قدر گھول دیا گیا تھا کہ لڑکی کے دل کی دنیا بدل گئی۔ اس کو محسوس ہونے لگا کہ یہ شخص کوئی غیر معمولی انسان نہیں ہے جو اس کے دل پر حاوی ہوتا جارہا ہے۔ سات دن اس طرح گزر گئے لڑکی نے سوچا کہ اتنے دن ہوگئے یہ شخص میری طرف آنکھ اٹھا کے بھی نہیں دیکھتا اور ایک جاذب قلب وجگر حسین کلام کی تلاوت کررہا ہے۔ لگتا ہے اس کا دین بڑا عظیم ہے اور اس کی مذہبی کتاب بھی بڑی شان والی، دلوں کو کھینچنے والی ہے۔ کاش کہ یہ شخص میں بھی اپنے دین میں داخل کرلیتا اور اپنے ساتھ مجھے بھی اسلام سے بہرہ ور کردیتا۔

آخر لڑکی کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اس کا دل مزید انتظار کا متحمل نہ رہا اس کا قلب پارہ پارہ ہونے کو تھا تو اس نے اپنے آپ کو مجاہد کے سامنے زمین پر گرادیا اور کہا: میں تمہیں تمہارے دین کا واسطہ دیتی ہوں ذرا میری بات تو سن لو۔ مجاہد نے کہا: تمہاری کیا بات سنوں؟ لڑکی نے کہا: مجھے بھی اسلام میں داخل کرلو۔ مجاہد نے اسے اسلام پیش کیا جسے اس نے قبول کرلیا، مجاہد نے اسے وضو سکھایا نماز سکھائی لڑکی نے کہا: اے میرے اسلامی بھائی! میں تو آپ سے متاثر ہوکر مسلمان ہوئی ہوں اور اس لئے بھی کہ میں آپ جیسے عظیم انسان کا قرب حاصل کروں۔ مجاہد نے کہا: اسلام میں نکاح کیلئے دو گواہوں کا ہونا نیز مہر کا ہونا بھی ضروری ہے۔ یہاں نہ دو مسلمان گواہ موجود ہیں اور نہ ہی مہر ادا کرنے کی مجھ میں استطاعت ہے۔ اگر یہاں سے نکل کر اسلامی مملکت میں پہنچنے کی کوئی صورت نکال سکتی ہو تو ممکن ہے کہ ہمارے درمیان رشتۂ ازدواج قائم ہو اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر میں نے کسی مسلمان لڑکی سے نکاح کیا تو وہ لڑکی تم

ہوگی اور کوئی نہیں۔اس نے کہا میں کوئی صورت نکال لوں گی۔

چنانچہ اس نے اپنے والدین اور بھائی سے کہا کہ یہ مسلمان مجاہد تو قابو میں آ گیا ہے اور اس کا دل اب میرے حسن و جمال کا اسیر بن گیا ہے میں نے اسے عیسائی بننے کی دعوت دی تا کہ میں اپنے آپ کو اس کے حوالے کردوں تو اس نے کہا کہ ایسے ملک میں وہ ہرگز ایسا نہیں کرے گا کہ جس میں اس کا بھائی قتل ہو گیا ہے۔ہاں اگر اس ملک سے نکل گیا تو بھائی کا قتل اتنا یاد نہیں آئے گا اور نہ ہی مانع وصال کوئی غیرت وحمیت ہوگی اور آپس کے تعلق تبدیل مذہب کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو قائم ہو سکتے ہیں اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں کہ آپ لوگ مجھے اس مجاہد کے ساتھ فلاں بستی میں چھوڑ آئیں میں آپ لوگوں کو بھی یقین دلاتی ہوں اور بادشاہ کو بھی کہ ضرور آپ لوگ جو چاہتے ہیں وہ مقصد حاصل ہو جائے گا۔

لڑکی کے والد بادشاہ کے دربار کی جانب چل پڑے، بادشاہ کو ساری کہانی سنائی، وہ بڑا خوش ہوا اور حکم دیا کہ لڑکی کو اس مسلمان مجاہد کے ساتھ فلاں بستی میں لے جایا جائے۔چنانچہ تعمیل حکم کی گئی اس بستی میں پہنچنے کے بعد دن ختم ہو کر جیسے ہی رات نے کالی چادر کائنات پر تان دی تو لڑکی اور مجاہد آگے کی طرف سفر کرنے نکل پڑے ساری رات چلتے رہے مجاہد ایک عمدہ گھوڑے پر سوار تھا جو بڑا تیز رفتار تھا اور لڑکی کو پیچھے بٹھالیا تھا جب صبح کی روشنی نمودار ہوئی تو گھوڑے کو راستے کی ایک جانب لے کر روکا اور لڑکی کو اس سے اتارا پھر دونوں نے وضو کیا تا کہ فجر کی نماز ادا کریں کہ یکایک اسلحے کی جھنکار، لگاموں کے ٹکرانے کی آوازیں، کچھ نادیدہ لوگوں کی گفتگو اور گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں ان دونوں کے کانوں سے ٹکرائیں۔مجاہد کو خطرہ محسوس ہونے لگا۔لڑکی سے کہا کہ اے فلاں! یہ عیسائی لوگ ہیں جو پیچھا کرتے کرتے اب ہم تک پہنچ ہی گئے ہیں اب کیا کیا جائے؟ ہمارا گھوڑا آگے ایک قدم بھی چلنے کے قابل نہیں۔نہایت تھکا ماندہ ہے ساری رات مسلسل چلا ہے۔لڑکی نے کہا: جناب آپ گھبرا گئے ڈر گئے؟ مجاہد نے کہا: گھبرانے کی بات ہی تو ہے۔لڑکی نے کہا: آپ جو اپنے رب کی قدرت اور مدد طلب کرنے والوں کی خوب خوب مدد کرنے کی باتیں مجھے سناتے رہے کیا وہ صحیح نہ

تھیں؟ چلیں ہم اس رب سے مدد مانگتے ہیں اس کے سامنے گڑ گڑاتے ہیں دعا کرتے ہیں امید ہے کہ وہ ہماری مدد کرے گا اور اس مصیبت کے لمحے میں ہماری فریاد کو پہنچے گا۔ مجاہد نے کہا: تم نے بالکل ٹھیک کہا: پھر دونوں اللہ کے سامنے گڑ گڑا کر دعائیں کرنے لگے۔ مجاہد پھوٹ پھوٹ کر روتا ہوا دعائیں کر رہا تھا لڑکی آمین آمین کہتی جا رہی تھی جبکہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں نزدیک ہو رہی تھیں۔

یکایک مجاہد کے شہید بھائی کی آواز سنائی دی۔ وہ سامنے کھڑا تھا اور کہہ رہا تھا کہ ڈرو نہیں پریشان بھی نہ ہونا اللہ کی طرف سے یہ فرشتے آئے ہیں تاکہ وہ تم دونوں کے نکاح کے گواہ بنیں۔ یہ کہہ کر دونوں میں نکاح کر دیا۔ اس کے بعد کہا: خوشخبری قبول کرو کہ اللہ نے تم دونوں کو خوش نصیب شہداء کے برابر اجر عطاء فرمایا ہے اور تم دونوں کیلئے زمین کو سمیٹ دیا ہے۔ اے میرے پیارے بھائی! صبح کو آپ مدینہ منورہ کے پہاڑوں کے پاس ہوں گے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہو تو ان کو میرا اسلام کہنا اور یہ بھی کہنا کہ اللہ آپ کو اسلام کی طرف سے بہترین جزاء دے۔ آپ نے خیر خواہی کی ہے اور خوب کی ہے اس کے بعد فرشتوں نے مجاہد اور اس کی بیوی کو بلند آواز سے سلام کیا اور کہا کہ اللہ نے تمہاری پیدائش سے پہلے ہی تقدیر میں تم دونوں کا نکاح لکھ دیا تھا یہ سب سن کر مجاہد اور اس کی بیوی (نو مسلم لڑکی) کی خوشی کی انتہا نہ رہی (کہ آوازیں عیسائی لوگوں کی نہیں ان شہید و ملائکہ کی آمد کی تھیں) دونوں کے ایمان و یقین میں پختگی بڑھی۔

اتنے میں فجر کا وقت ہو گیا دونوں نے فجر کی نماز ادا کی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجر کی نماز روشنی اچھی طرح پھیلنے سے پہلے شروع فرماتے تھے، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ نماز فجر پڑھانے کیلئے محراب پر تشریف لے جاتے تو پیچھے صرف دو نمازی کھڑے ہوتے تھے اس کے بعد آپ سورۃ انعام یا سورۃ نساء جیسی کسی لمبی سورت سے نماز شروع فرماتے، اس دوران سونے والے جاگ جاتے وضوء کرنے والے وضو سے فارغ ہو لیتے یا دور رہنے والے مسجد میں پہنچ جاتے، آپ پہلی رکعت کی قرأت ختم نہیں کر پاتے کہ مسجد نمازیوں سے بھر جاتی تو آپ دوسری رکعت مختصر قرأت کے ساتھ پڑھاتے مگر اس روز آپ نے پہلی رکعت بھی بہت مختصر کی اور دوسری رکعت بھی اور

سلام پھیرنے کے بعد نمازیوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ سب ایک نو بیاہتا جوڑے کے استقبال کیلئے چلیں کسی کو کچھ سمجھ نہ آیا کہ یہ جوڑا کون ہے کہ جس کے استقبال کیلئے نکلنے کو کہا جارہا ہے؟ سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے آگے باقی سب لوگ پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ کے مرکزی گیٹ سے سب باہر نکل آئے ادھر مجاہد کو روشنی پھیلتے ہی مدینے کے پہاڑ اور اس کے اطراف نظر آنے لگے تو وہ مدینہ منورہ کی طرف بڑھنے لگا جبکہ نومسلم بیوی اس کے پیچھے تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے مسلمان سلام و مصافحے کے ساتھ مجاہد سے ملے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولیمہ کا انتظام کیا۔ مسلمانوں نے بڑی تعداد میں اس میں شرکت کی سب نے ولیمہ کھایا اس کے بعد مجاہد اپنی نومسلم بیوی کے ساتھ دن گزارنے لگا۔ اللہ نے ان کو نیک و صالح متعدد بیٹوں سے نوازا جو کہ سب مجاہد بنے۔

(زهر الكمام ص ٢٣٤، ٢٣١)

مدفون شخص قبر سے نکل کر پانی پانی چیخنے لگا

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان سفر کررہا تھا ایک قبرستان سے گزرا تو دیکھا کہ ایک شخص قبر سے نکل آیا وہ لوہے کی بیڑوں میں جکڑا ہوا تھا اور اس کے پورے جسم پر آگ شعلے مار رہی تھی۔ اس نے اس مسافر کو کہا کہ اے اللہ کے بندے! مجھے تھوڑا سا پانی دے دو، مجھ پر تھوڑا سا پانی چھڑک دو اتنے میں ایک اور شخص اس کا پیچھا کرتا ہوا نکلا، اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! اس کو ایک قطرہ پانی بھی نہ دو یہ سب دیکھ کر مسافر اپنی سواری کے جانور پر ہوش کھو بیٹھا اور سواری سے گر کر ہمیشہ کیلئے لنگڑا ہو گیا۔

دوسرے دن صبح ہوش میں آیا تو اس کے سیاہ بال سفید ہو چکے تھے یہاں تک کہ اس کا سر سفید پھولوں کا درخت معلوم ہوتا تھا، اس نے مدینہ منورہ جا کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سارا واقعہ سنایا تو آپ نے تنہا سفر کرنے سے منع فرمایا۔

(كتاب القبور لابن ابى الدينار برقم ٩٥ اهوال القبور ص ٨٤)

مدفون شخص عذاب کی حالت میں قبر سے باہر نکل آیا

حضرت ہشام بن عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب البعث میں نقل کیا ہے کہ مکحول نے بیان کیا کہ ایک شخص حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اس کے سر اور داڑھی کے آدھے بال سفید تھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا اے امیر المؤمنین! میں فلاں قبیلے کے قبرستان سے گزرا، رات کا وقت تھا دیکھا ایک شخص آگ کا کوڑا ہاتھ میں لیے ایک اور شخص کا مسلسل پیچھا کر رہا ہے جیسے ہی وہ اس کی چابک کی زد میں آتا وہ اس کو اس آتشی چابک سے اتنی زور سے مارتا کہ اس کے سر سے پاؤں تک آگ بھڑک اٹھتی، وہ آدمی بھاگتا ہوا میرے قریب آیا اور مجھ سے پناہ طلب کی کہ اے اللہ کے بندے! مجھے بچا، میری مدد کر پیچھا کرنے والے شخص نے آواز دی کہ اے اللہ کے بندے! اس کی مدد کی کوشش نہ کرنا یہ اللہ کا بہت برا بندہ ہے یہ کافر ہے۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (اھوال القبور ص ۸٤)

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر بولنے لگا

حضرت منہال بن عمرو فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! میری ان آنکھوں نے یہ واقعہ دیکھا ہے کہ جب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کے بعد آپ کا سر مبارک دمشق لایا گیا میں دمشق ہی میں تھا۔ آپ کے سر مبارک کے پاس ایک شخص سورۃ کہف کی تلاوت کر رہا تھا جب اس نے یہ آیت تلاوت کی:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ
آيَاتِنَا عَجَبًا۝

”کیا تجھے اصحاب کہف اور رقیم پر ہماری قدرت کی نشانیوں میں سے کوئی عجیب چیز ہونے کا گمان ہے“۔

تو اللہ کے حکم سے آپ کے سر مبارک سے صاف اور واضح الفاظ میں یہ کلمات سنائی دیئے:

اعجب من اصحاب الکهف قتلی وحملی

''اصحاب کہف سے زیادہ تعجب خیز واقعہ مجھے قتل کیا جانا اور پھر میرا سر یہاں دمشق میں لایا جانا ہے''۔

(شرح الصدور ص ۲۱۲، الخصائص الکبری ۲/۱۲۷)

جنگ یمامہ کے شہید صحابی کا مرنے کے بعد کلام کرنا

حضرت عبداللہ بن عبید انصاری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب سے مقابلے میں شہید ہونے والے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت کے بعد یوں کلام کیا کہ:

محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق عثمان اللین الرحیم

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدیق ہیں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نرم خو اور شفیق ہیں''

راوی (عبداللہ بن عبید انصاری) فرماتے ہیں: مجھے یاد نہیں رہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں شہیدِ مذکور نے کیا کہا تھا۔

(شرح الصدور ص ۲۲۱)

شہید انصاری صحابی شہادت کے بعد کلام کرنے لگے

حضرت عبداللہ بن عبید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی روایت کرتے ہیں کہ جنگ جمل یا پھر جنگ صفین کے شہداء کی تدفین کی جارہی تھی کہ ایک شہید انصاری صحابی نے یوں کلام کیا:

محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق عمر الشهید عثمان اللین الرحیم

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں عمر شہید ہیں اور حضرت عثمانؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نرم خو اور شفیق ہیں''
یہ کہہ کر خاموش ہوگئے۔ (شرح الصدور ۲۲۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام کا قبر میں تلاوت کرنا

حضرت طلحہ بن عبیداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں غابہ نامی علاقے میں موجود اپنا کچھ سامان مال لانے کی غرض سے گھر سے نکلا راستے میں رات ہوگئی، میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے پاس شب گزاری کیلئے جگہ بنائی تو اتنی خوبصورت آواز میں قبر سے تلاوت قرآن کریم سنی کہ میں نے اس سے اچھی آواز میں آج تک تلاوت نہیں سنی تھی۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ واقعہ سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ عبداللہ ہی تھے، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ نے ان (غزوۂ احد کے شہداء) کی روحوں کو مرنے کے بعد زبرجد اور یاقوت کی قندیلوں میں رکھا اور اس کے بعد انہیں جنت کے بالکل درمیان میں لٹکا دیا جب رات ہوتی ہے تو ان کے جسموں میں ارواح کو لوٹا دیتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہوجاتی ہے تو پہلے کی طرح ان کی ارواح کو قندیلوں میں رکھ دیا جاتا ہے۔ (شرح الصدور ۱۹۰)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مُردے کا مکالمہ

امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ بقیع الغرقد کے قبرستان سے گزرے تو فرمایا:

السلام علیکم یا اھل القبور اخبار ما عندنا ان نسائکم قد تزوجن ودیارکم قد سکنت واموالکم قد فرقت

ترجمہ: اے قبر والو! تم پر سلام ہو۔ ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ تمہاری بیویوں نے دوسرے شوہر کر لئے، تمہارے گھروں میں اور لوگ آبسے اور تمہارا مال (لوگوں میں) تقسیم ہوگیا۔

تو ایک قبر کے مدفون نے جواب دیا:

یا عمر بن الخطاب اخبار ما عندنا ان ماقد مناہ فقد وجدناہ وما انفقناہ قد ربحناہ وما خلفناہ فقد خسرناہ

ترجمہ: اے عمر بن الخطاب! ہمارے پاس کی خبر یہ ہے کہ ہم نے جو (نیکی یا بدی کا) عمل آگے بھیجا اس کو ہم نے پالیا ہے اور جو مال ہم نے خرچ کیا اس کا ہم نے نفع اٹھایا ہے اور جو مال ہم نے پیچھے دنیا میں چھوڑا اس کا ہم نے نقصان اٹھایا ہے۔ (شرح الصدور)

مُردوں نے اپنی خستہ حالی کی روئیداد سنائی

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ مدینہ کے ایک قبرستان میں گئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر والوں کو خطاب کر کے فرمایا:

یا اھل القبور السلام علیکم ورحمة اللّٰہ وبرکاته تخبرونا باخبارکم ام تریدون ان نخبرکم

ترجمہ: اے قبر والو! تم پر سلامتی، اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔ کیا تم اپنے حالات ہمیں سناؤ گے یا ہم تمہیں اپنے حالات سنائیں؟

تو ایک قبر کے مدفون نے جواب دیا:

وعلیک السلام ورحمة اللّٰہ وبرکاته یا امیر المؤمنین اخبرنا عما کان بعدنا

ترجمہ: اے امیر المؤمنین! آپ پر بھی سلامتی، اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں پہلے آپ ہمیں ہمارے بعد کے حالات سے مطلع کریں۔

تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اما ازواجکم فقد تزوجن واما اموالکم فقد

اقتسمت والاولاد فقد حشر وافی زمرة الیتامی
والبناء الذی شیدتم فقد سکنه اعدائکم

ترجمہ: تمہاری بیویوں نے دوسری شادی کرلی ہیں تمہارے اموال تقسیم ہوگئے تمہارے بال بچے یتیموں کی جماعت میں شامل ہوگئے اور جن عمارتوں کوتم نے خوب مضبوط کرکے تعمیر کروایا تھا ان میں تمہارے دشمن لوگ آبسے ہیں۔

اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ ہمارے یہاں کی خبریں اور احوال ہیں اب تم بھی اپنے احوال سناؤ۔ تو ایک مردے نے اپنی قبر سے یوں جواب دیا:

قد تخرقت الاکفان وانتشرت الشعور وتقطعت الجلود وسالت الاحداق علی الخدود وسالت المناخر بالقیح والصدید وماقدمناه وجدناه وماخلفناه خسرناه ونحن مرتهنون بالاعمال.

ترجمہ: کفن کے کپڑے ریزہ ریزہ ہوگئے، بال سارے بکھر گئے، چمڑے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے، آنکھیں بہہ کر رخساروں پر آپڑیں، ناک سے خون والی پیپ اور خالص پیپ ہمیشہ رواں ہیں، جو کچھ عمل ہم نے آگے بھیجا اسے پالیا اور جو مال پیچھے چھوڑ آئے اس کا ہمیں نقصان ہوا اب ہم اپنے اعمال کے حوالے ہیں۔

(شرح الصدور ص۲۰۹)

سری سقطی کی عقیدت مند کا بیٹا مرنے کے بعد زندہ ہوگیا

مشہور بزرگ سری سقطی رحمہ اللہ کی ایک مریدہ تھیں، نہایت متقی وپارسا تقویٰ طہارت میں ضرب المثل اور توکل ورضا کی پیکر، ان کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا جو کلام خداوندی کی تعلیم حاصل کرنے کیلئے استاد کے پاس جایا کرتا تھا ایک دن استاد نے اپنے اس فرمانبردار ہونہار شاگرد کو دریائے دجلہ پر کسی کام کیلئے بھیجا بچہ جو پانی میں اترا

تو توازن برقرار نہ رکھ سکا اور غرقاب ہو گیا۔ استاد واقعہ سے مطلع ہوئے تو گھبرا اٹھے ہانپتے کانپتے حضرت سری سقطی رحمہ اللہ کے پاس پہنچے ساری سرگزشت کہہ سنائی۔ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ بھی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ سب بچے کی ماں کے پاس چلتے ہیں انہیں دلاسا دیتے ہیں صبر کی تلقین کرتے ہیں۔ سب اٹھے بچے کی ماں کے پاس پہنچے اور باتوں باتوں میں صبر کی ہدایت کرنے لگے۔ بچے کی ماں کو حیرانگی ہوئی کہ صبر کی ہدایت کا کیا مطلب؟ کہنے لگیں: حضرات! آج خیر تو ہے، خلافِ عادت آج صبر و تحمل کی باتیں ہو رہی ہیں کیا ماجرا ہے؟ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ نے بچے کے دریائے دجلہ میں ڈوب جانے کا قصہ پورا سنا کر صبر کرنے کی تلقین کی۔ اللہ کی یہ برگزیدہ خاتون تڑپ اٹھیں، اللہ کی ذات پر کامل درجے کے یقین کی بنا پر انہیں اس واقعہ پر یقین نہیں ہو رہا تھا۔ کہنے لگیں: حضرات! اللہ سے تو میں یہ امید کرتی ہوں کہ ایسا ہرگز نہیں ہوا آپ حضرات مجھے لے چلیں میں ذرا وہ جگہ دیکھ لوں جہاں مریا بچہ ڈوبا ہے۔ یہ حضرات خاتون کو دریائے دجلہ کے کنارے پر لے گئے اور بچے کے ڈوبنے کی جگہ دکھائی۔ عورت نے بے خودی میں محبت کے جوش میں آ کر بچے کا نام لے کر پکارا تو بچے نے پانی کی تہہ میں سے ماں کو جواب دیا وہ خاتون جھٹ پانی کے اندر کود پڑی بچے کو باہر نکال لائی جبکہ اللہ تعالیٰ نے بچے کو زندہ فرما دیا تھا۔ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ نے انتہائی حیرت کے ساتھ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کی طرف دیکھا اور پوچھا:

ماھٰذا؟

''یہ کیا بات ہے؟''

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ نے فرمایا:

ھٰذا من صدقھا مع اللہ

''یہ اس خاتون کی محبت الٰہیہ میں صداقت کا نتیجہ ہے''۔

(اسرار المحبۃ للغزالی)

مرنے والا عنایت اللہ مرنے کے بعد دنیا میں واپس آ گیا

شیخوپورہ کے ماسٹر عنایت اللہ صاحب قریشی نہایت ہی پابند صوم وصلوٰۃ اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے بہت عقیدت مند تھے۔ ایک دفعہ اپنا ایک دلچسپ وعجیب واقعہ سنایا۔ فرمایا کہ مجھے ایک دفعہ معیادی بخار نے آلیا۔ حالت نازک سے نازک تر ہوگئی۔ پھر ایک وقت آیا کہ اہلِ خانہ میری چارپائی کے گرد بیٹھ کر رونے لگ گئے کہ مجھ پر بے ہوشی سی طاری ہونے لگی۔ پھر مجھے اپنے ماحول کا کچھ ہوش نہ رہا۔ میری آنکھیں خود بخود بند ہوگئیں۔ ادھر آنکھیں بند ہوئیں تو دیکھتا ہوں کہ دو گھڑ سوار ایک خالی گھوڑا لے کر آ پہنچے اور مجھ سے کہا: عنایت اللہ! چلو۔ تمہیں طلب کر لیا گیا ہے۔ میں خالی گھوڑے پر سوار ہوگیا اور ہم تینوں نہایت تیز رفتاری سے مصروفِ سفر ہوگئے۔ اچانک دیکھتا ہوں کہ ہم ایک قبرستان سے گزر رہے ہیں۔ مجھے خیال آتا ہے کہ اسی قبرستان میں میرے والدین مدفون ہیں ان سے ملتا جاؤں۔ میں نے اپنے مدعا کا اظہار کیا تو انہوں نے کہا: نہ اتنا وقت ہے نہ ہمیں اجازت ہے۔ پھر منظر پر منظر بدلتا رہا، کہیں میدان، کہیں پہاڑ، کہیں سبزہ زار۔ ہم ہوا کی رفتار سے اڑتے جارہے تھے کہ ایک بہت بڑا قلعہ نظر آیا، ہم تینوں اس قلعے کے دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گئے۔ اس دروازے پر دو پہرے دار تھے میرے ساتھیوں کے ان سے مختصر سوال وجواب ہوئے۔ پھر انہوں نے دروازہ کھول دیا اور ہم اندر داخل ہو گئے دیکھتا ہوں کہ ایک بے حد وسیع صحن ہے جس کے اردگرد بلند وبالا عمارت ہے۔ یہاں کھڑے ہو کر ان میں سے ایک نے بلند آواز سے پکارا: ''عنایت اللہ ولد فلاں ساکن فلاں حاضر ہے''۔ جس کے جواب میں آواز آئی کہ اسے نہیں بلکہ عنایت اللہ ولد فلاں ساکن فلاں قوم موچی کو لانا تھا اسے فوراً پہنچاؤ اور اسے حاضر کرو۔ وہ دونوں شخص سراسیمہ سے ہوگئے اور مجھے فوراً واپس چلنے کا حکم دیا۔ پھر ہم تینوں اس قلعے سے نکل کر اسی رفتار سے واپس وہی راستہ طے کرتے ہوئے اسی قبرستان تک جب پہنچے تو میں نے پھر کہا کہ اب تو مجھے والدین سے مل لینے دیں۔ انہوں نے پھر

وہی بات دہرائی نہ اتنا وقت ہے نہ اس کی اجازت۔ یہاں تک کہ پھر وہ مجھے میری چار پائی تک لے آئے اور فوراً واپس ہو گئے۔ جب وہ غائب ہوئے تو میں نے بے اختیار آنکھیں کھول دیں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میرے گرد ایک ہجوم بیٹھا آہ و بکا کر رہا ہے۔ پھر میں نے اپنی بیوی کو اشارہ کیا کہ مجھے پانی پلائے، یہ کیفیت دیکھتے ہی سب لوگ اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ میری بیوی نے مجھے پانی پلایا تو میں پسینے میں شرابور ہو گیا اسی لمحے وہ ہجوم پھر اندر آ گیا اور شور مچ گیا کہ عنایت اللہ موچی اچانک مر گیا ہے۔

(حدیث خواب ص ۴۸-۵۰)

خراسانی شخص نے مرنے کے بعد امانت کے مال کی جگہ بتلائی

حضرت یحیٰ بن سلیم فرماتے ہیں کہ یہاں مکہ مکرمہ میں ایک نیک صالح اور امانت دار خراسانی شخص تھا۔ لوگ اس کے پاس امانتیں رکھواتے تھے وہ نہایت دیانت داری کے ساتھ ان کی حفاظت کرتا اور پھر مطالبے پر ادا کر دیتا ایک دفعہ ایک شخص نے دس ہزار دینار (اشرفیاں) اس کے پاس امانت رکھوائیں، اس کے بعد وہ کافی دنوں تک غائب رہا۔ خراسانی شخص کی وفات ہونے لگی اسے اپنی کسی اولاد پر اعتماد نہ ہوا تو اس نے وہ دینار اپنے گھر کے کسی حصے میں دفنا دیئے۔ اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ شخص آیا اور اس شخص کے بیٹوں سے اپنے دیناروں کا پوچھا تو انہوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ اس وقت مکہ مکرمہ میں بڑی تعداد میں جید علماء موجود تھے ان سے عرض کیا گیا انہوں نے فرمایا ہم اس شخص کو جنتی ہی سمجھتے ہیں اور ہمیں حدیث پہنچی ہے کہ اہل جنت کی روحیں زمزم میں ہیں۔ لہٰذا تہائی یا نصف شب کے بعد آپ زمزم کے پاس چلے جائیں اس کے کنارے پر کھڑے ہو کر اس خراسانی کا نام لے کر آواز دیں ہمیں امید ہے کہ وہ ضرور آپ کی پکار پر جواب دے گا۔ اگر اس نے جواب دیا تو آپ اپنے دینار کے بارے میں پوچھ لیں۔ وہ شخص علماء کی ہدایت کے مطابق زمزم کے پاس چلا گیا، تین دن تک علماء کے بتائے ہوئے طریقے پر خراسانی کا نام لے کر پکارا مگر کوئی جواب نہ آیا وہ علماء کے پاس واپس آ گیا اور بتایا کہ میں نے تو مسلسل

تین روز تک اس کا نام لے کر آواز دی مگر کوئی جواب نہ آیا۔ علماء نے یہ سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا بڑے افسوس کے ساتھ کہا کہ لگتا ہے کہ خراسانی اہل جہنم میں سے ہے۔ لہٰذا تم یمن چلے جاؤ۔ وہاں ''وادی برہوت'' کے کنارے پر کھڑے ہو کر خراسانی کا نام لے کر اس وقت آواز دو جس وقت تم نے زمزم کے کنارے کھڑے ہو کر آواز دی تھی۔ وہ شخص حسب مشورہ رات کے وقت ''چاہِ ہوت'' کے پاس گیا اور خراسانی کا نام لے کر آواز دی ''اے فلاں بن فلاں! میں فلاں بن فلاں بول رہا ہوں'' پہلی آواز پر ہی جواب ملا تو اس شخص نے کہا ''تیرا ناس ہو! تو یہاں کیوں ہے؟ جبکہ تو بڑا اچھا آدمی تھا'' خراسانی نے جواب دیا کہ ''میرے کچھ گھر والے خراسان میں رہتے تھے میں نے ان سے قطع تعلق کر رکھا تھا، یہاں تک کہ موت آ گئی تو اللہ نے مجھے پکڑ کر یہاں (جہنمیوں کے ساتھ) رکھا۔ باقی رہا تمہاری امانت کا مسئلہ سو مجھے اپنی اولاد پر بھروسہ نہ ہونے کی وجہ سے میں نے اسے فلاں جگہ زمین میں دفنائے رکھا ہے وہاں سے نکال لو'' وہ شخص مکہ مکرمہ واپس آیا اور خراسانی کی بتلائی ہوئی جگہ کھودی تو اسے اپنے سارے دینار وہاں مل گئے۔

(اهوال القبور ص ٥٤، تنبيه الغافلين ص ٦٥-٦٤)

علامہ ابن حجر ہیثمی نے اس واقعہ کو قدرے تغیر کے ساتھ یوں نقل کیا ہے کہ ایک مالدار شخص حج کرنے گیا وہاں پر اس نے ایک مشہورِ زمانہ دیانت دار اور امانت دار آدمی کے پاس عرفہ سے واپسی تک کیلئے ہزار دینار رکھوائے۔ اس کے بعد وہ وقوف عرفہ کیلئے چلا گیا، جب واپس آیا تو امانت دار شخص کا انتقال ہو چکا تھا اس نے اس امانت دار شخص کی اولاد سے اپنے دیناروں کا پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ''ہمیں تو اس کا کوئی علم نہیں''۔ اس نے مکہ مکرمہ کے بڑے بڑے علمائے کاملین سے رجوع کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ''نصف شب کو زمزم کے پاس جاؤ اور اس امانت دار شخص کا نام لے کر پکارو، اگر وہ نیک اور جنتی لوگوں میں سے ہوا تو پہلی پکار پر ہی جواب دے گا''۔ یہ شخص گیا اور زمزم کے کنارے پر کھڑے ہو کر اس کو آواز دی مگر کوئی جواب نہیں آیا وہ علماء مکہ کے پاس واپس آیا اور جواب نہ آنے کی خبر دی تو انہوں نے کہا انا للہ وانا

الیہ راجعون! ہمیں تو خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ وہ امانت دار جہنم میں نہ چلا گیا ہو۔ آپ یمن چلے جاؤ وہاں ایک کنواں ہے جسے ''چاہِ برہوت'' کے نام سے لوگ جانتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کنواں جہنم کے منہ پر واقع ہے۔ وہاں جا کر رات کو اس امانت دار کا نام لے کر آواز دو۔ وہاں پر ضرور جواب مل جائے گا''۔ وہ شخص یمن چلا گیا لوگوں سے پوچھ پوچھ کر ''چاہ برہوت'' تک پہنچا۔ رات کو امانت دار کا نام لے کر آواز دی تو اس نے جواب دیا۔ اس شخص نے کہا کہ ''میری اشرفیاں کہاں ہے؟'' امانت دار نے کہا ''میں نے انہیں اپنے گھر کی فلاں جگہ پر زمین میں دفنا رکھا ہے کیونکہ میں نے اپنی اولاد کو امانتدار نہ سمجھا لہٰذا تم جاؤ اس جگہ کو کھودو، تمہیں تمہاری اشرفیاں مل جائیں گی''۔ اس شخص نے کہا ''یہ تو بتاؤ کہ تم یہاں جہنمیوں کی جگہ کیسے پہنچے؟ جبکہ لوگوں کا گمان تمہارے نیک اور جنتی ہونے کا تھا''۔ امانت دار نے کہا ''میری ایک تنگدست اور غریب بہن تھی میں نے اس سے قطع تعلق کیے رکھا اس پر کبھی رحم نہیں کھایا نہ کبھی صلہ رحمی کا خیال کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا میں مجھے اس جگہ جہنمیوں کے درمیان پہنچادیا''۔

(الزواجر-جلد ۲-ص ٦٧٥/٦٧٤)

مسئلہ خلقِ قرآن کے شہید نے مرنے کے بعد تلاوت کی

امام احمد بن نصر مروزی رحمۃ اللہ نے معتزلی عقائد اختیار کرنے سے صریح انکار کرتے ہوئے جب خلیفہ واثق کے سامنے عقائدِ اہل سنت والجماعت کا برملا اظہار کیا تو سرکاری قاضی نے آپ کا خون حلال ہونے کا فیصلہ جاری کر دیا۔ دیگر سرکاری قانون دانوں نے بھی اس فیصلے سے اتفاق کیا البتہ اہل سنت کے خون سے ہولی کھیلنے والے ''قاضی احمد بن داؤد'' کو نہ جانے کیوں آپ پر رحم آیا، اس نے کہا کہ ''میں نہیں چاہتا کہ احمد بن نصر کو قتل کر دیا جائے کیونکہ یہ عمر زیادہ ہونے کے باعث سوچنے سے قاصر اور فاتر العقل ہے۔ لہٰذا قتل کا فیصلہ مؤخر کر دیا جائے''۔ واثق نے کہا کہ ''میں تو اسے کفر کو پہنچا ہوا انسان سمجھتا ہوں''۔ یہ کہہ کر تیز دھار تلوار منگوائی اور امام احمد بن نصر رحمۃ اللہ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا کہ ''میں اس کافر کو قتل کرنے کیلئے چلنے کو بھی ثواب کا کام

سمجھتا ہوں''۔اور پھر تلوار سے آپ کو شہید کر ڈالا اور آپ کے سر مبارک کو جانب شرقی میں سرِ عام لٹکا دیا۔آپ کے سر کے محافظ اور اس پر پہرہ دینے والے کا بیان ہے کہ''آپ کے سر کو رات کے وقت میں نے صاف اور واضح تلفظ کے ساتھ سورۃ یٰسٓ تلاوت کرتے سنا ہے''۔

(سیر اعلام النبلاء-جلد ۱۱-ص ۱۲۷،۱۲۸ شرح الصدور ص ۲۱۲)

مرنے والے یہودی نے امانت کی جائے وقوع بتلادی

حضرت عمرو بن سلیمان رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ''ایک یہودی شخص کا انتقال ہوا ایک مسلمان کی کچھ امانت اس کے پاس تھی۔یہودی کا ایک مسلمان لڑکا تھا۔امانت رکھوانے والے مسلمان نے جب یہودی کے بیٹے سے امانت کی واپسی کا مطالبہ کیا تو بیٹے نے لاعلمی ظاہر کی کہ اس امانت کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں۔امانت رکھوانے والے کے اصرار کے بعد اس لڑکے نے شعیب جبائی کے سامنے مسئلہ پیش کیا۔انہوں نے کہا کہ تم''برہوت'' چلے جاؤ۔وہاں پر ہر ہفتے کو ایک چشمہ نمودار ہوتا ہے ہفتہ کے دن جا کر اس چشمے کے پاس سے اپنے والد کو آواز دو وہ تمہاری آواز پر جواب دیں گے۔تو ان سے جو پوچھنا ہے پوچھ لینا تو لڑکا''برہوت'' چلا گیا اور وہ چشمہ ڈھونڈ نکالا۔اس کے بعد دو تین دفعہ اپنے والد کو آواز دی تو واضح لفظوں میں جواب ملا۔لڑکے نے کہا''فلاں آدمی کی امانت کہاں رکھی ہے آپ نے؟'' کہا''دروازے کی چوکھٹ کے نیچے۔یہ امانت اس مسلمان کو دے دو اور جس (اسلام) پر تم ہو اسی پر قائم رہو''۔

(کتاب القبور برقم ۲۲ کتاب اھوال القبور ص ۱۵۴/۱۵۳ شرح الصدور ۲۴۲)

شہید کا سر سولی پر تلاوت کرنے لگا

حضرت ابراہیم بن اسماعیل بن خلف رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن نصر مروزی رحمۃ اللہ میرے ماموں تھے جب خلق قرآن کے مسئلے پر آپ کو قتل کر کے سولی پر لٹکایا گیا تو مجھے کسی نے اطلاع دی کہ ان کا سر رات کو قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔میں فرط شوق میں

ان کے سر کے قریب رات گزارنے چلا گیا جب دنیا نیند کی آغوش میں چلی گئی اور خلق خدا کی آنکھیں نیند سے لطف اندوز ہونے کیلئے بند ہوگئیں تو میں نے ان کے سر کو یہ آیت تلاوت کرتے سنا:

الٓمّٓ، اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَایُفْتَنُوْنَ.

ترجمہ: الم۔ کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ "ہم ایمان لے آئے" کہنے پر انہیں ویسے چھوڑ دیا جائے گا اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا؟"

تو میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔

(شرح الصدور ۱۲۳ تاریخ بغداد جلد ۵- ص ۱۷۹)

مردے نے قبر سے نکل کر معافی کی وجہ بتلائی

حضرت ابو یوسف غسولی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ آج میں نے عجیب چیز دیکھی ہے۔ میں نے کہا حضرت! وہ کیا ہے؟ فرمایا کہ میں قبرستان میں گیا تو ایک قبر کے پاس کھڑا ہو گیا اتنے میں قبر پھٹ گئی اور ایک رنگین داڑھی والا معمر شخص اس سے نکل آیا اس نے کہا "اے ابراہیم! جو پوچھنا چاہے پوچھ لے مجھے اللہ نے تیرے لئے زندہ کر دیا ہے" میں نے کہا "اللہ نے تیرے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟" کہا "میں تو بڑے برے اعمال لے کر اللہ کے پاس آیا تھا مگر اللہ نے فرمایا کہ میں تجھے تین چیزوں کی وجہ سے معاف کرتا ہوں۔

اول: تو یہ کہ تو میرے پاس اس حال میں آیا کہ تو میرے محبوب بندوں سے محبت رکھا کرتا تھا۔

دوم: یہ کہ تو مجھ سے اس حال میں ملا کہ تیرے پیٹ میں شراب کا ایک بھی قطرہ حرام نہیں گیا۔

سوم: یہ کہ تو مجھ سے سفید داڑھی کو رنگین کیا ہوا ملا اور رنگین داڑھی والے کی سفید ریش کی وجہ سے مجھے آتش جہنم سے اسے عذاب دینے میں شرم آتی ہے"۔

اس کے بعد قبر اس شخص کو پیٹ میں لئے بند ہوگئی۔ (شرح الصدور ص ۲۲۳)

مردے نے نہلانے کے تخت پر بیٹھ کر اپنے مشاہدات سنائے

حضرت ابومعشر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ہمارے سامنے ایک شخص کا انتقال ہوا جب اسے غسل دینے کیلئے تختے پر لٹایا گیا تو وہ سیدھا بیٹھ گیا اور دونوں آنکھوں کی طرف ہاتھ لے جاکر کہا کہ "میری یہ آنکھیں دیکھ رہی ہیں، میری یہ نگاہیں دیکھ رہی ہیں۔ میرے یہ دیدے دیکھ رہے ہیں کہ عبدالملک بن مروان اور حجاج بن یوسف جہنم میں اپنی باہر نکلی ہوئی انتڑیاں گھسیٹ رہے ہیں" یہ کہہ کر وہ دوبارہ پہلے کی طرح جسم بے روح ہوکر تختے پر گر پڑا۔ (شرح الصدور ص ۷۲)

حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے

حضرت عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ کے پاس موجود تھا۔ حضرت حمید الطویل بھی موجود تھے تو حضرت ثابت رحمہ اللہ نے حمید سے پوچھا کہ کیا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ بھی کوئی اپنی قبر میں نماز پڑھے گا؟ آپ نے اس بارے میں کیا سنا ہے؟ حضرت حمید رحمہ اللہ نے فرمایا کسی اور کیلئے تو ہم نے نہیں سنا۔ تو حضرت ثابت نے یوں دعا کی کہ اے اللہ! اگر تو نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا بھی کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی تو مجھے بھی قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دینا حضرت جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اپنے ہاتھوں سے حضرت ثابت رحمہ اللہ کو ان کی قبر میں اتارا میرے ساتھ حمید الطویل بھی تھے جب ہم آپ کے اوپر کچی اینٹیں برابر کر رہے تھے اس وقت ایک اینٹ قبر میں گر گئی تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت ثابت رحمہ اللہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ (شرح الصدور ص ۱۸۸)

صفۃ الصفوہ میں یہ اضافہ ہے کہ یہ دیکھ کر میں نے اپنے ساتھ والے (حمید) کو کہا کہ دیکھو! کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا: چپ ہو جاؤ۔ اس کے بعد ہم قبر کو برابر کر کے فارغ ہوئے تو حضرت ثابت کی صاحب زادی کے پاس جا کر پوچھا کہ ثابت کیا عمل کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا کیا ہوا؟ آپ لوگوں نے کیا دیکھا جو آپ سوال کر رہے ہیں؟ ہم نے ثابت کا قبر میں نماز پڑھنے کا قصہ بتایا تو کہنے لگیں کہ میرے والد صاحب پچاس سال سے رات بھر نماز پڑھتے رہے ہیں اور آخر شب یوں دعا کرتے رہے ہیں کہ خدایا! اگر قبر میں تو نے کسی کو نماز پڑھنے کی اجازت دی تو مجھے اس اجازت سے محروم نہ فرمانا۔ سو اللہ نے ان کی دعا رد نہیں فرمائی بلکہ قبول فرمالی ہے۔

(صفة الصفوة - جلد٣ - ص ١٤٩)

مدفون بیٹے نے کہا کہ والد کے خفا ہونے کی وجہ سے والدہ ہمارے پاس نہیں آسکیں گی

امام ابوبکر بن عیاش اور حضرت یحییٰ بن سعید اموی رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں نے قبیلہ اسد کے ایک گورکن کی زبانی ایک قصہ یوں بیان کیا کہ اس گورکن کا کہنا ہے کہ میں ایک اور شخص کے ساتھ قبیلہ اسد کے قبرستان میں پہرہ دے رہا تھا ایک رات کو میں نے ایک قبر سے آواز سنی کہ مدفون شخص کہہ رہا ہے ''اے عبداللہ!'' تو دوسری آواز گونجی ''جابر کیا ہوا؟'' پہلے والے شخص نے کہا ''کل ہماری والدہ بھی ہمارے پاس پہنچ رہی ہیں'' دوسری آواز میرے کانوں سے ٹکرائی ''کیا فائدہ؟ وہ ہم تک نہیں پہنچیں گی کیونکہ والد صاحب ان پر خفاء ہیں اور قسم کھائی ہے کہ وہ والدہ صاحبہ کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھیں گے''

گورکن کا بیان ہے کہ دونوں طرف سے ان جملوں کا تبادلہ بار بار ہوتا رہا میں اپنے دوسرے ساتھی کو بھی ساتھ لایا اس کو بھی آواز سنائی دی مگر اسے الفاظ سمجھ نہیں آرہے تھے تو میں نے اسے ان کے الفاظ بتائے اس نے سمجھ لیا۔ دوسرے دن ایک

شخص آیا اور ان دو قبروں کے درمیان قبر کھودنے کیلئے کہا کہ جن سے ہم نے رات کو مذکورہ بالا کلام سنا تھا۔ میں نے کہا ''جناب کیا اس مدفون کا نام جابر اور اس قبر والے کا نام عبداللہ ہے؟'' اس نے کہا ''بالکل''۔ تو میں نے ان قبروں سے سنی ہوئی گفتگو اسے سنائی اس نے کہا: ''بالکل درست ہے میں نے قسم کھائی تھی کہ اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا اب میں اپنی قسم کا کفارہ ادا کروں گا اور ضرور اپنی بیوی کی نماز جنازہ میں شرکت کروں گا اور اس کیلئے اللہ سے مغفرت ورحمت کی دعا کروں گا'' گورکن کہتا ہے کہ کچھ دنوں بعد دوبارہ وہ شخص ملا تو اس نے بتایا کہ وہ اپنی قسم توڑنے کے گناہ کی معافی کیلئے حج کرنے جارہا ہے۔ (اھوال القبور ص ۱۲۱)

قبروں سے تلاوت کی آواز سنائی دینے کے واقعات

حضرت ابراہیم بن صمہ مہلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ کی قبر کے پاس سے گزرنے والے لوگوں نے مجھے بتایا کہ آخر شب کو جب بھی ہم حضرت ثابت کی قبر کے پاس سے گزرے تو ہم نے آپ کی قبر سے تلاوت قرآن کریم کی آواز سنی۔ (صفة الصفوة ص ۱۴۹/۳)

گورکن ابراہیم کا بیان ہے کہ میں نے ایک دفعہ قبر کھودی تو ساتھ والی قبر اس کی ایک کچی اینٹ ہٹ جانے سے کھل گئی تو مجھے مشک کی خوشبو محسوس ہوئی میں نے جھانکا تو دیکھا کہ ایک معمر شخص قبر کے اندر بیٹھے بیٹھے تلاوت کررہا ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۸۹)

محدث ابوالحاج یوسف بن محمد سریری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے استاذ خطیب سامراء علامہ ابوالحسن علی بن الحسین سامرائی رحمہ اللہ نے مجھے ایک دفعہ سامراء کے قریب لے جاکر ایک قبر دکھائی اور فرمایا کہ اس قبر سے بارہا ہم نے سورۂ ملک کی تلاوت سنی ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۹۰)

مدفون لوگوں کے مصحف شریف دیکھ کر تلاوت کرنے کے واقعات

حضرت عاصم سقطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک دفعہ بلخ شہر میں قبر کھودی تو

ساتھ والی قبر کا کچھ حصہ کھل گیا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ سفید لباس میں ملبوس ایک شخص قبلہ رو بیٹھا ہوا ہے اور گود میں رکھا ہوا قرآن کریم بڑے انہماک کے ساتھ پڑھ رہا ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۹۲)

امام ابن مندہ نے ایک نیک صالح اور متقی پارسا گورکن ابوالنضر نے شاپوری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ قبر کھودی تو ساتھ والی قبر کھل گئی میں نے اس میں جھانکا تو ایک خوبصورت خوش لباس، خوشبو میں بسا ہوا نوجوان بیٹھا ہوا دیکھا اس کی گود میں قرآن کریم تھا جو نہایت ہی خوبصورت خط میں ہرے رنگ کی سیاہی سے لکھا ہوا تھا وہ اس کی تلاوت کر رہا تھا اس نے میری طرف دیکھا اور پوچھا: ''کیا قیامت قائم ہوگئی ہے؟'' میں نے کہا: ''نہیں'' اس نے کہا: ''کچی اینٹ جو گر گئی ہے اس کو اس کی جگہ پر رکھ کر قبر بند کر دو''۔ میں نے اس کی قبر کچی اینٹ سے بند کر دی۔ (شرح الصدور ص ۱۹۲)

ابن نجار نے تاریخ بغداد میں اس قسم کا ایک واقعہ یوں نقل کیا ہے خطلع بن عبداللہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے گورکن عبداللہ کے بیٹے مصعب سے پوچھا کہ ''کیا قبر کھدائی کے دوران کبھی تم نے کوئی عجیب چیز دیکھی ہے'' کہا ''نہیں'' البتہ والد صاحب (عبداللہ) نے ایک واقعہ یوں سنایا کہ میں نے ایک مرتبہ قبر کھودی تو قبر میں اتر کر اسے درست کرنے لگا کچھ مٹی ایک جانب سے ہٹائی تو دیکھا ایک شخص بیٹھ کر گود میں رکھا ہوا قرآن پاک بڑے انہماک سے پڑھ رہا ہے۔ مجھے دیکھ کر پوچھا کہ کیا قیامت قائم ہوگئی ہے؟ میں نے کہا نہیں پھر میں نے مٹی سے اس سوراخ کو بند کر دیا۔

(شرح الصدور ص ۱۹۲)

علامہ یافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ایک متقی، پارسا شخص کا بیان ہے کہ میں نے ایک عابد زاہد شخص کیلئے قبر کھودی تو قبر میں اتر کر اسے درست کرنے لگا اس دوران ساتھ والی قبر کی ایک اینٹ نیچے گر گئی میں نے جھانکا تو ایک شخص بالکل نیا کڑک دار لباس پہنے بیٹھا ہوا تھا اس کی گود میں قرآن کریم تھا جو سونے کا تھا اس کے حروف بھی سارے سونے کے تھے وہ اسے پڑھ رہا تھا اس نے میری طرف دیکھ کر پوچھا کہ ''کیا قیامت

قائم ہوگئی ہے؟ اللہ تجھ پر رحم کرے'' میں نے کہا ''نہیں'' کہا ''اللہ تیری حفاظت فرمائے اس اینٹ کو اس کی جگہ رکھ دو'' تو میں نے اینٹ اٹھا کر اس کی جگہ رکھ دی۔

(شرح الصدور ص ۲۰۶)

مدفون قبر میں قرآن پڑھ رہا تھا اور اس کے نیچے نہر بہہ رہی تھی

علامہ یافعی رحمہ اللہ ہی نے روض الریاحین میں لکھا ہے کہ ایک معتمد گورکن نے بیان کیا کہ اس نے ایک دفعہ قبر کھودی تو تخت پر بیٹھے ایک شخص کی طرف نگاہ پڑی جو ساتھ والی قبر میں تھا اس کے ہاتھ میں قرآن کریم تھا جو وہ پڑھ رہا تھا اس کے نیچے ایک نہر بہہ رہی تھی یہ دیکھ کر وہ بے ہوش ہو گیا اسے قبر سے بے ہوشی کی حالت میں نکالا گیا کسی کو یہ پتہ نہ چلا کہ اسے کیا ہوا تھا تین دن بعد اس (گورکن) کو ہوش آیا۔

(شرح الصدور ص ۲۰۶)

مُردہ بول اٹھا

شیخ نجم الدین اصفہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک میت کی تدفین میں شریک ہوا۔ حسب روایت ایک شخص میت کو کلمہ تلقین کرنے لگا یکایک میت کی آواز صاف سنائی دی کہ لوگو! کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ ایک مردہ زندہ کو کلمہ تلقین کر رہا ہے؟

(شرح الصدور ص ۲۰۶)

قبر سے سلام کا جواب آیا

حضرت ہاشم بن محمد العمری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد (محمد العمری) نے ایک دفعہ جمعہ کے دن فجر کے بعد شہداء کی قبروں کی زیارت کیلئے مجھے بھی ساتھ لیا میں ان کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا جب قبرستان پہنچے تو بلند آواز سے فرمایا:

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ

ترجمہ: تم پر سلامتی نازل ہو اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا سو آخری

ٹھکانا کیا خوب ہے۔

تو ایک قبر سے آواز آئی:

وعلیک السلام یا ابا عبداللّٰہ

اے ابوعبداللہ! تم پر بھی سلامتی نازل ہو۔

والد صاحب نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ کیا تو نے سلام کا جواب دیا ہے؟ میں نے کہا ''نہیں'' انہوں نے مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کر کے دوبارہ سلام کیا تو حسب سابق سلام کا جواب آیا۔ انہوں نے مسلسل تین مرتبہ اس طرح کر کے آواز کسی مدفون کی ہونے کی تصدیق کی اس کے بعد اللہ کے شکر کے طور پر سجدے میں گر گئے۔

(شرح الصدور ص ۲۱۱)

میت نے اذان کا جواب دیا

فن رجال حدیث کے امام یحیٰ بن معین رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک گورکن نے بتایا کہ سب سے عجیب جو میں نے قبروں کی کھدائی کے دوران دیکھا ہے وہ یہ کہ ایک قبر سے بیمار آدمی کی طرح کراہنے کی آواز میں نے سنی اور ایک قبر سے تو میں نے اذان کے کلمات کا ترتیب وار جواب بھی سنا کہ مؤذن اذان دے رہا تھا اور میت قبر سے ساتھ ساتھ جواب دے رہی تھی۔ (شرح الصدور ص ۲۱۲)

مدفون نے کہا تم چار جمعہ میں ماہانہ چار حج کرتے ہو

امام اوزاعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میسرہ بن حلیس نابینا ایک دفعہ ایک شخص کو ساتھ لے کر باب توما کے قبرستان گیا اور اس طرح سلام کیا:

السلام علیکم یا اھل القبور انتم لنا سلف ونحن لکم تبع فرحمنا اللّٰہ وایاکم وغفرلنا ولکم فکأنا وقد صرنا الی ما صرتم الیه

ترجمہ: اے قبروں کے باشندو! تم ہمارے پیش رو ہو اور ہم

تمہارے پیچھے آ رہے ہیں اللہ ہم پر بھی رحم فرمائے اور تم پر بھی
اور ہماری بھی مغفرت فرمائے اور تمہاری بھی، عنقریب ہم بھی
تمہاری حالت کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

تو اللہ نے ایک مدفون کے جسم میں روح لوٹا دی اس نے یوں جواب دیا:

''مبارک ہو اے دنیا والو! تم ہر مہینے چار حج کرتے ہو''۔

میسرہ نے کہا:

اللہ تم پر رحم کرے وہ کیسے؟

میت نے کہا:

''ہر ہفتے کو جمعہ پڑھ کر کیا تمہیں نہیں معلوم جمعہ ایک مقبول حج کا درجہ رکھتا ہے''۔

میسرہ نے کہا:

''کون سا عمل تم نے سب سے عمدہ پایا؟''

میت نے کہا:

''استغفار اب تو ہم پر یہ دروازہ بند ہو چکا ہے اب نہ ہماری نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ گناہوں میں (توبہ استغفار سے) کمی ہوتی ہے''۔(شرح الصدور ص ۲۱۴)

شیخ احمد سکندری نے قبر سے گفتگو کی

محقق، فقیہ، علامہ کمال ابن الہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ مشہور بزرگ شیخ احمد بن محمد سکندری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر گئے اور سورۃ ھود تلاوت فرمائی جب یہ آیت تلاوت کی:
"فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ" ان (لوگوں) میں سے کچھ بدقسمت ہیں اور کچھ خوش قسمت)

تو شیخ احمد سکندری رحمۃ اللہ علیہ نے قبر سے بلند آواز میں جواب دیا:

''اے کمال! ہم میں کوئی بھی بدقسمت نہیں''

تو شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی کہ مجھے یہیں دفنایا جائے (کہ جہاں کسی بدقسمت کی قبر نہیں) (جامع کرامات الاولیاء جلد ۱ - ص ۴۲۷)

قبرستان کے سارے مدفون بے حجاب نظر آئے

علامہ یافعی نے ایک خدا رسیدہ بزرگ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ اے اللہ! مجھے فلاں قبرستان میں مدفون لوگوں کے اخروی مقام و مرتبہ دکھادے اس کے بعد ایک رات میں اس قبرستان میں گیا تو دیکھا کہ ساری قبریں کھل گئیں ہیں کسی قبر میں مدفون شخص تخت پر سویا ہوا نظر آیا کسی میں روتا ہوا اور کسی قبر میں مدفون شخص ہنستا نظر آیا میں نے کہا:

یارب لو شئت ساویت بینهم فی الکرامة

اے میرے پروردگار! اگر تو چاہتا تو ان سب کو برابر درجے کے اعزاز بھی نواز سکتا تھا۔

تو ایک قبر کے مدفون نے بلند آواز سے کہا:

یافلان هذه منازل الاعمال اما اصحاب السندس فهم اصحاب الخلق الحسن واما اصحاب الحریر والدیباج فهم الشهداء واما اصحاب الریحان فهم الصائمون واما اصحاب السرر فهم المتحابون فی اللّٰه واما اصحاب البکاء فهم المذنبون.

ترجمہ: اے فلاں! یہ فرق مراتب اعمال کی بناء پر ہے سندس کے (ریشمی) جوڑے میں ملبوس لوگ اچھے اخلاق والے ہیں موٹے اور باریک ریشم کا لباس زیب تن کرنے والے دراصل شہداء ہیں خوشبوؤں میں بسے ہوئے حضرات روزہ دار ہیں تخت پر آرام کرنے والے محض اللہ کیلئے آپس میں محبت رکھنے والے ہیں اور رونے والے دنیا میں گناہ کی زندگی گزارنے والے ہیں۔

(شرح الصدور ص ۳۵)

مرنے والے بزرگ نے اونچی آواز میں اللہ کا نام لیا

علامہ عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں کہ میرے بزرگوں میں مولانا اظہار الحق لکھنوی کی وفات ہوئی تو انتقال کے وقت ان کی زبان پر کلمہ جاری نہ ہوا تجہیز و تکفین کے وقت عزیز و اقارب میت کے پاس سے ہٹ گئے تو بعض نے طعن دیتے ہوئے کہا کہ تھے تو بڑے متقی لیکن مرنے کے وقت کلمہ کی توفیق نہ ہوئی بس ان کا یہ کہنا تھا کہ مولانا مرحوم نے اپنے دونوں پاؤں کو سمیٹا اور بلند آواز کے ساتھ اللہ کا نام زبان پر جاری ہوا۔

(ماهنامه دارالعلوم دیو بند ماه ستمبر ۱۹۵۷)

حور نے کہا میں آپ کی جنتی بیوی ہوں

حضرت عبدالکریم بن حارث فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے مجھے اپنا چشم دید واقعہ یوں سنایا کہ وہ مجاہدین کی ایک جماعت کے ساتھ کافروں کے ایک قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا دو نوجوان مجاہدین کے پاس بغرض جہاد آئے تو انہیں مجاہدین میں شامل کر لیا گیا اس کے بعد ایک نے دوسرے سے کہا کہ کیا آپ غسل کرنا چاہتے ہیں ہوسکتا ہے اللہ ہمیں شہادت نصیب فرمادے دوسرے نے کہا: فی الحال تو میرا غسل کا ارادہ نہیں ہے اس نے کہا میں غسل کر لیتا ہوں چنانچہ اس نے غسل کیا اس کے بعد جیسے ہی باہر نکلا دشمن کا سنگ منجنیق اس کو آ لگا میں وہاں سے گذرا تو دیکھا کہ مجاہدین اسے اپنے خیموں کی جانب لے جانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں میں اپنے خیمے کی طرف چلا گیا کچھ دیر بعد دوبارہ صورتحال معلوم کرنے کیلئے وہاں پہنچا مجاہدین نے اسے ایک خیمے میں لٹایا ہوا تھا اس کی آنکھیں بند تھیں جبکہ کسی کو پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ زندہ ہے یا انتقال کر گیا ہے گو ظاہر یہی تھا کہ اس کی روح اب جسد خاکی سے آزاد ہو چکی ہے کہ یکا یک اس میں روح عود کر آئی اور وہ ہنس پڑا ہم نے کہا یہ ابھی زندہ ہے تھوڑی دیر گزری وہ دوبارہ ہنسا کچھ دیر بعد رو پڑا اس کے بعد آنکھیں کھول دیں ہم نے کہا خوش رہو کوئی پریشانی کی بات نہیں البتہ ہم نے آپ سے بڑے تعجب و حیرت کے امور

صادر ہوتے دیکھے ہیں ہم نے تو سمجھا کہ آپ انتقال کر گئے ہیں کہ یکا یک آپ ہنس پڑے تھوڑے وقفے کے بعد دوبارہ آپ کی ہنسی نے ہمیں مزید حیرت میں ڈال دیا کہ اتنے میں آپ رو پڑے اور پھر آنکھیں کھول دیں یہ کیا ماجرا تھا؟

نوجوان نے کہا: جب مجھے منجنیق کا پتھر لگا اور میں زخمی ہو کر زمین پر گر گیا تو ایک شخص آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ایک عالیشان یاقوت کے بنے ہوئے محل کے دروازے پر لیجا کر کھڑا کر دیا تو نہایت چاق و چوبند نوعمر لڑکوں کی ایک جماعت نے مجھے ان الفاظ میں خوش آمدید کہا:

مرحبا بسیدنا

اے ہمارے مخدوم! خوش آمدید

اتنے پیارے بچے میں نے کبھی نہیں دیکھے نہ اتنا دلفریب انداز کا استقبال میں نے کہیں دیکھا۔ میں نے کہا:

من انتم بارک اللہ فیکم

(تم کون ہو اللہ تم میں برکت دے؟)

انہوں نے بیک آواز جواب دیا:

نحن خلقنا لک

ہمیں آپ (کی خدمت) کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔

اس کے بعد میرے ساتھ والا شخص مجھے ایک اور عالیشان محل کے دروازے پر لے گیا اس محل سے بھی چاق و چوبند نوعمر بچوں کی ایک جماعت نکلی یہ بچے پہلے والے محل کے بچوں سے کہیں زیادہ پیارے لگ رہے تھے۔ انہوں نے مجھے ان الفاظ میں خوش آمدید کہا:

مرحبا واھلا یا سیدنا

خوش آمدید اے پیارے مخدوم!

میں نے کہا:

لمن انتم بارک اللہ فیکم

اللہ تم میں برکت دے تم کس کیلئے (پیدا کئے گئے) ہو۔

سب نے بیک زبان جواب دیا

نحن خلقنا لک

ہمیں آپ کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔

اس کے بعد میرے ساتھ والا شخص مجھے محل کے ایک کمرے کے سامنے لے گیا میں نہیں سمجھ سکا کہ وہ کمرہ یاقوت کا بنا ہوا تھا یا زبرجد کا یا پھر موتیوں سے بنا ہوا تھا۔ وہاں پر بھی انتہائی پیارے مگر چاق و چوبند بچوں نے پہلوں کی طرح خوش آمدید کہا اور میں نے ان کی وجہ تخلیق پوچھی اور انہوں نے بھی پہلے والے بچوں کی طرح جواب دیا کہ ہم آپ ہی کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔

میں نے کمرے کے اندر دیکھا اس میں نہایت خوبصورت قسم کے رنگارنگ بستر انتہائی قرینے سے تہہ بہ تہہ رکھے ہوئے تھے اور نقش ونگار سے مزین چادریں نہایت سلیقے سے بچھی ہوئی تھیں ساتھ والا شخص مجھے کمرے کے اندر لے گیا کمرے کے دو دروازے تھے میں دو تکیوں کے درمیان لیٹ گیا تو میرے ساتھ والے شخص نے کہا: میں آپ کو قسم دیتا ہوں آپ ان بستروں پر لیٹ جائیں آج تو آپ نے (اللہ کی راہ میں) بڑی تکلیفیں اٹھائیں میں اٹھا اور بستروں کی تہوں پر جا کے لیٹا وہ بستر اتنے نرم تھے کہ اتنے نرم بستر پر کبھی کم از کم مجھے تو لیٹنے کا اتفاق نہیں ہوا میں ابھی لیٹ کر نرم بستر سے محظوظ ہو ہی رہا تھا کہ دو میں سے ایک دروازے سے مجھے کسی کی آمد محسوس ہوئی نگاہ اٹھائی تو ایک نہایت حسین عورت زیورات میں لدی ہوئی نظر آئی اس کے جسم پر انتہائی خوبصورت کپڑے تھے میں نے کبھی اتنی حسین عورت نہیں دیکھی نہ اس کے زیورات جیسے زیورات کبھی دیکھے اور نہ ہی اس کے کپڑے جیسے عمدہ ترین کپڑے دیکھنے کو ملے بستروں کے درمیان سے وہ اندر آئی میرے سامنے کھڑی ہو کر سلام کیا میں نے سلام کا جواب دیا اس کے بعد پوچھا:

من انت بارک اللہ فیک

تم کون ہو اللہ تم میں برکت ڈالے

اس نے کہا:

انا زوجتک من الحور العین

میں آپ کی حورعین میں سے بیوی ہوں اور فرط خوشی میں کھلکھلا کے ہنسنے لگی۔

اس کے بعد وہ مجھ سے بات چیت کرنے لگی اور اپنے ساتھ موجود ایک رجسٹر سے دنیوی بیویوں کا حال سنانے لگی (کہ وہ کیسی نخرے والی شوہر کا خیال نہ رکھنے والی ہوتی ہیں اسی اثناء میں دوسرے دروازے سے کسی کی آمد محسوس ہوئی دیکھا تو ایک اور عورت کھڑی نظر آئی ایسی حسین عورت میں نے کبھی نہیں دیکھی نہ اس کے زیورات جیسے زیورات کبھی دیکھے اور نہ اتنا حسن و جمال کسی کا دیکھا یہ بھی بستروں کے درمیان درمیان سے نہایت ادب اور سلیقے کے ساتھ اندر آئی اور مجھ سے بات چیت کرنے لگی پہلی عورت تھوڑا پیچھے ہٹ گئی اور مجھے نئی آنے والی عورت سے بات چیت کرنے کیلئے فارغ کر دیا تو میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اس نے کہا: ابھی رک جائیں ابھی وصال کا وقت نہیں آیا ظہر کے وقت ہی وہ لمحہ آنے والا ہے۔ بات چیت یہاں تک پہنچی تو مجھے ایک صحراء میں چھوڑ دیا گیا جہاں مجھے ان میں سے کوئی بھی انسان نظر نہیں آیا تو میں رونے لگا راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد ابھی ہم ظہر کی نماز سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ وہ شخص انتقال کر گیا (اور حوروں کے کہنے کے مطابق ظہر کے وقت حوروں سے جا ملا) (الغیلانیات – ص ۲۳۰، ۲۲۹)

مردے نے زندہ ہو کر سگریٹ نوشی سے لوگوں کو منع کیا

یہ ۱۰۴۰ کا واقعہ ہے کہ ہندوستان کے شہر بروج میں محمود نامی ایک سگریٹ نوش کا انتقال ہوا اس کے اعزا و اقرباء اس کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے یکا یک اللہ نے اسے دوبارہ زندہ فرما دیا اور وہ کہنے لگا یہ لوگ میرے بھائی کو کہاں لے جا رہے ہیں؟ اس کا بھائی گھر میں بیمار پڑا تھا اسی وقت انتقال کر گیا لوگوں نے محمود سے اس کا حال پوچھا تو اس نے کہا: دو انتہائی بارعب شخص میرے پاس آئے اور مجھے سبز رنگ کے بستروں سے آراستہ ایک جگہ لے گئے جہاں بہت سے مرد و عورت قرآن کریم کی

تلاوت کرر ہے تھے اسی دوران مجھے اپنے کچھ رشتہ دار لوگ نظر آئے میں نے کہا کہ میں بھوکا ہوں تو ایک نے میرے لئے قسم قسم کے پھلوں سے بھرا ہوا طشت لایا میں نے پیٹ بھر کر کھایا اس کے بعد پیاس لگی میں نے ان سے کہا مجھے پیاس لگ رہی ہے تو ایک نے خون سے بھرا ہوا پیالہ میرے لیے لایا اور مجھے کہا کہ یہ پی لو میں نے کہا اللہ کی قسم یہ میں کبھی بھی نہیں پیوں گا اور میں روتا ہوا سب رشتہ داروں کو چھوڑ کے پریشانی اور بے چینی دل میں لئے اٹھ کر آ گیا یکا یک ایک شخص آیا جو شکل وصورت میں عرب لگ رہا تھا مجھے روتے دیکھ کر اس نے رونے کی وجہ پوچھی میں نے کہا میں گھر کا راستہ بھول گیا ہوں اسلئے پریشان ہوں اور رو رہا ہوں اس نے کہا میں تمہیں تمہارے گھر پہنچادوں گا اور جب تم گھر پہنچ جاؤ گے تو لوگوں کو بتانا کہ سگریٹ نوشی نہ کریں اور لباس میں غیر مسلموں کی مشابہت سے اجتناب کریں۔ میں نے کہا محترم! اگر لوگ میری بات نہیں مانیں تو؟ اس نے کہا آپ کے ذمے صرف بتانا ہے۔

(زجر ازباب الریان-ص ۷٤)

سبِّ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وجہ سے کلمہ نہ پڑھ سکا

حضرت عبدالملک بن نمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں ایک شخص میتوں کے لئے کفن کے کپڑے دیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ایک شخص کا انتقال ہو گیا، اطلاع پا کر یہ شخص اس میت کے پاس پہنچا، اس کو کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔ اچانک اس نے سانس لیا اور اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا کر کہنے لگا، ان لوگوں نے مجھے دھوکہ دیا ہے، مجھے ہلاک کیا ہے، یہ جہنم ہے، ہائے! مجھے ہلاک کر دیا ہے، میرے لئے جہنم ہے۔ ہم نے کہا کہ کہو "لا الٰہ الا اللہ"۔ اس نے کہا: میں نہیں کہہ سکتا۔ کسی نے پوچھا کیوں نہیں کہہ سکتے؟ اس نے کہا: اس وجہ سے کہ میں ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالی دیا کرتا تھا۔

(من عاش بعد الموت مترجم: ص ۳۷)

جوان اپنے ہاتھوں کو کاٹ رہا تھا

ابوحریش رحمہ اللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ:

جب خلیفہ ابوجعفر منصور نے کوفہ کی خندق کھودی تو وہاں جتنے مردے دفن تھے، ان کے وارثوں نے اپنے مردوں کو وہاں سے منتقل کر دیا، اس دوران ایک جوان کی لاش ملی جو اپنے ہاتھوں کو خود کاٹ رہا تھا۔ (ذکر الموت)

مطلب یہ ہے کہ اس جوان نے اپنے دونوں ہاتھ کاٹ کر خودکشی کی تھی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جس طریقہ سے خودکشی ہوگی مرنے کے بعد اسی طریقہ سے ہمیشہ عمل کرتا رہے گا۔

مرد عورت کے ساتھ دھنس گیا

۶۹۷ھ کے اندر جو حوادث رونما ہو چکے ہیں اس ضمن میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ:

ساحلی علاقہ کے ایک شخص کی عورت کا انتقال ہو گیا۔ جب اس کو دفن کر کے خاوند گھر لوٹا تو اسے یاد آیا کہ قبر میں ایک رومال بھول گیا، جس میں کچھ روپے بھی تھے۔ چنانچہ اس نے اپنے علاقے کے فقیہ کو ساتھ لیا اور جا کر قبر کو کھود کر دیکھا کہ مردہ عورت بیٹھی ہوئی تھی، اس کے بالوں سے مشکیں بندھی ہوئی تھیں اور پاؤں بھی جکڑے ہوئے تھے۔ اس آدمی نے کھولنے کی بڑی کوشش کی لیکن مشکیں نہ کھل سکیں، جب کھولنے سے عاجز آ گیا تو زور لگا کر توڑنا چاہا مگر اسی وقت وہ مرد اس عورت کے ساتھ اس طرح دھنسا دیا گیا کہ اس کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔ فقیہ جو قبر کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے، چوبیس گھنٹے بے ہوش رہے پھر جب ہوش آئے تو انہوں نے سلطان وقت کو اس کی خبر دی۔ سلطان نے مشہور عالم ابن دقیق العید سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے عذاب قبر کی حقیقت بیان کی جس سے ہر ایک کو عبرت حاصل ہوئی۔

(تاریخ مقریزی، موت کا جھٹکا: ۲۲۷)

گدھے کی آواز

ابوقزاعہ کا بیان ہے کہ:

ہم بعض چشموں سے جو ہمارے بصرہ کے راستے میں پڑتے تھے، گزرے تو گدھے کی سی آواز سنی۔ ہم نے لوگوں سے پوچھا، یہ گدھے کی آواز کہاں سے آرہی ہے؟ اور کس کی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ایک شخص ہمارے قریب رہا کرتا تھا، جب اس کی ماں اس سے بات کرتی تو وہ اسے کہہ دیا کرتا تھا کیوں گدھی کی طرح چیختی ہے؟ اس کے مرنے کے بعد اس کی قبر سے روزانہ گدھے کی سی آواز آتی ہے۔

(کتاب الروح: ۱۲۹، من عاش بعدا لموت ابن ابی الدنیا مترجم: ۴۵)

ماں کی نافرمانی کا انجام

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ:

میں کسی ضرورت سے کہیں جارہا تھا، اچانک راستے میں ایک گدھا دیکھا جو زمین سے اپنی گردن نکال کر میرے سامنے ڈھینچوں ڈھینچوں کی آواز نکال کر دوبارہ زمین کے اندر چلا گیا۔ میں اپنے ضروری کام کی جگہ پہنچا تو انہوں نے کہا: کیا ہوا؟ آپ کے چہرے کا رنگ کیوں بدلا ہوا ہے؟

میں نے ان کو راستے کا واقعہ بتایا تو انہوں نے کہا، کیا آپ کو اس کا واقعہ معلوم ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا، دراصل یہ اس محلے کا لڑکا تھا، اس کی ماں یہاں سے قریب ہی ایک خیمہ میں رہتی ہے۔ زندگی میں جب اس کی ماں اس کو کسی بات کی فرمائش کرتی تو وہ اس کو گالی دیتا اور کہتا تم سوائے گدھی کے کچھ نہیں ہو، یہ کہہ کر اس (ماں) کے منہ پر جا کر تین مرتبہ رینگتا اور پھر زوردار قہقہہ لگاتا۔ مرنے کے بعد جب سے ہم نے اس کو دفنایا، روزانہ اس (دفن کے) وقت اپنا سر باہر نکال کر اپنے خیمے کی جانب رخ کر کے تین مرتبہ اس طرح رینگتا ہے، اس کے بعد قبر میں چلا جاتا ہے۔

(من عاش بعد الموت ابن ابی الدنیا مترجم: ۴۵)

فرشتے لعنت برساتے ہیں

حضرت خلف بن حوشب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مدائن میں ایک شخص کا انتقال ہوا، لوگوں نے اس کو کپڑے سے ڈھانپ دیا اور بعض تو وہاں سے چلے گئے اور بعض لوگ وہاں بیٹھے رہے۔ اچانک اس (میت) نے کپڑا اٹھایا یا پھر کپڑا اٹھانے کے لئے اشارہ کیا تو کسی نے کپڑا اٹھا دیا تو اس نے کہا کہ اس مسجد (مدائن کی مسجد) میں کچھ لوگ خضاب سے رنگین داڑھی لئے بیٹھے ہیں، یہ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لعن طعن کرتے ہیں اور ان سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں۔ اب جو لوگ میری روح قبض کرنے آئے ہیں، یہ ان (شاتمین صحابہ) پر لعن طعن کر رہے ہیں اور ان (شاتمین) سے بیزاری ظاہر کر رہے ہیں۔

ہم نے کہا، اے فلاں! کیا تم نے بھی ان (شاتمین) کا ساتھ دیا ہے؟
اس نے کہا: اَسْتَغْفِرُ اللّٰه ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰه۔ یہ کہہ کر بالکل ساکت ہو گیا۔

(من عاش بعد الموت مترجم: ص ۳۸)

مجھے جہنم میں لے جایا جا چکا ہے

ابوخصیب بشیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک صاحب ثروت تاجر تھا اور میری بود و باش مدائن کسریٰ میں تھی اور یہ طاعون ابن ہبیرہ کے زمانے کی بات ہے۔ ایک دن اشرف نام کے میرے ایک مزدور نے آکر بتایا کہ فلاں جگہ مدائن کے ایک گھر میں ایک شخص کا انتقال ہو گیا ہے، پہنانے کے لئے کوئی کفن کے کپڑے اس کے لئے نہیں مل رہے ہیں۔

میں اپنی سواری پر بیٹھ کر اس گھر میں پہنچا تو مجھے ایک میت کے پاس لے جایا گیا، جس کے پیٹ کے اوپر اینٹ رکھی ہوئی تھی۔

اس کے اردگرد اس کے کچھ رشتہ دار بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے مجھے اس (میت) کی عبادت اور دوسرے فضائل و مناقب سنائے۔ میں نے فوراً ایک شخص کو کفن

خرید کرلانے کے لئے اور ایک دوسرے شخص کو گورکن کو بلا کرلانے کے لئے بھیجا۔

ادھر ہم نے کچھ اینٹیں جمع کر کے چولہے کا انتظام کرلیا اور غسل دینے کے لئے پانی گرم کرنے لگے۔ اسی اثناء میں وہ (میت) اچھلی جس سے اس کے پیٹ کے اوپر سے اینٹ گرگئی اور وہ یوں آواز دینے لگی، ہائے ہلاکت! ہائے بربادی!! یہ دیکھ کر بعض لوگ تو بھاگ گئے لیکن میں اور کچھ حاضرین بیٹھے رہے۔

میں نے اس کے قریب جا کر اس کا بازو پکڑا اور اس کو ہلاتے ہوئے کہا کہ کیا ہوا؟ تو نے کیا دیکھا؟ تیرا کیا حال ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں کوفہ کے کچھ بڈھوں کے ساتھ رہا تو انہوں نے مجھے اپنے مذہب میں داخل کرلیا اور وہ ہے ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر سبّ وشتم اور ان سے بیزاری کا مذہب (یعنی شیعہ مذہب)

میں نے کہا، اب اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے، دوبارہ ایسا نہ کر۔

اس نے کہا کہ اب تو طلب ومغفرت میرے لئے کوئی سودمند نہیں رہی کیونکہ مجھے اپنے ٹھکانہ جہنم میں لے جایا جاچکا ہے۔ اور مجھے میرا ٹھکانہ دکھا دیا گیا ہے۔ اس کے بعد مجھے کہا گیا ہے کہ تو عنقریب اپنے احباب کے پاس لوٹ کر جائے گا تو اپنے ٹھکانہ کے متعلق وضاحت سے بتا دینا اس کے بعد واپس آجانا۔

ابوخصیب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اس نے یہ کلام پہلے مکمل کیا یا پہلے وہ دوبارہ مرا، اس کے بعد کلام پورا ہوا مجھے نہیں معلوم۔ (یعنی پھر فوراً ہی مرگیا)

یہ دیکھ کر میں نے کہا کہ میں اس کو کفناؤں گا نہ غسل دوں گا اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھوں گا، یہ کہہ کر میں واپس آ گیا۔ بعد میں سنا کہ اس کے ساتھیوں نے آخر اس کو غسل دیا، کفن پہنایا اور اس کا جنازہ بھی پڑھا اور میرے علاوہ جن لوگوں نے اس (میت) کا کلام سنا تھا اور میری طرح اس کے کفن دفن میں شرکت سے انکار کیا تھا، ان سے لوگوں نے کہا کہ تم کو کون سی بات ایسی بری لگی، وہ تو شیطان کا ایک چونکا تھا جو اس کی زبان سے بول رہا تھا۔

(ابوخصیب رحمۃ اللہ سے روایت کرنے والے) حضرت خلف بن تمیم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوخصیب رحمۃ اللہ سے پوچھا کہ کیا یہ واقعہ آپ نے بچشم خود

دیکھا ہے؟ تو انہوں نے کہا: بے شک یہ سارا واقعہ میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سنا۔

خلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے ابوخصیب رحمہ اللہ کے بارے میں لوگوں سے پوچھا (کہ یہ کیسے آدمی ہیں؟) تو لوگوں نے ان کے اچھے ہونے کی گواہی دی۔

خلف بن تمیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کو دیکھا ہے کہ وہ اس شیخ (ابوخصیب رحمہ اللہ) سے یہ واقعہ پوچھ رہے تھے۔

(من عاش بعد الموت مترجم: ص ۴۲-۳۹)

انسانیت کے قاتل اول قابیل کا برزخی حال

حضرت عبداللہ یمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ سمندر کا سفر کیا۔ اچانک چند دنوں تک (گھنے بادل کی وجہ سے) مسلسل سمندر میں تاریکی چھائی رہی۔ ہم ایک بستی کے قریب تھے۔ تاریکی چھٹتے ہی میں پینے کے پانی کی تلاش میں نکلا، دیکھا کہ بستی کے سارے دروازے بند ہیں اور ہوا ان دروازوں سے ٹکرا رہی ہے، میں نے دور سے آواز دی مگر کسی نے جواب نہ دیا۔ اچانک دیکھا کہ دو گھڑ سوار آ رہے ہیں، ہر ایک نشست پر ایک ایک روئیں دار سفید کپڑا تھا۔ انہوں نے مجھ سے حاجت پوچھی، میں نے سمندر کا واقعہ سنا کر کہا کہ اب میں پانی کی تلاش میں آیا ہوں۔ انہوں نے کہا، اے عبداللہ! اس راستے پر چلے جاؤ، اس کے آخری سرے پر تمہیں ایک حوض ملے گا، اس سے پانی لے کر آ جاؤ لیکن وہاں کوئی چیز دیکھ کر گھبرانا نہیں۔

میں نے کہا کہ ہوا کو روکنے والے یہ بند دروازے کیا ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ مردوں کی روحوں کے مکانات ہیں۔

میں ان کی ہدایت کے مطابق اس راستے پر چلا تو آخری سرے پر ایک حوض مل گیا، دیکھا کہ اس کے اوپر ایک شخص الٹا لٹکا ہوا ہے، اس کا سر پانی کے قریب ہے، وہ

اپنے ہاتھوں سے پانی لینا چاہتا ہے لیکن اس کے ہاتھ پانی تک نہیں پہنچتے۔ اس نے مجھے دیکھ کر آواز دی کہ اے عبداللہ (اللہ کا بندہ)! مجھے ذرا پانی پلا دو۔ میں نے حوض میں پیالہ ڈبویا تا کہ اس کو پانی دوں لیکن میرے ہاتھ کو کسی انجانی قوت نے روک لیا تو اس نے کہا، اپنا عمامہ تر کر کے میری طرف پھینک دو۔ میں نے عمامہ تر کیا تا کہ اس کی طرف پھینکوں تو دوبارہ میرے ہاتھ کو کسی نادیدہ قوت نے روک لیا۔ میں نے کہا: اے بندۂ خدا تو نے دیکھ لیا، میں نے کتنی کوشش کی۔ پیالہ بھرا تا کہ تجھے پانی پلا دوں مگر ہاتھ کو کسی نے روک لیا، عمامہ تر کیا تا کہ تیری طرف پھینکوں مگر کسی نادیدہ قوت نے میرے ہاتھ کو روک لیا، اب تو بتا کہ تو ہے کون؟

اس نے کہا، میں آدم علیہ السلام کا بیٹا ہوں اور دنیا میں سب سے پہلی خونریزی میرے ہاتھوں ہوئی تھی (یعنی قابیل)۔

(من عاش بعد الموت ،لابن ابی الدنیامترجم:ص٦٦، موت کا جھٹکا:ص۲۰۹)

مقروض کی برزخی حالت

حضرت شیبان بن حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد (حسن) اور عبدالواحد بن زید، یہ دونوں جہاد کے لئے نکلے تو دشمن کے ایک وسیع اور عمیق کنوئیں پر اچانک جا کر انہوں نے قبضہ کر لیا (مگر دشمن کا کنوئیں کے اندر چھپے رہنا چونکہ بعید نہیں تھا اس لئے) انہوں نے ایک بڑی دیگ کو رسی سے باندھ کر کنوئیں کے اندر ڈالا، جب رسی سے بندھی ہوئی دیگ کنوئیں کے اندر پہنچ گئی تو سب نے مل کر اس رسی کو مضبوطی سے پکڑا اور ایک مجاہد کو یہ ہدایت دے کر رسی پکڑ وادی کہ وہ کنوئیں میں اتریں اور دیگ میں بیٹھ کر کنوئیں کا معائنہ کر کے آئیں۔

وہ مجاہد کنوئیں کے اندر اترنے لگے تو اچانک ایک گلوگرفتہ آواز کنوئیں کے اندر سے سنی، وہ گھبرا کر اوپر کی طرف واپس آ گئے اور آ کر کنوئیں کے دہانے پر کھڑے مجاہد سے پوچھا کہ کیا ایک عجیب گلوگرفتہ آواز تمہیں سنائی دی ہے؟ اس نے کہا ہاں! اچھا ایسا کرو کہ تم اوپر رہو، میں اترتا ہوں۔

یہ کہہ کر مجاہد کنوئیں میں اترے تو اسی طرح ایک گلوگرفتہ آواز سنی، پھر اس کے قریب کسی انسان کی آواز بھی سنائی دی۔ اچانک دیکھا کہ ایک شخص کچھ تختوں پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کے نیچے پانی ہے۔ مجاہد نے اس سے پوچھا کہ کیا تم کوئی جن ہو یا انسان ہو؟

اس نے کہا انسان ہوں۔ مجاہد نے کہا، تو یہاں کیسے؟ اس نے کہا، میں انطاکیہ کا رہنے والا ہوں، میرا انتقال ہوا تو میرے رب نے مجھے کچھ قرضے کی وجہ سے یہاں بند کر دیا، میرے بال بچے انطاکیہ میں ہیں، وہ مجھے یاد نہیں کرتے اور نہ ہی میرے قرضے ادا کرتے ہیں۔

یہ مجاہد فوراً کنوئیں سے باہر نکل آئے اور مجاہد ساتھیوں سے کہا، ایک جہاد کے بعد اب دوسرا جہاد کرنا ہے، جو چاہیں گھر واپس چلے جائیں۔ یہ کہہ کر وہ کچھ مجاہدین کو ساتھ لے کر کرایہ کی سواریوں میں انطاکیہ پہنچے، وہاں جا کر اس شخص کے بارے میں اور اس کی اولاد کے بارے میں پتہ کیا تو اتفاقاً جن سے اس شخص کا پتہ معلوم کرنا چاہا، وہی لوگ اس شخص کی اولاد تھے۔ انہوں نے کہا، بالکل درست ہے، وہ ہمارے ہی والد ہیں، ہم نے اپنی ایک زمین فروخت کی ہے، آپ ہمارے ساتھ چلیں ہم اپنے والد کے قرضے ادا کر دیتے ہیں۔

یہ مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ہم انطاکیہ سے دوبارہ اس کنوئیں کی طرف لوٹے پورے یقین پر تھے کہ وہ شخص اب بھی وہیں ہوگا لیکن جب ہم وہاں پہنچے تو نہ کوئی کنواں تھا نہ اس کا کوئی نام ونشان۔

شام ہوگئی تو ہم نے رات وہیں بسر کی تو خواب میں دیکھا کہ وہ شخص ہمیں کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو بہترین جزاء عطا فرمائے، جیسے ہی میرے قرضے ادا کر دیئے گئے، میرے اللہ نے فوراً مجھے اس کنوئیں سے جنت میں منتقل کر دیا۔

(موت کا جھٹکا: ص ۳۰۷، من عاش بعد الموت مترجم: ص ۶۸)

قبر سے کلمہ کی آواز

ابن رجب اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص معافی بن عمران کی قبر پر تلقین کرنے لگا اور کلمہ پڑھنے لگا تو قبر سے بھی کلمہ طیبہ کی آواز آنے لگی۔

(شرح الصدور:ص ۹۰)

قبر سے اذان کا جواب

یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ ایک گورکن نے مجھے بتایا کہ قبروں میں جو سب سے زیادہ عجیب چیز دیکھی ہے وہ یہ ہے کہ ایک قبر سے ایک مریض کی طرح کے کراہنے کی آواز آتی تھی اور ایک قبر سے موذن کی اذان کے جواب کی صاف طور پر آواز آیا کرتی تھی۔ (لالکائی السنۃ/شرح الصدور)

عذاب سے پناہ مانگنے کی آواز

حرث بن اسد محاسبی رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ میں ایک قبرستان میں گیا تو ایک قبر سے آواز آرہی تھی کہ میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔

(لالکائی /شرح الصدور ۹۲)

قبر میں نیکی اور بدی کا اختتام

یونس بن جلیس رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن صبح کے وقت دمشق کے قبرستان کے پاس سے گزر رہا تھا تو کوئی قبر سے کہہ رہا تھا کہ یہ یونس بن جلیس رحمۃ اللہ ہیں، ہجرت کر کے آئے ہیں اور ہم ہر ماہ حج اور عمرہ ادا کرتے ہیں اور ہم نماز پڑھتے ہیں اور تم لوگ عمل کرتے ہو اور جانتے نہیں ہم جانتے ہیں اور عمل نہیں کر سکتے۔
یونس رحمۃ اللہ کہتے ہیں، میں نے کہا سبحان اللہ! میں تمہاری گفتگو سنتا ہوں مگر تم سلام کا جواب کیوں نہیں دیتے۔انہوں نے قبر سے آواز دی کہ ہم نے تمہارا اسلام سنا

مگر جواب دینا ایک نیکی کا کام ہے لیکن اب نیکی اور بدی ہمارے بس میں نہیں ہے۔

(ابو نعیم حلیۃ الاولیاء / شرح الصدور)

تمہیں خوشخبری ہو

امام اوزاعی رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ باب توما کے قبرستان میں میسرہ بن جلیس رحمۃ اللہ گزرے اور آپ نابینا تھے اس لئے آپ کے ساتھ ایک شخص تھا انہوں نے کہا کہ:

السلام علیکم یااھل القبور انتم سلفنا ونحن خلف لکم فرحمنا اللہ وایاکم وغفرلنا ولکم.

قبر سے ایک مردہ کی آواز آئی۔ اے دنیا والو! تمہیں خوشخبری ہو تم ایک ماہ میں چار مرتبہ حج کرتے ہو۔ میں نے کہا وہ کس طرح؟ تو اس نے کہا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ ہر جمعہ المبارک کو تمہیں حج مبرور کا ثواب ملتا ہے۔ میں نے اس قبر والے سے پوچھا کہ تمہارا سب سے بہترین عمل کون سا تھا تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنا، لیکن اب تو نہ ہماری کوئی نیکی زیادہ ہوتی ہے اور نہ ہی برائی کم ہوتی ہے۔

(ابن عساکر/شرح الصدور:۹۳)

تم بھی اسی طرح ہو جاؤ گے، قبر سے آواز

سلیمان بن یسار حضرمی رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ لوگوں کا ایک چھوٹا سا قافلہ ایک قبرستان سے گزر رہا تھا انہوں نے قبرستان سے یہ اشعار سنے:

یاایھا الرکب سیروا، من قبل ان لاتسیروا
فھذہ الدار حقۃ، فیھا الینا المصیر
کم منعم فی نعیم، وتسلبنہ الدھور
وآخر فی عذاب، لیس ذاک المصیر

"اے سوارو چلو کہ اس سے پہلے تم پر ایسا زمانہ آئے کہ تم نہ چل سکو۔ یہ گھر حق ہے اور اس میں تم ہمارے پاس آجاؤ گے اور ہر شخص کی نعمت زمانہ چھین لے گا اور کچھ لوگ

عذاب گاہ میں ہوں گے اور بے شک وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ جس طرح تم ہو اسی طرح ہم تھے۔ اور اب ہم جس طرح ہیں تم بھی اسی طرح ہو جاؤ گے۔ (یعنی مردہ)۔

(ابن ابی الدنیا /شرح الصدور: ۹۵)

تمہارا بھی یہی گھر بننے والا ہے قبر سے آواز

ابن ابی الدنیا اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ یزید بن شریح ہیثمی نے قبر سے یہ آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا تھا کہ آج تم ہم جنسوں کی زیارت کرنے کے لئے آئے ہو اور ہم بھی دنیا پر تمہاری طرح تھے اور زندگی میں تمہاری شکل تھے اب اس جنگل میں ہماری شکلیں ہوا کے ساتھ اُڑ رہی ہیں اور ہم ایک تنگ کوٹھری میں ہیں اور تمہارے ہاں نہیں آسکتے۔ اور اب ہم سے کوئی لوٹ کر واپس نہیں جا سکتا اور اب تمہارا بھی یہی گھر اور ٹھکانہ بننے والا ہے۔ (امام احمد: زھد/شرح الصدور: ۹۵)

بعد شہادت کشتی والوں سے خطاب

سعید عمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کچھ مجاہد سمندر میں جہاد کرنے نکلے، تو ایک نوجوان آیا، اس نے درخواست کی کہ مجھے بھی اپنے ساتھ سوار کر لو لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ جب اس نے بہت زیادہ اصرار کیا تو اس کو شامل کر دیا گیا۔ کشتی میں سوار ہو گیا، جب دشمن سے جنگ ہوئی تو اس نے اپنی جواں مردی کے جوہر دکھائے اور شہید ہو گیا، بعد شہادت اس کا سر کھڑا ہو گیا، اور کشتی والوں کی طرف متوجہ ہو کر قرآن پاک کی تلاوت کرنے لگا اور پڑھا:

"تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ نَجْعَلُھَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوّاً فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَاداً وَّالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ."

ترجمہ: "یہ آخرت کا گھر ان لوگوں کو ہم دیتے ہیں جو زمین میں سرکشی اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے اور انجام کار پرہیزگاروں کے لئے ہے"۔

(ابن ابی الدنیا/شرح الصدور: ۹۷)

تین حوروں سے نکاح

محمد وراق رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ مبارک نامی ایک حبشی تھے۔وہ جائز کام کیا کرتے تھے۔ہم ان سے کہا کرتے تھے اے مبارک! تم نکاح نہیں کرو گے؟ تو وہ جواب دیتے تھے کہ میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ حور سے میرا نکاح کردے، راوی کہتے ہیں کہ ہم جہاد میں شریک ہوئے جس میں دشمن ہم پر حملہ آور ہوا اور اس میں مبارک شہید ہوئے۔اور جب ہم ان پر سے گزرے تو ہم نے دیکھا کہ ان کا سر الگ پڑا تھا اور دھڑ ایک طرف تھا اور وہ پیٹ کے بل گرے ہوئے تھے ان کے ہاتھ سینے کے نیچے تھے ہم ان کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا اے مبارک! اللہ تعالیٰ نے کتنی حوروں کے ساتھ تمہاری شادی کرائی انہوں نے ہاتھ اوپر کر کے تین انگلیوں سے اشارہ کیا یعنی تین حوروں سے۔ (کرامات اولیاء: ص ۲۶۳)

شہادت کے بعد بول کر مسلمان کیا

بعض صاحب کشف بزرگوں نے فرمایا تھا کہ دمیاط کی فتح ایک یمنی کے ہاتھ پر ہوگی۔ دمیاط کے جہاد میں شریک ہونے والوں میں ایک فقیہ عالم ولی عارف عبد الرحمٰن نویری رحمۃ اللہ بھی تھے جو اس میں شہید بھی ہوئے۔آپ کا قاتل فرنگی کہتا ہے کہ میں نے عبدالرحمٰن کو قتل کیا، پھر کہا اے مسلمانوں کے قسیس (عالم) تم اپنی کتاب میں پڑھتے ہو۔

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴾ (آل عمران: ۱۶۹)

”تو ہرگز ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں مردہ گمان نہ کر بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے رزق پہنچائے جاتے ہیں“۔

میں نے کہا یہ بھی تو تمہارا عالم ربانی ہے۔اس وقت آپ نے آنکھیں کھولیں اور سر اٹھا کے کہا:

''ہاں زندہ ہیں اس کے پاس رزق کھاتے ہیں''۔
پھر خاموش ہو گئے۔ جب میں نے یہ واقعہ دیکھا اور ان کی گفتگو سنی تو اس وقت سے اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے کفر کو نکالا اور میں ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ وہی فرنگی کہتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ان کی برکت سے اور ان کے ہاتھ پر مسلمان ہونے کے سبب اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمائیں گے۔ اور جب ہی سے حضرت عبدالرحمٰن کو شہید ناطق کہتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ کی بہت سی کرامات ہیں۔

(روض الریاحین، کرامات اولیاء: ۲۸۰)

شہید نے رومی کا سر اُڑا دیا

ابو عمران الجونی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا۔ انہوں نے فرمایا مسلمانوں میں ایک شخص بطال نامی تھا، وہ رومیوں کے علاقہ میں چلا جاتا اور ان کا حلیہ اپنا لیتا اور اپنے سر پر انہیں کی ٹوپی پہن کر انجیل گلے میں لٹکا لیتا تھا پھر اگر اسے دس سے پچاس تک رومی کہیں مل جاتے تو انہیں قتل کر دیتا، اگر اس سے زیادہ ہوتے تو انہیں کچھ نہیں کہتا تھا۔ چونکہ رومی اسے اپنا پادری سمجھتے تھے اس لئے اسے کچھ نہیں کہتے تھے۔ اس طرح سے سالہا سال تک وہ رومیوں کے اندر گھس کر یہ خفیہ کاروائیاں کرتا رہا۔
ہارون الرشید کے زمانے میں وہ واپس آیا تو ہارون الرشید نے اسے بلایا اور فرمایا اے بطال! رومیوں کے ملک میں جو سب سے عجیب واقعہ تمہارے ساتھ پیش آیا ہو وہ سناؤ، اس نے کہا حاضر اے امیر المؤمنین! لیجئے سنئے:
میں ایک بار کسی سبزہ زار سے گزر رہا تھا کہ ایک نیزہ بردار مسلح شخص شہسوار میرے پاس آیا اور اس نے مجھے سلام کیا میں سمجھ گیا کہ یہ مسلمان ہے میں نے اسے جواب دیا، اس نے مجھے کہا کیا آپ بطال کو جانتے ہیں میں نے کہا کہ میں بطال ہوں تمہیں کیا کام ہے؟ اس نے گھوڑے سے اتر کر مجھے گلے لگا لیا اور میرے ہاتھ پاؤں چومے اور کہا کہ میں اس لئے آیا ہوں تاکہ زندگی بھر آپ کا خادم بن کر رہوں۔ میں نے اسے دعا دی اور ساتھ لے لیا۔

ایک بار ہم جا رہے تھے کہ رومیوں نے ہمیں دور ایک قلعہ سے دیکھ لیا، وہاں سے چار مسلح سپاہی گھوڑے دوڑاتے ہوئے ہماری طرف بڑھے، اس نوجوان نے کہا کہ اے بطال! مجھے اجازت دیجئے کہ میں ان کا مقابلہ کروں، میں نے اجازت دے دی وہ ان کے مقابلے پر نکلا اور تھوڑی دیر کے مقابلہ کے بعد شہید ہو گیا، وہ چاروں میری طرف حملہ کرنے کے لئے بڑھے اور کہنے لگے تم خود کو بچاؤ اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ چھوڑ جاؤ۔ میں نے کہا: میرے پاس تو یہی ٹوپی اور انجیل ہے، اگر تم مجھ سے لڑنا چاہتے ہو تو مجھے مہلت دو تا کہ میں اپنے ساتھی کا اسلحہ پہن لوں اور اس کے گھوڑے پر سوار ہو جاؤں۔

انہوں نے کہا، ٹھیک ہے تمہیں اجازت ہے۔

میں تیار ہو گیا تو وہ پھر آگے بڑھے، میں نے کہا کہ یہ کیسا انصاف ہے کہ چاروں مل کر ایک پر حملہ کر رہے ہو؟ تم بھی ایک ایک کر کے میرا مقابلہ کرو۔

انہوں نے کہا کہ تم ٹھیک کہتے ہو۔ چنانچہ وہ ایک ایک کر کے میرے مقابلے پر آتے رہے، میں نے تین کو مار گرایا، مگر چوتھے کے ساتھ مقابلہ سخت رہا، لڑتے لڑتے ہمارے نیزے اور ڈھالیں ٹوٹ گئیں۔ پھر دونوں میں کشتی شروع ہو گئی مگر کوئی غالب نہ آسکا، میں نے اسے کہا کہ اے رومی! میری نماز قضا ہو رہی ہے اور تمہاری عبادت بھی چھوٹ رہی ہو گی تو کیوں نہ ہم اپنی اپنی عبادت کو ادا کریں اور رات کو آرام کریں، کل صبح پھر مقابلہ کریں۔

اس نے کہا یہ ٹھیک ہے، وہ خود ایک پادری تھا۔ ہم نے ایک دوسرے کو چھوڑ دیا، میں نے اپنی نمازیں پڑھیں اور وہ کافر بھی کچھ کرتا رہا۔ سوتے وقت اس نے کہا۔ تم عرب لوگ دھوکے باز ہوتے ہو، پھر اس نے دو گھنٹیاں نکالیں۔ ایک اپنے کان پر اور ایک میرے کان پر باندھ دی اور کہا، تم اپنا سر میرے اوپر اور میں اپنا سر تمہارے اوپر رکھوں گا، ہم میں سے جو بھی حرکت کرے گا اس کی گھنٹی بجے گی تو دوسرا متنبہ ہو جائیگا۔

میں نے کہا ٹھیک ہے صبح میں نے نماز پڑھی اور وہ کافر کچھ کرتا رہا۔ پھر ہم کشتی میں مشغول ہو گئے، میں نے اسے پچھاڑ دیا اور اس کے سینے پر بیٹھ کر اسے ذبح کرنے

کا ارادہ کیا اس نے کہا کہ اس بار مجھے چھوڑ دو تا کہ ہم پھر مقابلہ کریں۔

میں نے اسے چھوڑ دیا، جب دوبارہ مقابلہ ہوا تو میرا پاؤں پھسل گیا وہ مجھے گرا کر سینے پر بیٹھ گیا اور اس نے خنجر نکال لیا میں نے کہا کہ میں تمہیں ایک بار موقع دے چکا ہوں کیا تم مجھے موقع نہیں دو گے؟ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے اور مجھے چھوڑ دیا، جب تیسری بار کی لڑائی میں اس نے مجھے پھر گرا دیا اور میرے کہنے پر مجھے چھوڑ دیا، جب چوتھی بار اس نے مجھے گرایا تو کہنے لگا کہ میں تمہیں پہچان چکا ہوں کہ تم بطال ہو اب میں تمہیں لازماً قتل کروں گا اور زمین کو تجھ سے راحت دوں گا میں نے کہا کہ اگر میرے اللہ نے مجھے بچانا چاہا تو تم نہیں مار سکو گے، اس نے کہا کہ تم اپنے رب کو بلاؤ کہ وہ تمہیں مجھ سے بچائے، یہ کہہ کر اس نے خنجر بلند کیا تا کہ میری گردن پر وار کرے۔

اے امیر المؤمنین! اس وقت میرا شہید ساتھی اٹھا اور اس نے تلوار مار کر اس رومی کا سر اڑا دیا اور اس نے یہ آیت پڑھی:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ﴾

(آل عمران: ۱۶۹)

”تم شہیدوں کو مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ تو زندہ ہیں“۔

پھر وہ دوبارہ گر گیا، یہ وہ عجیب ترین واقعہ ہے جو میں نے اپنی زندگی میں دیکھا ہے۔ (فضائل جہاد: ۴۴۸)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل ابن ملجم کا انجام

عصمت عبادانی سے روایت ہے کہ میں ایک جنگل میں گشت کر رہا تھا، وہاں ایک عبادت خانے میں ایک راہب سے ملاقات ہوگئی۔ ملاقات کے دوران میں نے اس سے درخواست کی کہ آپ نے اس جنگل میں عجیب عجیب مشاہدات کئے ہوں گے۔ سب سے زیادہ عجیب واقعہ بیان کیجئے۔

چنانچہ راہب نے بیان کرنا شروع کیا کہ میں ایک دن بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک سفید پرندہ شتر مرغ کی شکل کا اس پتھر پر گرا اور پھر اس نے اپنے منہ سے ایک سر

اگل دیا، اس کے بعد پاؤں، پنڈلی وغیرہ اگلتا رہا، جب وہ اعضاء کو اگلتا تو ہر عضو دوسرے عضو کے ساتھ فوراً جڑ جاتا تھا، یہاں تک کہ تمام اعضاء جب پورے ہوگئے تو پورا ایک آدمی بن گیا، اس آدمی نے جب اٹھنے کا ارادہ کیا تو اس پرندے نے ایک چونچ ماری اور اعضاء کو ٹکڑے کر کے نگلنے لگا۔

اس منظر کو میں کئی دن برابر دیکھتا رہا، مجھے سخت حیرت ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت وعظمت کا کامل یقین ہوگیا اور مجھے یقین ہوگیا کہ اس زندگی کے بعد بھی ایک دوسری زندگی ہے۔ میں نے اس پرندے کو خطاب کر کے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیا اور التجا کی کہ تو ذرا اس شخص کو مہلت دے تا کہ میں اس سے حقیقت حال دریافت کروں۔

اس پرندے نے عربی میں مجھے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کا مالک ہے اور اسی کو بقاء ہے۔ وہ ہر چیز کو فنا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ میں پرندے کی شکل میں اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم پر مقرر کیا ہے کیونکہ اس شخص نے جرم کیا ہے۔ پھر میں نے اس شخص کو مخاطب کر کے پوچھا کہ اے بدقسمت شخص! تو کون ہے؟ تیرے ساتھ یہ برتاؤ کیوں ہو رہا ہے؟

اس نے جواب دیا کہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل ابن ملجم ہوں، حضرت علی کو قتل کرنے کے بعد جب میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش ہوا تو مجھے ایک کتاب دی گئی جس میں پیدائش سے لے کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے تک کے تمام اعمال درج تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو میرے اوپر مقرر کر دیا ہے، یہ قیامت تک مجھے یہی عذاب دیتا رہے گا جو تم نے دیکھ لیا ہے، اس کے بعد وہ شخص خاموش ہوگیا۔ اس پرندے نے ایک چونچ ماری جس سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا، پھر پرندہ ان اعضاء کو یکے بعد دیگر نگل گیا اور وہاں سے ایسا رخصت ہوا کہ نظر نہ آیا۔

(ابن عساکر، تاریخ ابن نجار، موت کا جھٹکا: ۱۱۲، شرح الصدور: ۷۶)

کاش دو رکعتیں نصیب ہو جائیں

حضرت ابن مینا رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں قبرستان گیا اور ہلکی دو رکعتیں پڑھ کر

ایک قبر کے پاس لیٹ گیا۔ حالت بیداری میں قبر سے آواز آئی، میں نے سنی۔ تم عمل کرتے ہو مگر جانتے نہیں اور ہم جانتے ہیں عمل نہیں کر سکتے، خدا کی قسم! اگر تیری طرح مجھے دو رکعتیں نصیب ہو جائیں تو یہ میرے لئے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

(ابن ابی الدنیا/موت کا جھٹکا:۲۶۸)

بہتر عمل استغفار پایا

حضرت اوزاعی رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ میسر بن جلیس دمشق کے قبرستان سے گزرے اور قبر والوں کو سلام کر کے کہا اے قبر والو! تم ہمارے پیش رو ہو ہم تمہارے تابع ہیں، اللہ تعالیٰ ہم پر اور تم پر رحم کرے اور بخش دے۔ اے قبر والو! ہم بھی تمہاری ہی طرح گویا مر چکے ہیں۔ اس کے بعد قبر کے ایک مردے نے کہا، اے اہل دنیا تمہیں خوشی ہو کہ مہینے میں چار مرتبہ تم حج کرتے ہو۔ میسرہ نے پوچھا کیسا حج؟ جواب ملا، تم جمعہ جو پڑھتے ہو اس پر حج کا ثواب ملتا ہے۔ میسرہ نے پوچھا تم نے سب سے بہتر کون سا عمل پایا؟ قبر کے مردے نے جواب دیا استغفار، اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرنا۔

(ابن عساکر/موت کا جھٹکا:۲۶۹)

شہید ہونے والے اپنے زندہ مجاہد ساتھی کی مدد کے لئے پہنچ گئے

حضرت عبداللہ شامی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم رومیوں سے جہاد کے لئے جمع ہوئے تو دشمن کا سراغ لگانے کے لئے ہم سے کچھ افراد نکل پڑے۔ ان میں سے ہم دو مجاہد الگ راستے سے نکلے۔ فرماتے ہیں کہ ہم برابر چلتے رہے۔ اچانک ایک معمر رومی کو دیکھا وہ اپنے گدھے کو ہانک رہا تھا، گدھے پر ایک پالان، پالان کے نیچے بچھانے کا ایک کمبل اور ایک خرجی تھی۔ جب اس نے ہمیں دیکھا تو فوراً میان سے تلوار نکالی، اس کو ہلایا اور یکدم گدھے پر کاری ضرب لگائی جس سے خرجی، پالان، پالان

کے نیچے کمبل اور گدھا سب دو ٹکڑے ہو گئے۔ اس کے بعد اس نے ہمیں مخاطب ہو کر کہا کہ تم دونوں نے دیکھ لیا کہ میں نے کیا کیا؟ ہم نے کہا، ہاں خوب دیکھ لیا۔ اس نے کہا، اب آؤ میدان میں۔ یہ سنتے ہی ہم دونوں نے اس پر حملہ کر دیا، تھوڑی دیر کی لڑائی میں میرا دوسرا ساتھی شہید ہو گیا تو مجھے مخاطب کر کے رومی نے کہا کہ تمہارے ہم سفر کا کیا حشر ہوا دیکھا؟

میں نے بے بسی کے عالم میں کہا، ہاں۔ اتنا جواب دے کر میں مقابلہ کرنے کے بجائے اپنے دوسرے ساتھیوں کی تلاش میں نکلا۔ ابھی تھوڑا ہی دور گیا تھا کہ دل میں ملامت وندامت کا ایک طوفان اُمڈ آیا۔ اپنے آپ سے کہا کہ تیرا ستیاناس ہو، تیرا ہمسفر تو جنت جانے میں تجھ سے سبقت لے گیا اور تو بھگوڑا بن کر اپنے دوسرے ساتھیوں کے پاس جا رہا ہے۔

ان خیالات سے مجبور ہو کر میں دوبارہ رومی کے پاس اُلٹے پاؤں چلا گیا گھوڑے سے اترا، ڈھال اور تلوار ہاتھ میں لی، پیدل جا کر اس پر تلوار سے وار کیا لیکن یہ وار خطا ہو گیا، رومی نے بھی وار کیا وہ بھی اچٹ گیا۔ اس کے بعد میں نے اسلحہ پھینک کر رومی کو اپنے بازوؤں سے جکڑ لیا تو رومی نے مجھے اوپر اٹھایا اور زمین پر پٹخ کر مارا اور میرے سینے پر بیٹھ گیا۔ سینے پر صحیح طرح بیٹھنے کے بعد اس نے مجھے قتل کرنے کے لئے اپنے ساتھ موجود کوئی چیز نکالنی چاہی۔ اتنے میں میرا دوسرا ہم سفر جو شہید ہو چکا تھا وہ آ پہنچا اور رومی کی گردن کے بال پکڑ کر میرے سینے سے نیچے زمین پر اس کو گرا دیا اور ہم نے ایک دوسرے کے تعاون سے رومی کو قتل کر دیا اور اس کے ساتھ جو سامان تھا وہ ہم نے لے لیا۔ میرا شہید ساتھی راستے میں چلتے چلتے میرے ساتھ بات چیت کرتا رہا یہاں تک کہ ایک درخت کے پاس پہنچے تو وہ پھر پہلے کی طرح شہید ہو کر زمین پر لیٹ گیا۔ میں نے واپس آ کر دوسرے ساتھیوں کو سارا قصہ سنایا تو وہ اس کو دیکھنے کے لئے اس درخت کے پاس گئے اور اس جگہ اس کو سب نے شہادت کی حالت میں دیکھا۔ (من عاش بعدالموت مترجم: ۵۰-۴۸)

حوروں نے شہید کا استقبال پر ناز شکوے کے ساتھ کیا

حضرت ابوادریس مدنی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ زیاد نامی مدینہ منورہ کا ایک شخص ہمارے پاس آیا ہم نے سرزمین روم کی ایک عمارت پر جو کہ گرجا گھر کے مشابہ تھی حملے کا پروگرام بنایا تو زیاد سمیت ہم تین مجاہد ساتھیوں نے عمارت والے شہر کا محاصرہ کرلیا۔ ان میں ایک تو میں تھا اور ایک زیاد اور مدینہ منورہ کا ایک مجاہد تھا۔ محاصرے کے دوران ایک دن ہم نے اپنے ایک ساتھی کو کھانا لانے بھیجا۔ وہ ابھی نکلا ہی تھا کہ زیاد کے قریب منجنیق سے پتھروں کی بارش کردی گئی اور زیاد کے گھٹنے پر ایک پتھر زور سے آ لگا جس سے وہ بے ہوش ہوگیا تو میں نے اس کو کھینچ کر کسی محفوظ جگہ لے جانے کی کوشش شروع کردی، اتنے میں ہمارا کھانا لانے والا ساتھی آ گیا۔ میں نے اس کو آواز دی، وہ آیا، ہم دونوں زیاد کو تیر یا منجنیق کے پتھروں کی زد سے باہر ایک محفوظ جگہ لے آئے۔

یہ واقعہ صبح کو ہوا تھا اس وقت سے لے کر اب تک کافی وقت گزر چکا تھا مگر زیاد کے کسی عضو میں کوئی حرکت محسوس نہیں ہوئی۔ ہم پریشان تھے کہ اچانک زیاد ہنس پڑا یہاں تک کہ اس کے دانت ظاہر ہو گئے، پھر ساکت ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ رونے لگا یہاں تک کہ اس کے آنسو اس کے رخساروں پر بہہ پڑے، پھر خاموش ہو گیا۔ ہم یہ سب دیکھ رہے تھے کہ اچانک اس نے آنکھیں کھول دیں اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور ہم سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ میں یہاں کیسے آیا؟

ہم نے کہا کہ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تمہیں کیا ہوا ہے؟

اس نے کہا نہیں۔ ہم نے کہا کہ کیا تمہارے قریب جو منجنیق کے پتھر گرے تھے تمہیں یاد نہیں؟ اس نے کہا ہاں یاد تو ہے۔ ہم نے کہا اس منجنیق کے پتھر سے تم زخمی ہو کر بے ہوش ہو گئے تھے تو ہم نے تمہیں یہاں منتقل کر دیا۔ (کہ یہ محفوظ جگہ ہے)

اس نے کہا ٹھیک ہے، اب میں تمہیں اپنا حال سناتا ہوں کہ مجھے ایک یاقوت یا زبرجد کے پتھروں سے بنے ہوئے محل میں لے جایا گیا جہاں تہ بہ تہ بستر رکھے ہوئے تھے اور ان کی دو جانب چھوٹے چھوٹے تکئے سجے ہوئے تھے۔ جب میں ان بستروں پر

سیدھا ہو کر بیٹھا تو میں نے اپنی دائیں طرف زیورات کی جھنجھناہٹ سنی اور فوراً ایک عورت نکلی، مجھے نہیں معلوم کہ وہ زیادہ خوبصورت تھی یا اس کے لباس یا پھر اس کے زیورات زیادہ خوبصورت تھے۔ تکیوں کی ایک طرف سے ہو کر وہ میرے پاس آئی اور مجھے ان الفاظ میں خوش آمدید کہا کہ ہاں ایسے شخص کی تشریف آوری مبارک ہو کہ جواز راہ ناانصافی اللہ تعالیٰ سے کبھی ہمیں نہیں مانگتے، ہم تو آپ کی فلاں اہلیہ کی طرح نہیں ہیں۔

جب اس نے اس طرح کہا تو میں نے انہی الفاظ میں جواب شکوہ سنایا تو وہ ہنس پڑی اور آ کر میری دائیں جانب بیٹھ گئی۔ میں نے کہا تم کون ہو؟

اس نے کہا، میں آپ کی (جنتی) اہلیہ "حور" ہوں۔ یہ سن کر میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو کہنے لگی، ابھی رک جائیں آپ ہمارے پاس ظہر کے وقت ہی آرہے ہیں۔ یہ سن کر میں رونے لگا۔ اتنے میں میری بائیں جانب زیورات کی جھنجھناہٹ محسوس ہوئی، مڑ کر دیکھا تو اس شان کی ایک اور عورت کھڑی نظر آئی اور اس نے بھی پہلی کی طرح پرناز شکوہ کیا تو میں نے بھی حسب سابق جواب شکوہ سنایا۔ اس نے بھی بتایا کہ وہ میری ہی (جنتی) اہلیہ ہے تو میں ہنسا، وہ میری بائیں جانب بیٹھ گئی۔ میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو کہنے لگی، ذرا ٹھہریئے ابھی ظہر کے وقت ہی آپ ہمارے پاس آنے والے ہیں، یہ سن کر میں پھر رونے لگا۔

حضرت ابوادریس رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ بیٹھے بیٹھے ہمارے ساتھ اس طرح باتیں کر رہا تھا، اتنے میں ظہر کی اذان ہوئی تو وہ ایک طرف جھک گیا اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ (من عاش بعدالموت مترجم:۵۶/۵۹)

شہید کا سرتن سے جدا ہو کر تلاوت کرنے لگا

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید بن اسلم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں تین مجاہد نوجوان تھے جو وقتاً فوقتاً سرزمین روم جا کر حملے کر کے واپس آجاتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ تینوں رومیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ گرفتاری کے بعد ان کو شاہ روم کے سامنے پیش کیا گیا تو بادشاہ نے ان پر اپنا دین پیش کیا۔ انہوں نے کہا اسلام کے علاوہ کوئی اور مذہب تو قطعاً قبول

نہیں، ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔

بادشاہ نے یہ سن کر گرفتار کر کے لانے والوں سے کہا کہ ان کو لے جاؤ۔ بادشاہ ایک ندی کے پاس ایک چھوٹے سے ٹیلے پر بیٹھا ہوا تھا، اہلکاران کو پکڑ کر ندی کے کنارے پر لے گئے۔ ایک مجاہد کی گردن تن سے جدا کر دی تو اس کا سر ندی میں جا گرا اور گر کر اچانک سب کے برابر میں سیدھا کھڑا ہو گیا (جیسے زندہ انسان کا سر ہوتا ہے) اور اپنا چہرہ سب کی طرف کر دیا اور زبان پر یہ آیات جاری تھیں:

﴿يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ، ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً، فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ، وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ﴾

[الفجر ۳۰-۲۷]

"اے نفس مطمئنہ! چل اپنے رب کی طرف اس طرح کہ تو بھی خوش ہونے والا ہے اور تجھے بھی پسند کیا جا رہا ہے۔ پھر داخل ہو جا میرے (مقرب) بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں"۔

یہ دیکھ کر سب خوفزدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

(من عاش بعد الموت مترجم: ۵۹ / موت کا جھٹکا: ۲۷۷)

شہید کے پاس حوریں طبلہ بجا رہی تھیں

حضرت عبدالواحد بن یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک جہاد میں شریک ہوئے، دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی، اس کے بعد جب لڑائی بند ہوئی تو ہمارے ایک مجاہد ساتھی نہیں ملے ہم ان کی تلاش میں نکلے۔ آخر ایک جگہ جھاڑی کے درمیان ان کی لاش ملی۔ ان کے ارد گرد کچھ لڑکیاں تھیں جو ان کے سرہانے طبلہ بجا رہی تھیں۔ جب انہوں ہمیں دیکھا تو غصے بھرے چہرے کے ساتھ منتشر ہو گئیں، اس کے بعد وہ ہمیں نظر نہیں آئیں۔

شہید کی گواہی

حضرت عبداللہ بن عبید انصاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب کے

ہاتھوں شہید ہونے والے ایک شہید نے شہادت کے بعد اس طرح کلام کیا۔ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدیق ہیں، عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نرم مزاج اور رحم دل ہیں۔ (من عاش بعدالموت مترجم:۳۳)

عمل کرتے رہو عمل میں سستی نہ آنے دو

حضرت عبدالملک بن نمیر رحمۃ اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ربعی بن حراش رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ ہم تین بھائی تھے، ہمارے منجھلے بھائی سب سے زیادہ عبادت گزار اور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ ایک دفعہ میں گاؤں گیا ہوا تھا، گھر واپس آیا تو گھر والوں نے کہا کہ اپنے منجھلے بھائی کے پاس جلدی جاؤ کیونکہ وہ انتقال کرنے ہی والا ہے۔ میں نکلا اور بھاگا بھاگا گیا تو وہ انتقال کر چکے تھے اور ان پر ایک کپڑا ڈالا ہوا تھا، میں ان کے سرہانے بیٹھ کر رونے لگا۔

اچانک انہوں نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور السلام علیکم کہا۔

میں نے کہا، پیارے بھائی! مرنے کے بعد پھر زندگی؟

کہا ہاں! میں اپنے رب سے اس حال میں ملا کہ آرام ہے، سکون ہے، وہ مجھ سے ناراض نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے سبز باریک اور موٹے ریشم کے لباس پہنا دیئے۔ تم لوگ جیسا سمجھتے ہو میں نے (برزخی) معاملے کو اس سے آسان پایا۔ انہوں نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی۔ اس کے بعد کہا پس عمل کرتے رہو، سستی نہ آنے دو، یہ بھی تین مرتبہ دہرایا۔

پھر کہنے لگے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے بھی ملا تو آپ ﷺ نے قسم کھائی کہ جب تک میں ان کے پاس نہیں جاؤں آپ میرے انتظار میں رہیں گے، تم لوگ میری تجہیز وتکفین کا کام جلدی مکمل کرو۔

وہ یہ کہہ کر ایسے خاموش ہوئے جیسے کسی کنکری کو پانی میں پھینک دیا جائے تو آواز کے بعد وہ فوراً ساکت ہو جاتی ہے۔

ربعی بن حراش رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سب سے کہا کہ میرے بھائی کی

تجہیز و تکفین جلدی کرو۔

حضرت علی بن عبید اللہ غطفانی رحمہ اللہ اور حفص بن یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حراش کے ایک بیٹے نے یہ قسم کھائی تھی وہ کبھی نہیں ہنسے گا جب تک اس کو معلوم نہ ہو جائے کہ وہ جنت میں جائے گا یا جہنم میں۔ چنانچہ تادم آخر کسی نے اس کو کبھی ہنستے نہیں دیکھا یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد سابقہ بیان کے مطابق قصہ مذکور ہے۔ البتہ اس روایت کے آخر میں یوں ہے۔ یہ واقعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گوش گزار کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ بیان کرنے والوں نے صحیح بیان کیا۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ایک شخص اپنی موت کے بعد کلام کرے گا اور وہ افضل ترین تابعین میں سے ہو گا۔

اور حارث غنوی کی روایت میں یہ واقعہ اس طرح ہے کہ ربعی بن حراش رحمہ اللہ نے یہ قسم کھائی تھی کہ جب تک اس کو اپنا ٹھکانہ جنت یا جہنم معلوم نہ ہو جائے وہ نہیں ہنسے گا۔ چنانچہ موت تک وہ کبھی نہیں ہنسا۔ اسی طرح اس کے بھائی ربعی بن حراش رحمہ اللہ نے بھی یہ قسم کھائی تھی کہ جب تک اس کو اپنا اخروی ٹھکانہ معلوم نہ ہو جائے وہ نہیں ہنسے گا۔ حارث غنوی فرماتے ہیں۔ میں قسم سے کہتا ہوں کہ ربعی کو غسل دینے والے نے مجھے بتایا کہ غسل دیتے وقت ربعی اپنی چارپائی پر مسلسل مسکراتا رہا، یہاں تک کہ ہم اس کو غسل دینے سے فارغ ہوئے۔ (من عاش بعدالموت مترجم:۳۳)

شہادت کے متمنی برزخ سے واپس آ گئے

ابو عاصم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے بتایا کہ میرے ماموں کا انتقال ہو گیا ہم نے ان کو کپڑے سے ڈھانک دیا، اس کے بعد غسل دینے لگے تو انہوں نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور کہا کہ اے اللہ! مجھے اس وقت تک موت نہ دے جب تک میں آپ کے راستے میں کسی جہاد میں شریک نہ ہو لوں۔ چنانچہ اس کے بعد آپ زندہ رہے یہاں تک کہ بطال کے ساتھ ایک جہاد میں شہید ہو گئے۔

(من عاش بعدالموت مترجم:۳۶)

برزخی معاملہ

حضرت مغیرہ بن حذف رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ رؤبہ بنت ہیجان نے بیان کیا کہ وہ سخت بیمار ہوئی، یہاں تک کہ لوگوں کو یقین ہو گیا کہ وہ مر گئی ہے تو انہوں نے اس کو غسل دیا، کفن پہنائے، اچانک اس نے متحرک ہو کر سب کی طرف دیکھا اور کہا کہ خوشخبری سنو تم جس درجے کا خوف مجھے دلایا کرتے تھے، میں نے معاملے کو اس سے کہیں زیادہ آسان پایا ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ کوئی قطع رحمی کرنے والا، شراب کا عادی یا مشرک جنت میں نہیں جا سکتا۔

(من عاش بعدالموت مترجم:۳۶)

توبہ کرنے والے کے نامہ اعمال سے گناہوں کو مٹا دیا جاتا ہے

حضرت صالح بن حی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے ایک پڑوسی نے بیان کیا کہ ایک شخص کا انتقال ہو گیا، اس کی روح اوپر پہنچی تو اس کے سامنے اس کے اعمال لائے گئے۔ اس شخص کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ جس گناہ سے میں نے توبہ کی، اللہ تعالیٰ نے میرے وہ سارے گناہ معاف کر دیئے ہیں اور جس گناہ سے توبہ نہیں کی وہ سب اپنی حالت پر نامہ اعمال میں موجود ہیں۔ یہاں تک ایک انار کا دانہ میں نے کسی دن (ضائع ہونے کی جگہ سے) اٹھالیا تھا اس پر بھی ایک نیکی میرے نامہ اعمال میں لکھ دی گئی ہے۔ اور کچھ لوگوں کے سامنے میں نے ایک دفعہ ایک فقیر کو ایک درہم دیا تھا اور صرف ان لوگوں کا لحاظ کرتے ہوئے دیا تھا تو دیکھا کہ اس پر نیکی لکھی گئی ہے نہ گناہ۔

(من عاش بعدالموت مترجم:۳۷)

اللہ تعالیٰ کے پاس رکھی ہوئی امانت ضائع نہیں ہوتی

حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ اپنے والد اسلم رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگ مل رہے تھے، ایک شخص اپنے کندھے پر اپنے ایک بیٹے کو اٹھائے ہوئے آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ان باپ بیٹے کی طرح میں نے کسی کوے کو بھی دوسرے کوے کا اتنا مشابہ نہیں دیکھا۔ اس شخص نے کہا، بخدا اس کی ماں نے اس (بچہ) کو موت کے بعد جنا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کیا کہتے ہو؟ یہ کیسے ممکن ہے؟

اس شخص نے کہا کہ واقعہ دراصل یہ ہے کہ میں فلاں جنگ میں اس کی ماں کو حاملہ چھوڑ کر چلا گیا تھا جاتے وقت میں نے اس کی ماں پر یہ دعا پڑھی تھی۔

"استودع اللہ مافی بطنک"

"تمہارے شکم میں جو (بچہ/بچی) ہے اس کو میں اللہ کے پاس امانت رکھتا ہوں"

جنگ سے واپس آیا تو اس کی ماں انتقال کر چکی تھی۔ ایک رات کو میں چچازاد بھائیوں کے ساتھ جنت البقیع میں بیٹھا ہوا تھا، اچانک دیکھا کہ قبرستان میں چراغ کی جیسی روشنی نظر آرہی ہے۔ میں نے چچازاد بھائیوں سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟

انہوں نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم البتہ رات کو ہی فلاں عورت کی قبر کے پاس یہ روشنی دیکھتے ہیں میں اپنے ساتھ کھدائی کے آلات لے کر قبر کی طرف چل پڑا، دیکھا کہ قبر کھلی ہوئی ہے اور یہ بچہ اپنی ماں کی گود میں ہے۔ میں قریب گیا تو کسی آواز دینے والے نے آواز دی کہ اے اپنے رب کے پاس امانت چھوڑنے والے، اپنی امانت لے لو اگر تم اس کی ماں کو بھی ہمارے پاس امانت رکھتے تو ضرور اس کو بھی زندہ پاتے۔ تو میں نے بچہ کو اٹھالیا اور قبر بند ہوگئی۔

(من عاش بعدالموت مترجم: ٤٤)

ناانصافی کی سزا

حضرت عطاء خراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص چالیس سال تک قاضی (جج) کے عہدے پر فائز رہا۔ جب اس کی وفات قریب آگئی تو اس نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ میں اپنے اس مرض میں مرجاؤں گا،

سو اگر میرا انتقال ہوگیا تو تم مجھے چار پانچ دن اپنے پاس (گھر میں) ہی رکھ دینا۔ اگر کسی قسم کا تغیر یا نامناسب چیز مجھ سے ظاہر ہوتی نظر آئے تو کوئی مجھے آواز دے۔ چنانچہ اس مرض میں اس کا انتقال ہوگیا، ایک تابوت میں اس کو گھر کے ایک کونے میں رکھ دیا گیا۔ تیسرے دن اس کی بدبو گھر والوں کو پریشان کرنے لگی تو کسی نے آواز دی کہ اے فلاں! یہ بدبو کس چیز کی ہے؟ باذن خداوندی اس کی زبان گویا ہوگئی اور اس کی زبان سے یہ الفاظ جاری ہوئے کہ:

''میں چالیس سال تک تم لوگوں کا قاضی رہا، اس طویل عرصہ میں مجھ سے کوئی ناانصافی والی بات سرزد نہیں ہوئی البتہ دو شخصوں کے بارے میں مجھ سے کچھ زیادتی ہوگئی وہ اس طرح کہ ان دو میں سے ایک کی طرف دل مائل تھا تو اس کی بات میں نے دیر تک سنی جب کہ دوسرے کی بات کو وہ اہمیت نہ دی اور نہ اتنی زیادہ دیر تک اس کی بات سنی۔ یہ بدبو اسی زیادتی کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے میرے اس زیادتی والے کان کو بند کردیا ہے۔'' یہ کہہ کر وہ مرگیا۔

(من عاش بعدالموت مترجم:۵۳)

حاجیوں کے لئے فرشتوں کی دعا

معمر عمی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارا ایک مریض تھا اس کا نام تھا عباد۔ ہمارے گمان میں وہ انتقال کرگیا تھا لیکن بعض تو اس کے مرنے پر یقین کررہے تھے جب کہ بعض لوگ اس کو بے ہوش سمجھ رہے تھے۔ اسی دوران اچانک اس نے ہاتھ سے اشارہ کرکے کہا کہ میرے والد کہاں ہیں؟ دونوں ہی ہم سے بچھڑ گئے، یہ کہہ کر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ہم نے کہا کہ ہم تو تم کو میت خیال کررہے تھے؟ اس نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ فرشتے بیت اللہ کے اردگرد لوگوں کے سروں کے اوپر سے طواف کررہے ہیں۔ ان میں سے ایک فرشتہ نے کہا:

''اے اللہ! اپنے ان دور دراز ممالک سے آئے ہوئے گرد آلود اور پراگندہ بال بندوں کو معاف فرمادے''۔

دوسرے فرشتہ نے کہا: ''ان سب کو معاف کر دیا گیا ہے''۔

تیسرے فرشتہ نے کہا: ''اے مکہ والو! اگر یہ لوگ اس طرح نہ آتے تو دونوں پہاڑوں کے درمیان آگ بھڑکا دی جاتی (سب کچھ ہلاک کر دیا جاتا)''۔

یہ کہہ کر عباد نے کہا کہ مجھے بٹھا دو۔ لوگوں نے اس کو بٹھا دیا اس نے ہمارے ایک ملازم سے کہا کہ تمام حاضرین کے لئے پھل خرید کر لاؤ اور سب کو کھلاؤ۔ ہم نے کہا، ہمارے لئے پھل کی ضرورت نہیں۔

تو ہم میں سے کسی نے کہا کہ اگر اس نے واقعی فرشتوں کو دیکھا ہے جس طرح یہ کہہ رہا ہے تو پھر یقیناً یہ زندہ نہیں رہے گا۔ اتنے میں اچانک اس کے سارے ناخن سبز ہو گئے۔ ہم نے اس کو لٹا دیا اور وہ انتقال کر گیا۔

(من عاش بعدالموت مترجم: ٥٤)

قبر پر کان لگا کے منکر نکیر کے سوالات سنے

حضرت یزید بن طریف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے بھائی کا انتقال ہو گیا، سارے لوگ دفنانے سے فارغ ہو کر چلے گئے۔ میں نے اپنا سر اس کی قبر پر رکھ دیا تو میں نے کمزور سی آواز سنی۔ میں یقینی طور پر جانتا ہوں کہ وہ میرے بھائی ہی کی آواز تھی۔ وہ کہہ رہا تھا کہ: اللہ۔ تو کسی نے اس سے پوچھا کہ تمہارا دین کیا ہے؟ اس نے کہا: اسلام۔

(من عاش بعدالموت مترجم: ٦١)

قبر سے سوالات و جوابات سنے

حضرت علاء بن عبدالکریم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کا انتقال ہو گیا اس کا ایک بھائی تھا جس کی بینائی کچھ کمزور تھی۔ اس نے بیان کیا کہ میرے بھائی کو ہم نے دفنایا تو لوگ دفنانے کا کام مکمل ہونے پر اپنے اپنے گھروں میں واپس چلے گئے، میں نے قبر پر اپنا سر رکھ دیا تو میں نے قبر کے اندر سے آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ تمہارا رب کون ہے؟ اس کے بعد میں نے اپنے بھائی کی آواز سنی، میں نے خوب پہچان لیا

کہ یہ میرے بھائی ہی کی آواز ہے وہ کہہ رہا تھا کہ اللہ میرا رب ہے، محمد ﷺ میرے نبی ہیں۔ میں یہ سن رہا تھا کہ اچانک قبر کے اندر سے تیر نما کوئی چیز میرے قبر پر رکھے ہوئے کان پر آلگی، خوف کے مارے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تو میں واپس آ گیا۔ (من عاش بعدالموت مترجم:٦٢)

مرنے کے بعد سورۂ سجدہ انوارات کی شکل میں

حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اور ایک اور آدمی حضرت مطرف بن عبداللہ بن شخیر کی عیادت کے لئے گئے ہم نے دیکھا کہ وہ بے ہوش ہیں ان کے جسم پر نور کے تین ٹکڑے صاف نظر آ رہے تھے۔ ایک سر سے دوسرا ناف سے اور تیسرا پاؤں سے اوپر کی طرف نکلا ہوا تھا۔ ہم اس سے خوفزدہ ہو گئے جب ان کو ہوش آیا تو ہم نے ان سے کہا کہ ابوعبداللہ! کیا حال ہے آپ کا؟ ہمیں ایک عجیب چیز نظر آئی جس سے ہم خوفزدہ ہو گئے۔ انہوں نے کہا کیا چیز دیکھی آپ لوگوں نے؟ ہم نے انوارات پھیلنے کا قصہ سنایا۔ انہوں نے کہا، کیا واقعی آپ لوگوں نے اس طرح کے انوارات دیکھے ہیں؟ ہم نے کہا یقیناً۔ انہوں نے کہا دراصل یہ سورۂ سجدہ ہے اس میں تیس آیتیں ہیں۔ اس کا پہلا حصہ میرے سر سے دوسرا حصہ میری ناف سے اور تیسرا حصہ میرے پاؤں سے چمکا۔ اور اب وہ میری سفارش کے لئے اوپر آسمان کی طرف چڑھ گئی ہے۔ اور یہ سورہ ملک (ہر شر سے بچانے کی خاطر) میرے اوپر پہرہ دے رہی ہے۔ یہ کہتے ہی ان کی آنکھیں بند ہو گئیں اور وہ انتقال کر گئے۔

(من عاش بعدالموت مترجم:٦٤)

قبر کے پاس پہنچ کر زندہ ہو گیا

حضرت احمد بن عدی طائی فرماتے ہیں کہ میں نے کوفہ کے ایک سن رسیدہ آدمی سے سنا کہ وہ ایک عورت کے جنازے میں شریک ہوئے۔ جب اس کو قبر کے پاس لے جایا گیا تو وہ حرکت کرنے لگی۔ چنانچہ اس کو واپس گھر لایا گیا تو وہ طویل زمانہ زندہ

رہی، اس کے بچے بھی ہوئے۔ (من عاش بعدالموت مترجم: ۸٤)

شوہر کی اطاعت گزار عورت کے دو بیٹے دوبارہ زندہ ہو گئے

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک عورت تھی جو اپنے شوہر سے بہت اچھا سلوک کیا کرتی تھی۔ ایک دفعہ اس کے دو بیٹے ایک ساتھ کنوئیں گر کر انتقال کر گئے۔ عورت کے کہنے پر ان دونوں لاشوں کو کنوئیں سے نکالا گیا، ان کو پاک صاف کر کے بستر پر رکھ دیا گیا اور ان کے اوپر ایک بڑا سا کپڑا ڈال دیا گیا۔ اس کے بعد عورت نے اپنے تمام ملازمین اور گھر والوں کو خبردار کیا کہ جب تک میں نہ بتاؤں تم لوگ ان (فوت شدہ بچوں) کے باپ کو کچھ نہ بتاؤ۔

عورت کا شوہر گھر لوٹا تو اس کے سامنے کھانا رکھا گیا۔ اس نے کہا کہ میرے دونوں بچے کہاں ہیں؟ عورت نے کہا، وہ سو گئے ہیں، آرام کر رہے ہیں۔ شوہر نے کہا ہرگز نہیں اللہ کی قسم ایسا نہیں ہے۔ یہ کہہ کر اس نے آواز دی۔ اے فلاں!۔ اے فلاں!!۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورت کے اس (شوہر کو رنجیدہ نہ کرنے کے) عمل کی قدردانی کرتے ہوئے اس کے بچوں کی روحیں لوٹا دیں اور انہوں نے اپنے ابو کے بلانے پر فوراً جواب دیا۔ (من عاش بعدالموت مترجم: ۸٤)

ناحق قتل ہونے والے کا سر قاتل کے گھر پہنچ گیا

حضرت خلید بن سلیمان عصری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ "طاعون فتیات" کے سال مجھے ایک عورت نے بتایا کہ میرے شوہر کا انتقال ہو گیا، ابھی وہ گھر میں تھے ہم نے ان کو دفنایا نہیں تھا کہ اچانک ہم نے رات کو ایک خوفناک آواز سنی۔ میرے ساتھ میرا ایک کم عقل لڑکا بھی تھا، وہ بھی دہشت زدہ ہو کر آ کے میری چادر میں گھس گیا اور میرے ساتھ میرے جسم سے بالکل چمٹ گیا۔ خوفناک آواز مسلسل جاری تھی اور ہمارے قریب آتی جا رہی تھی یہاں تک کہ ہمارے گھر کی دیوار پھاند کر ایک کٹا ہوا سر داخل ہوا، وہ آواز دے رہا تھا۔ اے فلاں! جہنم کی خوشخبری سن لے، تو نے ایک

مسلمان کو ناحق قتل کیا ہے، یہ کہتا ہوا وہ میرے شوہر کی لاش کے پاؤں کی طرف سے داخل ہوکر سر کی جانب سے نکل گیا پھر سر کی جانب سے داخل ہوکر پیروں کی جانب سے نکل گیا اور آواز دیتا رہا کہ اے فلاں! جہنم کی خوشخبری سن لے۔ اس کے بعد وہ سر باہر جانے کے لئے دیوار پر چڑھا، اس وقت بھی وہ وہی آواز دے رہا تھا یہاں تک کہ بہت دور نکل گیا تو آواز آنا بند ہوگئی۔ (من عاش بعدالموت مترجم:۸۶)

اعمالِ نیک وبد کا جھگڑا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم ایک مریض کے پاس بیٹھے تھے، اچانک وہ بالکل خاموش ہوگیا اور اس کی نبضیں چھوٹ گئیں۔ہم نے اس کو کپڑے سے ڈھانپ دیا، اس کے پپوٹے بند کردیئے اس کے بعد ایک آدمی کو بھیجا تاکہ وہ میت کے لئے کفن کے کپڑے، بیری کے پتے اور اس کو اٹھانے کے لئے چارپائی لے آئے۔ اس کو بازار بھیج کر ہم نے اس کو اپنے ہاتھوں پر اٹھایا تاکہ اس کو غسل دیں تو اچانک اس نے حرکت کی۔ ہم نے کہا سبحان اللہ، سبحان اللہ ہم تو گمان کررہے تھے کہ تم انتقال کرگئے۔ اس نے کہا، میں تو واقعی انتقال کرگیا تھا، مجھے اپنی قبر (برزخ) میں لے جایا گیا تو میں دیکھا کہ ایک نہایت حسین وجمیل خوشبو میں بسے ہوئے شخص نے میرے لاشے کو قبر میں اتارا اور قیمتی چادروں سے اس کو لپیٹ دیا۔ اتنے میں ایک کالی کلوٹی بدبودار عورت آئی۔ اس نے کہا، اس (قبر والے) نے یہ کیا وہ کیا اس نے میرے کچھ برے اعمال گنوائے، بخدا ان کے تذکرے سے مجھے شرم آتی ہے گویا میں اسی وقت ان برائیوں سے باز آیا۔ میں نے کہا تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں تو میری ان برائیوں کا تذکرہ نہ کر۔

اس نے کہا، میرے ساتھ چل میں تجھ پر حجت قائم کرتی ہوں۔ میں اس کے ساتھ چلا۔ ایک وسیع وعریض عالیشان مکان میں ہم جا کر پہنچے، اس میں ایک چبوترہ دیکھا جیسے وہ چاندی سے بنا ہوا تھا۔ اس کی ایک جانب ایک مسجد تھی اس میں ایک شخص کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہا تھا، وہ (نماز میں) سورۂ نحل (اونچی آواز سے) پڑھ رہا تھا۔ ایک آیت میں

اس کو تردد ہوا، بار بار وہ آگے پیچھے کی آیتیں پڑھنے لگا، میں نے اس کو لقمہ دیا۔ نماز ختم کر کے اس نے مجھ سے پوچھا کیا یہ سورۃ تمہارے ساتھ ہے (تمہیں یاد ہے؟) میں نے کہا جی ہاں! اس نے کہا یاد رکھو یہ نعمتوں کی سورۃ ہے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے قریب پڑا ہوا ایک تکیہ ہٹایا، اس کے نیچے سے لکھا ہوا ایک ورق نکالا اور غور سے اس کو دیکھنے لگا تو یہ بدشکل کالی عورت فوراً بولنے لگی کہ اس نے یہ (برا کام) کیا۔ خوب صورت شخص نے کہا اس نے فلاں (نیک کام) کیا، فلاں (نیک کام) کیا، فلاں (نیک کام) کیا۔ یہ سن کر اس (ورق پڑھنے والے) شخص نے کہا کہ یہ ایک اللہ کا بندہ ہے۔ جس نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے (گناہ کئے ہیں) لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے درگزر فرمادیا۔ ابھی اس کا وقت موعود (موت کا وقت) نہیں آیا، اس کا وقت اجل پیر کے دن ہے۔

یہ کہہ کہ اس مریض نے کہا کہ آپ لوگ دیکھیں اگر میرا پیر کے روز انتقال ہو جاتا ہے تو سمجھ لینا کہ میں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ سچ ہے لیکن اگر پیر کے روز میں نہ مرجاؤں تو پھر یہ سب شدت مرض کی وجہ سے آنے والے میرے خواب وخیال ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب پیر کا دن آیا تو وہ بالکل ٹھیک ہو گیا بلکہ اس عصر کے بعد تو اس کا جسم کچھ موٹا ہی ہونے لگا کہ اچانک رات آنے سے پہلے ہی وہ انتقال کر گیا۔

ایک دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے کہ مریض نے یہ بھی کہا جب ہم اس نمازی شخص کے پاس سے نکلے تو میں نے خوبصورت اور خوشبو سے معطر آدمی سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں آپ کے نیک اعمال ہوں۔ میں نے کہا یہ بدشکل کالی اور بدبودار عورت کون ہے؟ اس نے کہا یہ آپ کے برے اعمال ہیں۔

(من عاش بعد الموت مترجم:۸۹/۷۸)

ایک بزرگ کا موت کے بعد زندہ ہونا

ہمارے ایک بہت ہی مشہور بزرگ کو معدے کے السر کی وجہ سے پاخانے کے راستے خون آنا شروع ہو گیا چنانچہ ان کی حالت خاصی تشویش ناک ہوگئی، ساتھ ہی

دل کی دھڑکن بھی بے قاعدہ ہوگئی جس کی وجہ سے سرجن نے آپریشن کرنے سے انکار کر دیا۔ سارے متعلقین اور معالج مایوس ہو گئے، میں ان کے بستر کے پاس ہی کھڑا تھا، میں نے دیکھا کہ انہوں نے چھ کلمے پڑھے اور پھر خاموش ہو گئے اس کے بعد ان کی دل کی حرکت بند ہوگئی، نبض ختم ہوگئی اور طبی لحاظ سے موت واقع ہوگئی ان پر آٹھ منٹ تک یہ کیفیت طاری رہی۔ جس کے بعد انہوں نے پھر پہلے کلمے کا ورد شروع کر دیا۔ میں کھڑا ہوا حیرانگی سے ان کی حالت دیکھ رہا تھا۔

ہوش میں آنے کے بعد ان کے دل کی حرکت با قاعدہ ہوگئی چنانچہ ان کا کامیاب آپریشن کیا گیا اور پانچویں دن وہ چھٹی لے کر چلے گئے۔ جب وہ ہسپتال سے رخصت ہونے لگے تو میں نے علیحدگی میں موت نما بے ہوشی کے متعلق دریافت کیا؟

انہوں نے بتایا کہ دو فرشتے مجھے جنت البقیع میں لے گئے اور مجھے میری قبر کی جگہ دکھائی۔ اسی اثناء میں ایک تیسرا فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ اللہ جل جلالہ نے اس کو مزید مہلت دے دی ہے چنانچہ مجھے واپس نشتر ہسپتال لایا گیا۔

(موت اور عذاب قبر کے عبرت انگیز مناظر و واقعات:۲۳)

مرنے کے بعد بجلی کے جھٹکے سے کلمہ اور درود شریف

ڈاکٹر بقا مرحوم کالج آف ٹیکنالوجی میں کام کرتے تھے، بہت ہی نیک آدمی تھے۔ انہیں دل کا دورہ پڑا اور فوری طور پر نگہداشت کے شعبے میں داخل کرایا گیا۔ میں ان کے بستر کے قریب موجود تھا ان کا دل یکا یک بند ہو گیا۔ چنانچہ بجلی کا جھٹکا لگایا گیا، انہوں نے فوراً کلمہ طیبہ پڑھا۔ جب دوسرا جھٹکا لگایا گیا تو انہوں نے بلند آواز میں درود شریف پڑھا اور دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔

(موت اور عذاب قبر کے عبرت انگیز مناظر و واقعات:۲۳)

بعد المرگ کلمہ طیبہ کی صدا

ڈاکٹر نوازش علی بھٹہ وکٹوریہ ہسپتال بہاول پور میں آنکھوں کے سرجن تھے،

بہت ہی نیک انسان تھے، ان کو جگر کی بیماری کی وجہ سے یرقان ہوگیا۔ بیماری اتنی بڑھی کہ ان کا آخری وقت آپہنچا۔ میں ان کے پاس ہی موجود تھا، دیکھا کہ ان کی آنکھوں کی پتلیاں پھیل گئی ہیں، دل کی دھڑکن بند ہوچکی ہے اور سانس بھی ختم ہوگئی ہے، طبی علم کے مطابق ان کی موت واقع ہوچکی تھی۔ ان کی بیوی اور بچوں نے جو اس وقت کمرے میں موجود تھے رونا شروع کردیا۔ میں نے ان کے بڑے بھائی اور بیوی کو کلمہ پڑھنے کی تلقین کی اور یہ بتایا کہ ڈاکٹر بھٹہ اس دنیا سے رخصت ہورہے ہیں، اس موقعہ پر رونے کے بجائے کلمہ پڑھنا چاہیے چنانچہ انہوں نے بلند آواز میں کلمہ کا ورد شروع کردیا۔ اچانک ڈاکٹر بھٹہ نے آنکھیں کھول دیں، بستر پر اٹھ بیٹھے، کلمہ پڑھا اور کہا کہ ڈاکٹر نور تم گواہ رہنا میں کلمہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے ہاں جارہا ہوں۔ اس کے بعد دوبارہ بستر پر لیٹ گئے اور ان کا انتقال ہوگیا۔

(موت اور عذاب قبر کے عبرت انگیز مناظر و واقعات:۱۲)

میں بڑے عیش و آرام میں ہوں

حضرت مولانا محمد اسحاق رحمہ اللہ کے داماد مولانا عبدالقیوم رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ توکل نام کا ایک شخص ایک بڑھیا کا بیٹا تھا، وہ بالاکوٹ کی لڑائی میں حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے ساتھ شہید ہوگیا تھا۔ اس کی جدائی سے بوڑھی ماں کو اتنا صدمہ ہوا کہ اس کو یاد کرکے برابر رویا کرتی تھی، ایک رات وہ چکی پیس رہی تھی کہ اچانک ایک نور ظاہر ہوا جس سے سارا گھر روشن ہوگیا، بڑھیا نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک شخص گھوڑے پر سوار ہے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میں تیرا بیٹا توکل ہوں، میں مولوی اسماعیل صاحب کے ساتھ شہید ہوگیا ہوں، میں بڑے عیش و آرام میں ہوں، کسی طرح کی کوئی تکلیف نہیں ہے، ہاں جب تو میری یاد میں روتی ہے تو مجھے تکلیف پہنچتی ہے۔ اماں! تو اب نہ رویا کر صبر کر۔ یہ کہہ کر وہ سوار سلام کرکے رخصت ہوگیا۔

(موت کا جھٹکا:۲۷۹)

دیدارِ یار کی تمنا مجھ پر غالب آگئی

حضرت شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات سیر کرتا ہوا ایک صاف ستھرے قبرستان میں پہنچا، تھوڑی دیر وہاں قیام کیا، اسی دوران میں میرے دل میں خیال گزرا کہ اس وقت یہاں پر میرے سوا اور کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا نہیں ہے۔

میرے دل میں اس خیال کا آنا تھا کہ اچانک ایک ضعیف العمر کبڑا شخص نمودار ہوا اور وہ پنجابی زبان میں اشعار پڑھ رہا تھا۔ ان اشعار کا مفہوم یہ تھا۔

''کہ دیدارِ یار کی تمنا مجھ پر غالب آگئی۔''

اس بوڑھے کی آواز سے میں اس قدر متاثر ہوا کہ والہانہ اس کی طرف دوڑا، لیکن میں جس قدر اس کے قریب پہنچتا تھا وہ اس سے زیادہ مجھ سے دور ہو جاتا تھا۔ اس شخص نے پکار کر مجھ سے کہا، تمہارا خیال یہ ہے کہ اس جگہ تمہارے سوا اور کوئی اللہ تعالیٰ کی یاد کرنے والا نہیں ہے۔ میں نے کہا، میری مراد یہ تھی کہ زندوں میں سے میرے سوا کوئی یہاں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا نہیں۔ اس شخص نے کہا تمہارے دل میں مطلق تمام زندوں اور مردوں کے بارے میں یہ خیال گزرا تھا مگر اب زندوں کی تخصیص کر رہے ہو، یہ کہتے ہی وہ شخص غائب ہو گیا۔

(انفاس العارفین/موت کا جھٹکا:۲۸٤)

خواجہ قطب الدین رحمہ اللہ نے مجھ سے کہا آگے آجاؤ

حضرت شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں خواجہ قطب الدین قدس سرہ کے مزار پر گیا، مزار کے پاس ایک چبوترہ تھا، اس پر ٹھہر گیا اسی دوران خیال گزرا کہ میں ناقص انسان ہوں، اس مقدس جگہ میں آنا نہ چاہیے۔ اسی وقت خواجہ قطب الدین رحمہ اللہ کی روح ظاہر ہوئی اور مجھ سے کہا آگے آؤ۔ میں دو تین قدم آگے بڑھ گیا۔ میں نے اسی وقت دیکھا کہ چار فرشتے آسمان سے ایک تخت اتار کر لائے، اس تخت پر خواجہ نقشبندی رحمہ اللہ تھے، دونوں بزرگوں نے آپس میں راز کی

باتیں کیں جو میں نہ سن سکا، پھر فرشتے تخت کو اٹھا لے گئے۔

اس کے بعد خواجہ قطب الدین رحمہ اللہ نے مجھ سے کہا آگے آؤ، میں دو تین قدم آگے بڑھ گیا۔ اسی طرح وہ برابر فرماتے رہے اور میں آگے بڑھتا گیا، یہاں تک کہ بہت قریب پہنچ گیا۔ اس وقت انہوں نے پوچھا، شعر کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا شعر ایک ایسا کلام ہے کہ اگر اس میں اچھا مفہوم ہے تو اچھا کلام ہے اور اگر برا مفہوم ہے تو برا کلام ہے۔

خواجہ رحمہ اللہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تم کو برکت دے ٹھیک جواب دیا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ اچھی آواز کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وانعام ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

خواجہ نے فرمایا، بارک اللہ تم نے ٹھیک جواب دیا۔ اچھا یہ بتاؤ جس کے اندر یہ دونوں باتیں جمع ہو جائیں یعنی کلام اچھا ہو اور آواز بھی اچھی ہو، اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے جواب دیا۔

﴿ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ (النور:۱۳۵)

''یہ تو نور پر نور ہے اور سونے پر سہاگہ ہے، اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔''

فرمایا، بارک اللہ، تم نے ٹھیک کہا۔ ہم جو کچھ کرتے تھے وہ اس سے زیادہ نہیں تھا۔ ہم اچھا کلام اچھی آواز سے پڑھوایا کرتے تھے، تم بھی دو ایک بیت سنتے رہو۔ یہ سن کر عرض کیا کہ جس وقت خواجہ نقشبندی رحمہ اللہ آپ رحمہ اللہ کے پاس تشریف لائے تھے اس وقت آپ رحمہ اللہ نے یہ بات کیوں نہ کہی؟

میرے اس قول کے جواب میں خواجہ قطب الدین رحمہ اللہ نے جو بات کہی وہ میرے دل سے جاتی رہی لیکن مجھے اتنا یاد ہے کہ مندرجہ دو باتوں میں سے ایک بات فرمائی تھی۔ یا تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ میں نے خواجہ نقشبندی رحمہ اللہ کے حضور ادباً شعر سننے کی بات نہیں کہی یا یہ کہ مصلحتاً میں نے اس سے احتراز کیا تھا۔

(انفاس العارفین/موت کا جھٹکا:۲۸۴)

خواجہ رحمہ اللہ نے مجھے خوشخبری دی

حضرت شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دوسری مرتبہ میں حضرت خواجہ قطب الدین رحمہ اللہ کے مزار پر گیا، خواجہ رحمہ اللہ کی روح نمودار ہوئی اور مجھ کو خوشخبری دی کہ تیرا ایک لڑکا پیدا ہوگا، اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا، چونکہ میری بیوی اس وقت اتنی بوڑھی ہو چکی تھی کہ اولاد کی کوئی امید نہ تھی۔ اس لئے میں نے خواجہ رحمہ اللہ کی خوشخبری کا یہ مطلب سمجھا کہ میرا پوتا پیدا ہوگا۔ یہ خیال میرے دل میں گزرا ہی تھا کہ انہوں نے فوراً فرمایا کہ لڑکے سے مراد پوتا نہیں ہے بلکہ واقعی تیرے ہی صلب سے لڑکا پیدا ہوگا۔ اس واقعہ کے ایک مدت کے بعد دوسرا نکاح میں نے کیا اور اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام ولی اللہ رکھا۔ چونکہ واقعہ یاد نہیں رہا تھا اس لئے لڑکے کا نام ولی اللہ رکھ دیا گیا دوسرا نام قطب الدین احمد رکھا، چونکہ اول نام بہت دنوں تک جاری رہا اس لئے اسی نام سے مشہور ہو گئے۔

(انفاس العارفین/موت کا جھٹکا: ۲۸۵)

وہ تو زندہ ہیں

حضرت شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد شاہ وجیہ الدین رحمہ اللہ شہید ہونے کے بعد کبھی کبھی میرے سامنے مجسم ہو کر نمودار ہوتے تھے اور حال و مستقبل کی خبریں بتاتے تھے۔ ایک مرتبہ میری بھتیجی کریمہ بیمار پڑی، اس کی بیماری بڑھتی ہی گئی۔ ایک دن دوپہر کو میں اپنے حجرے میں سویا ہوا تھا، اچانک میرے والد مجسم ہو کر میرے پاس آ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں کریمہ کو دیکھنا چاہتا ہوں لیکن اس کے پاس غیر محرم عورتیں بیٹھی ہیں اس لئے وہاں میرا جانا مناسب نہیں ہے۔ ان مستورات کو اس جگہ سے اٹھا دو تاکہ میں کریمہ کو دیکھ لوں۔ چونکہ ان عورتوں کو وہاں سے اٹھانا ممکن نہ تھا اس لئے میں نے پردہ کی آڑ کر دی۔ پھر میرے والد کریمہ پر ظاہر ہوئے، اس طرح کہ میرے اور کریمہ کے علاوہ کوئی تیسرا ان کو نہیں دیکھتا تھا۔ کریمہ

نے چونک کر کہا، لوگ ان کو شہید کہتے ہیں حالانکہ وہ تو زندہ ہیں۔ والد رحمۃ اللہ نے فرمایا، بیٹی شہادت کے قصے کو درگزر کر، تو نے بیماری کی بڑی تکلیف اٹھائی، انشاء اللہ کل صبح اذان فجر کے وقت کلی شفا ہو جائے گی۔

یہ کہہ کر وہ جانے لگے، میں بھی ساتھ ہو گیا تو فرمایا، تم یہیں رہو۔ یہ کہہ کر وہ غائب ہو گئے، اذان فجر کے وقت کریمہ کی وفات ہو گئی۔

(انفاس العارفین/موت کا جھٹکا: ۲۸۵)

مجھے قرآن سننے کا بڑا شوق ہے

حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ شیخ بایزید رحمۃ اللہ نے زیارت حرمین شریفین کا ارادہ کیا اور بہت سے ضعیف عورتیں اور بچے ان کے ہمراہ نکل پڑے۔ ان کے پاس نہ سواری تھی اور نہ کوئی سامان سفر۔ میں نے چاہا کہ بے سروسامانی کے اس سفر سے ان کو واپس لوٹاؤں، میں چلتے چلتے تغلق آباد میں شیخ کے قافلے سے مل گیا، اس وقت شدید دھوپ ہو چکی تھی۔ چنانچہ تمام لوگ ایک درخت کے سائے میں اتر کر لیٹ گئے، سب سو رہے تھے صرف میں ان کے کپڑوں کی حفاظت کے لئے جاگتا رہا۔ اسی دوران میں، میں نے قرآن کی چند سورتیں تلاوت کیں۔ قریب ہی چند قبریں تھیں۔ ایک قبر کے مردے نے پکار کر کہا۔ ایک زمانہ سے قرآن سننے کا موقع نہیں ملا اور مجھ کو قرآن سننے کا بڑا شوق ہے، اگر تم قرآن پاک کی مزید سورتیں تلاوت کرو تو تمہارا احسان ہوگا۔ میں نے مزید قرآن پاک کی تلاوت کی اور چپ ہو گیا، پھر مردہ نے مزید درخواست کی اور میں نے مزید تلاوت کی۔ وہاں پر میرے برادر بزرگ بھی شریک سفر تھے، انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہی قبر کا مردہ ظاہر ہو کر کہہ رہا ہے کہ میں نے اس عزیز سے تلاوت قرآن پاک کی کئی مرتبہ درخواست کی اور اس نے سنائی لیکن اب اس سے درخواست کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اگرچہ قرآن پاک سننے کا شوق اب بھی باقی ہے اس لئے آپ ہی اس عزیز سے کہیں کہ قرآن پاک کی مزید تلاوت کریں۔

میرے برادر بزرگ نے خواب سے بیدار ہوتے ہی مجھ سے کہا کہ قرآن پاک پڑھو چنانچہ پھر میں نے قرآن پاک کی تلاوت کی میری تلاوت سن کر قبر کا مردہ اس قدر مسرور ہوا کہ اس کی خوشی کا اثر میں نے اس کے چہرے سے دیکھا۔ اس نے خوش ہوکر کہا اللہ تعالیٰ تم کو میری طرف سے اچھی جزاء دے۔ اس کے بعد میں نے اس قبر والے سے برزخ کے حالات کے متعلق سوال کیا۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے دوسرے مردوں کے حالات کا علم نہیں ہے، ہاں اپنا حال جانتا ہوں۔ میرا حال یہ ہے کہ جب سے دنیا سے جدا ہوا ہوں کوئی عذاب نہیں دیکھا لیکن زیادہ عیش میں بھی نہیں ہوں۔ میں نے پوچھا تم نے کس عمل کی برکت سے نجات پائی؟ اس نے کہا ہمیشہ یہی نیت رکھتا تھا کہ طاعات واذکار سے روکنے والی چیزوں سے باز رہوں، اگرچہ تمام عمر یہ نیت پوری نہ ہوئی پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اس نیت کو قبول فرمالیا۔ ان مشاہدات کے شیخ بایزید قیلولہ سے بیدار ہوئے اور میں ان کو اس سفر سے واپس لایا۔

(انفاس العارفین/موت کا جھٹکا: ۲۸۶)

سرتن سے جدا ہونے کے بعد کفار کا تعاقب کیا

حضرت شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت شاہ وجیہ الدین رحمہ اللہ ایک رات نماز تہجد پڑھ رہے تھے ایک سجدہ میں اتنی دیر تک پڑے رہے کہ مجھے گمان ہوا شاید وفات پا گئے۔ جب سجدہ سے سر اٹھایا تو میں نے اتنے طویل سجدہ کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے فرمایا، میں احوال میں کھو گیا تھا اور شہیدوں کے درجات مجھ پر ظاہر ہو رہے تھے، مجھے وہ درجات اس قدر پسند آئے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے شہادت کی دعا کی جو کہ مقبول ہوگئی اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اشارہ ہوا کہ تمہاری شہادت دکن میں ہے۔ اس کشف کے بعد باوجودیکہ سپہ گیری کی ملازمت میرے والد رحمہ اللہ نے ترک کردی تھی، ازسرنو سفر کے اسباب جمع کیے، گھوڑا خریدا اور دکن کی طرف روانہ ہوگئے۔

آپ کا ارادہ تھا کہ چونکہ کافر بادشاہ شیواجی اسلامی شعار کی توہین کرتا ہے۔ اس

لئے اس سے جہاد کر کے قتل کریں گے۔ جب شاہ وجیہ الدین رحمہ اللہ برہانپور پہنچے تو ان پر کشف ہوا کہ شہادت کی جگہ تو پیچھے چھوڑ آئے۔

چنانچہ وہاں سے واپس لوٹے۔ راستہ میں بعض تاجر ملے، چونکہ وہ نیکی اور تقویٰ کے اعتبار سے اچھے نظر آئے، تاجروں کی ہمراہی اور موافقت کا عہد کیا اور چاہا کہ انہی کے ہمراہ قصبہ ہنڈیا کے راستہ سے شمالی ہندوستان میں داخل ہو جائیں۔

دوران سفر میں ایک بہت بوڑھا شکستہ حال شخص نظر آیا جو گرتا پڑتا جا رہا تھا، آپ کو اس کے حال پر رحم آیا اور اس بوڑھے کا مقصد پوچھا۔ اس نے بتایا کہ میں دہلی جانا چاہتا ہوں۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تم ہر روز ہمارے ساتھیوں سے تین پیسے لیا کرو دہلی پہنچ جاؤ گے۔ یہ بوڑھا دراصل کفار کا جاسوس تھا۔

شاہ وجیہ الدین رحمہ اللہ اور تاجروں کا قافلہ جب دریائے نربدا سے دو تین منزل کی دوری پر پہنچا تو جاسوس نے اپنے بندوں کو خبر کر دی، چنانچہ راہزنوں کی ایک جماعت آ گئی۔ اس وقت شاہ صاحب رحمہ اللہ اور تمام ساتھی قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول تھے۔ راہزنوں کے دو تین آدمی آگے آ کر پوچھنے لگے کہ وجیہ الدین کس کا نام ہے؟ وجیہ الدین رحمہ اللہ کا تعارف ہوا تو ڈاکوؤں نے کہا ہم کو تم سے کوئی مطلب نہیں، کیونکہ ہمیں معلوم ہے تمہارے پاس کوئی مال نہیں ہے۔ نیز تم نے ہمارے ایک بوڑھے آدمی پر احسان بھی کیا ہے اس لئے ہم تم کو کچھ نہیں کہتے لیکن یہ سوداگر لوگ اپنے ساتھ فلاں فلاں سامان رکھتے ہیں اس لئے ہم ان کو نہیں چھوڑیں گے۔

شاہ وجیہ الدین رحمہ اللہ چونکہ شہادت کی طلب میں اس سفر پر نکلے تھے اس لئے شوق شہادت کی تکمیل نظر آئی۔ چنانچہ ڈاکوؤں سے جنگ ہوئی شاہ وجیہہ الدین رحمہ اللہ کے بائیس زخم آئے اور آخری زخم میں آپ کا سر تن سے جدا ہو گیا۔ سر تن سے جدا ہونے پر بھی اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے دور تک کفار کا تعاقب کیا۔ سر کو دوڑتے دیکھ کر ایک عورت کو سخت تعجب ہوا اور پھر وہیں گر کر ساکن ہو گئے، وہیں ان کو دفن کر دیا گیا۔

شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس دن شام کے وقت والد مرحوم مجسم

بن کر میرے سامنے آئے اور اپنے زخم مجھ کو دکھائے، چنانچہ اس دن میں نے بہت صدقہ خیرات کیا۔ میں نے ارادہ کیا کہ ان کی لاش وہاں سے منتقل کروں مگر والد مرحوم نے مجسم بن کر مجھے اس سے منع کیا۔ شاہ وجیہہ الدین رحمۃ اللہ کی قبر بھوپال سے سات میل دور مغرب میں قصبہ دوراہہ میں ہے، جسم اور سر الگ الگ دو جگہ مدفون ہیں۔

(انفاس العارفین/موت کا جھٹکا:۲۸۷)

مرحبا یا شیخ احمد

شیخ احمد بن محمد دمیاتی مشاہیر علماء میں سے تھے۔ ۱۰۰۱ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے، یہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ اپنی والدہ کے ساتھ حج کے لئے نکلا، اس سال بڑا قحط پڑ رہا تھا۔ میں مصر سے دو اونٹ خریدے اور انہی کو لے کر اپنی والدہ کے ہمراہ حج کو گیا۔ حج بیت اللہ سے فراغت کے بعد جب میں نے مدینہ منورہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو قضائے الٰہی سے دونوں اونٹ مر گئے۔ میں سخت پریشان ہوا کہ اب کیا کروں؟ پریشانی کے عالم میں اپنے شیخ صفی الدین احمد قشاشی رحمۃ اللہ کے پاس حاضر ہوا اور اپنا حال بیان کیا۔ انہوں نے میرا حال سن کر تھوڑی دیر سکوت اختیار کیا اور پھر فرمایا تو اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی زیارت کو جا اور جس قدر ہو سکے قرآن پاک کی تلاوت کر کے اپنے احوال خدا تعالیٰ کے حضور پیش کر۔ میں فوراً حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر گیا اور جو کچھ شیخ نے فرمایا تھا اس پر عمل کیا۔

اس کے بعد میں نماز ظہر سے قبل ہی مدینہ آ گیا، باب رحمت کے پاس وضو کر کے مسجد شریف میں گیا، وہیں اپنی والدہ کو چھوڑ کر قبر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کو چلا گیا۔ ماں نے جب مجھ کو دیکھا تو کہا یہاں ایک شخص تیرے بارے میں مجھ سے معلوم کر رہا تھا، جا اور اس کو تلاش کر کے اس سے ملاقات کر لے۔ میں نے کہا وہ شخص کہاں ملے گا؟ ماں نے کہا، مسجد شریف کے آس پاس تلاش کر۔ چنانچہ میں نے جا کر دیکھا کہ ایک سفید ریش بڑا رعب دار شخص کھڑا ہے۔ اس نے مجھے دیکھ کر کہا، مرحبا یا شیخ

احمد!، میں نے احترام کے ساتھ ان کو بوسہ دیا، پھر انہوں نے از خود کہا تو مصر کا سفر کرنا چاہتا ہے؟ میں نے کہا، حضرت میں کس کے ساتھ سفر کروں؟ انہوں نے فرمایا میرے ساتھ آؤ، میں کسی کے ساتھ کرایہ طے کر کے تجھے روانہ کردوں گا۔ ان کے حکم کے مطابق میں ان کے ساتھ ہولیا، وہ مجھ کو مصر کے قافلہ کے پاس لے گئے اور ایک مصری خیمہ کے اندر گئے، میں بھی ان کے پیچھے خیمے میں گیا۔ شیخ نے خیمہ والے کو سلام کیا، خیمہ والا کھڑا ہو گیا اور اس نے بڑے احترام سے شیخ کے دونوں ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ شیخ نے خیمہ والے سے کہا، میرا مقصد یہ ہے کہ تو شیخ احمد اور ان کی ماں کو اپنے ساتھ مصر پہنچا دے، اگرچہ اس سال اونٹ اور کرایہ بہت گراں تھا، پھر بھی اس مصری نے ہم کو مصر پہنچانا منظور کر لیا۔ شیخ نے جب مصری سے کرایہ کی رقم دریافت کی تو مصری نے شیخ سے کہا، آپ جو چاہیں کرایہ طے کر دیں، مجھ کو منظور ہے۔ شیخ نے کرایہ متعین کر کے اس کی بیشتر رقم اپنے پاس سے ادا کی اور میں جا کر اپنی والدہ کو اور تمام سامان سفر کو لے آیا۔ مصری سے یہ بات بھی میں نے طے کر لی کہ باقی کرایہ مصر چل کر دوں گا۔ شیخ نے مصری کو نصیحت کی کہ میرے ساتھ اور میری ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

اس کے بعد شیخ رخصت ہوئے، میں بھی ان کے ہمراہ مسجد شریف تک آیا وہاں آکر شیخ نے حکم دیا، تو پہلے مسجد میں داخل ہوا، چنانچہ میں داخل ہو کر شیخ کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ نہ آئے، میں خیمہ والے کے یہاں گیا، شیخ کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا میں شیخ کو نہیں پہچانتا۔ میں نے پہلے پہل ان کو دیکھا تھا۔ جب ان کو میں نے دیکھا تو مجھ پر بڑا رعب غالب آ گیا تھا۔ شیخ احمد کہتے ہیں میں نے اس بوڑھے بزرگ کو پھر نہ دیکھا، آکر شیخ سفی الدین احمد رحمہ اللہ سے واقعہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا یہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح تھی، مجسم ہو کر تیری رہنمائی کے لئے آئی تھی پھر غائب ہوگئی۔ (قصر الآمال/موت کا جھٹکا: ۲۹۰)

تو کیوں بیدار ہے؟

شیخ محمد بن عبداللطیف رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں شیخ محمد سعید بن عارف

ربانی ابراہیم کردی رحمۃ اللہ کے ساتھ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی زیارت کو گیا اور چند شب وہاں رہا۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ میرے ساتھ سب سو رہے تھے اور میں بیدار ہوکر پاسبانی کر رہا تھا۔ میں نے دیکھا اچانک ایک سوار ہمارے مکان کے اردگرد گشت کرتے ہوئے نظر آیا، میں نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا تو میری پناہ میں اترا ہے اور بیدار رہ کر مجھ کو تکلیف دیتا ہے، میں تو پاسبانی کر ہی رہا ہوں تو کیوں بیدار ہے؟ میں حمزہ بن عبدالمطلب ہوں، یہ کہہ کر وہ غائب ہو گئے۔

(قصر الآمال/موت کا جھٹکا: ۲۹۰)

شہید اپنے والد سے ملاقات کرنے آیا

حضرت عبدالعزیز بن عبداللہ ابن ابی سلمہ رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ ملک شام میں ایک شخص اپنی بیوی کے ہمراہ اپنے کھلیان میں دیکھ بھال کر رہا تھا، اس سے کچھ عرصہ قبل ان کا ایک بیٹا شہید ہو چکا تھا، اچانک اس شخص نے دیکھا کہ ایک سوار آرہا ہے۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا، دیکھ میرا اور تیرا بیٹا آرہا ہے۔ بیوی نے کہا، یہ شیطانی وسوسہ ہے، ہمارا بیٹا تو ایک مدت ہوئی شہید ہو چکا ہے، آج وہ کہاں سے آجائے گا، تم اپنا کام کئے جاؤ اور شیطانی وسوسہ سے باز آؤ، نیز اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو۔

اس شخص نے پھر نظر دوڑائی، سوار اب قریب آچکا تھا۔ مرد نے اپنی بیوی سے کہا دیکھ تیرا بیٹا ہے کہ نہیں۔ عورت نے دیکھا اور بولی، واقعی ہمارا ہی بیٹا ہے۔ جب سوار قریب آکر کھڑا ہوا تو باپ نے پوچھا، بیٹا! کیا تو شہید نہیں ہوا تھا؟

اس نے جواب دیا، بے شک میں شہید ہو گیا ہوں، آج اس وقت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ کی وفات ہوئی ہے، شہداء نے ان کے جنازے میں شریک ہونے کی اجازت مانگی اور اللہ تعالیٰ نے اجازت دیدی میں بھی انہی لوگوں میں سے ہوں جن کو اجازت ملی ہے۔ میں نے مزید اس بات کی بھی اجازت لے لی کہ اپنے ماں باپ سے ملاقات کر کے سلام کروں، اس لئے میں آپ لوگوں کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اس

شہید نے اپنے ماں باپ کے حق میں دعا کی اور پھر رخصت ہو گیا۔لوگوں نے تحقیق کی تو یہ بات صحیح ثابت ہوئی کہ اسی گھڑی عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی تھی۔

(موت کا جھٹکا:۲۷۹)

تین چیزوں کی وجہ سے مجھے بخش دیا

حضرت ابو یوسف غسولی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ملک شام میں ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ میرے پاس آئے اور کہا۔ میں نے آج عجیب منظر دیکھا ہے۔

میں نے پوچھا،آپ نے کیا دیکھا ہے؟

انہوں نے بتایا کہ میں قبرستان میں ٹھہرا تھا کہ اچانک ایک قبر شق ہو گئی ،اس میں ایک بوڑھا خضاب لگائے ہوئے نظر آیا۔ مردہ نے مجھ سے کہا اے ابراہیم !مجھ سے جو کچھ پوچھنا ہے پوچھ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تیرے واسطے مجھے زندہ کیا ہے۔

میں نے مردہ سے سوال کیا اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

مردہ نے جواب دیا کہ میں نے برے اعمال کر کے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے تین چیزوں کی وجہ سے تجھے بخش دیا۔

اول یہ کہ تو اس شخص کو دوست رکھتا تھا جس کو میں دوست رکھتا ہوں، دوسرے یہ کہ تو نے مجھ سے اس حال میں ملاقات کی کہ تیرے سینے میں ذرہ برابر بھی شراب نہیں ہے، تیسری چیز یہ کہ تو نے خضاب کر کے مجھ سے ملاقات کی ہے اور خضاب کئے ہوئے بوڑھے شخص کو عذاب دیتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔

ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ یہ جملے کہنے کے بعد قبر برابر ہو گئی اور مردہ چھپ گیا۔ابو یوسف غسولی کا بیان ہے کہ یہ عجیب واقعہ بیان کرنے کے بعد ابرہیم بن ادھم رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا: اے غسولی ! تو اللہ سے اپنا معاملہ صاف رکھ تجھ کو بھی اسی طرح کے عجائب اللہ تعالیٰ دکھائے گا۔

(شرح الصدور:۹۸، موت کا جھٹکا:۲۷۸)

مردہ ہنس رہا تھا

حضرت ابوعبداللہ بن جلاء رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میرے باپ جلاء کی وفات جب ہوئی اور غسل کے لئے ان کو تختہ پر رکھا گیا تو ہم نے ان کا منہ کھول کر دیکھا کہ وہ ہنس رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر لوگوں کو ان کی موت کے بارے میں شک وشبہ ہوا، بعض لوگ کہنے لگے ابھی زندہ ہیں۔

چنانچہ ایک طبیب کو بلایا گیا، ان کا منہ ڈھانک دیا گیا اور طبیب سے نبض دیکھنے کو کہا گیا۔ طبیب نے نبض پکڑ کر دیکھا تو کہا کہ مر چکے ہیں۔ پھر ہم نے ان کا منہ کھولا تو اسی طرح ہنستے ہوئے انہوں نے طبیب کو دیکھا۔ طبیب نے بھی حیرت سے کہا، واللہ میں نہیں جانتا کہ یہ مر چکے ہیں یا زندہ ہیں۔

جو شخص ان کو نہلانے کو آتا ڈر کر واپس ہو جاتا۔ فضل بن حسن رحمہ اللہ ایک عارف شخص تھے، انہوں نے ان کو غسل دیا اور نماز جنازہ پڑھا کر دفن کر دیا۔

(شرح الصدور ۹۶/ابن عساکر/موت کا جھٹکا: ۲۷۵)

تیرے دوست زندہ ہیں

شیخ ابوسعید خزاری کہتے ہیں کہ میں مکہ میں تھا، باب بنی شیبہ میں ایک نوجوان شخص کو مردہ پایا لیکن جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے مجھ سے مسکرا کر کہا اے ابوسعید! کیا تجھے معلوم نہیں کہ تیرے دوست زندہ ہیں اگرچہ یہ لوگ مر گئے ہیں مگر ایک جگہ سے دوسری جگہ برابر آتے جاتے ہیں۔

(رسالہ قشیری/موت کا جھٹکا ۲۶۲)

میں زندہ ہوں

قشیری کہتے ہیں کہ شیخ ابوعلی روزباری رحمہ اللہ نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ:
میں نے ایک فقیر کو وفات کے بعد اس کی قبر میں رکھا اور قبر میں رکھ کر اس کے

سر سے کفن کھولا، پھر اس کے سر کو مٹی پر رکھا کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی بے کسی اور غربت پر رحم آئے۔ اچانک اس نے اپنی دونوں آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے کہا، تم مجھے بے کس سمجھ رہے ہو حالانکہ میری تمناؤں کا باغ سامنے ہے۔ میں نے تعجب سے کہا میرے سردار! کیا موت کے بعد زندہ ہو گئے۔ اس نے کہا ہاں میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر محبوب زندہ ہے۔ میں قیامت کے دن ضرور تمہاری سفارش کر کے فائدہ پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ (رسالہ قشیری/موت کا جھٹکا: ۲۶۳)

مردے نے کہا تجھے شرم نہیں آتی

ایک شخص نے کسی نوجوان عورت کے ساتھ قبر کے پاس بدکاری کرنی چاہی تو اس نے کہا خدا کی قسم! اس جگہ کبھی بھی مجھ سے یہ نافرمانی نہیں ہو سکتی کیونکہ میں نے ایک دفعہ قبر کے پاس یہ برائی کی تھی تو فوراً قبر شق ہو گئی تھی اور قبر کے مردہ نے کہا تھا کیا تم اللہ تعالیٰ سے شرم نہیں کرتے۔

ربّ کعبہ کی قسم شہید زندہ ہیں

شیخ عبدالغفار ہی کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:

زین الدین بوشی نے فقیہ عبدالرحمٰن نویری کے بارے میں بیان کیا کہ وہ منصورہ میں اس وقت موجود تھے جب کہ فرنگیوں نے اس پر قبضہ کر کے مسلمانوں کو قید کر لیا تھا۔ فقیہ عبدالرحمٰن اس دن تلاوت کرتے ہوئے جب اس آیت:

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴾ (آل عمران ۱۶۹)

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو اے مخاطب مردہ نہ سمجھ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں ان کو روزی عطا کی جاتی ہے''۔

پر پہنچے تو اس آیت کو پڑھ کر شہید کر دیئے گئے۔ ان کی شہادت کے بعد ایک فرنگی ان کی لاش پر آیا، اس کے ہاتھ میں ایک برچھی تھی۔ اس نے برچھی سے ان کی لاش

کو مار کر کہا اے مسلمانوں کے رہنما! کیا تو ہی کہتا تھا کہ تمہارے رب نے کہا ہے کہ تمہیں موت کے بعد رزق دیا جاتا ہے، کہاں ہے وہ رزق؟

یہ سن کر فقیہ شہید نے سر اٹھایا اور کہا ربّ کعبہ کی قسم شہید زندہ ہے، یہ جملہ کئی مرتبہ کہا۔

یہ سن کر وہ فرنگی اپنے گھوڑے سے اترا اور ان کے منہ کا بوسہ لیا اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ ان کی لاش کو عزت کے ساتھ میرے شہر لے جا۔

(وحید/موت کا جھٹکا:۲۶۲)

فیشن پرستی کا انجام

مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ گلگت میں پیش آیا تھا کہ ایک شخص قبرستان کے پاس سے گزر رہا تھا، اس نے ایک قبر سے یہ آواز سنی کہ مجھے نکالو، مجھے نکالو، میں زندہ ہوں۔ جب ایک دو مرتبہ اس نے یہ آواز سنی تو اس نے سمجھا کہ یہ میرا وہم ہے اور خیال ہے، کوئی آواز نہیں آرہی۔ لیکن جب مسلسل اس نے یہ آواز سنی تو اس کو یقین ہونے لگا چنانچہ قریب ہی ایک بستی تھی، وہ شخص اس بستی میں گیا اور لوگوں کو اس آواز کے بارے میں بتا کر کہا کہ تم بھی چلو اور اس آواز کو سنو۔ چنانچہ کچھ لوگ اس آدمی کے ساتھ آئے اور انہوں نے بھی یہ آواز سنی اور سب نے یقین کر لیا کہ واقعی یہ آواز قبر سے آرہی ہے۔ اب یقین ہونے کے بعد ان لوگوں کو مسئلہ پوچھنے کی فکر ہوئی کہ پہلے علماء کرام سے یہ مسئلہ پوچھ لیا جائے کہ قبر کو کھولنا جائز بھی ہے یا نہیں؟

چنانچہ وہ لوگ محلے کے امام مسجد صاحب کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اس طرح قبر سے آواز آرہی ہے اور میت یہ کہہ رہی ہے کہ مجھے قبر سے نکالو میں زندہ ہوں۔ امام صاحب نے کہا کہ اگر تمہیں اس کے زندہ ہونے کا یقین ہو گیا ہے تو قبر کھول لو اور اس کو باہر نکال لو۔

چنانچہ یہ لوگ ہمت کر کے قبرستان گئے اور جا کر قبر کھولی۔ اب جوں ہی تختہ ہٹایا تو دیکھا کہ اندر ایک عورت ننگی بیٹھی ہوئی ہے اور اس کا کفن گل چکا ہے اور وہ عورت کہہ

رہی ہے کہ جلدی کرو میرے گھر سے میرے کپڑے لاؤ۔ چنانچہ یہ لوگ فوراً دوڑ کر اس کے کپڑے اور چادر وغیرہ لے کر آئے اور لا کر قبر کے اندر پھینک دیئے۔ اس عورت نے ان کپڑوں کو پہنا، چادر اپنے اوپر ڈالی اور تیزی سے بجلی کی طرح اپنی قبر سے نکلی اور دوڑتی ہوئی اپنے گھر کی طرف بھاگی اور گھر جا کر ایک کمرے میں چھپ کر اندر سے کنڈی لگالی۔

اب جو لوگ قبرستان آئے تھے وہ سبھی اس کے گھر پہنچے اور ان کو وہاں جا کر معلوم ہوا کہ اس نے کمرے کے اندر کنڈی لگالی ہے۔ ان لوگوں نے دستک دی کہ کنڈی کھولو۔ اندر سے عورت نے جواب دیا کہ کنڈی تو میں کھول دوں گی لیکن کمرے کے اندر وہی شخص داخل ہو جس کے اندر مجھے دیکھنے کی طاقت ہو، اس لئے کہ اس وقت میری حالت ایسی ہے کہ ہر آدمی مجھے دیکھ کر برداشت نہیں کر سکے گا۔ لہذا کوئی دل گردے والا شخص اندر آئے اور آ کر میری حالت دیکھے۔ اب سب لوگ اندر جانے سے ڈر رہے تھے مگر دو چار آدمی جو مضبوط دل والے تھے، انہوں نے کہا کہ تم کنڈی تو کھولو، ہم اندر آئیں گے چنانچہ اس نے کنڈی کھول دی اور یہ لوگ اندر چلے گئے۔

اندر وہ عورت اپنے آپ کو چادر میں چھپائے بیٹھی تھی، جب یہ لوگ اندر پہنچے تو اس عورت نے سب سے پہلے اپنا سر کھولا تو ان لوگوں نے دیکھا کہ اس عورت کے سر پر ایک بھی بال نہیں، وہ بالکل خالی کھوپڑی ہے، نہ اس پر بال نہ اس پر کھال صرف خالی ہڈی ہے۔ ان لوگوں نے پوچھا کہ تیرے بال کہاں گئے؟ اس عورت نے جواب دیا کہ جب میں زندہ تھی تو ننگے سر گھر سے باہر نکلا کرتی، پھر مرنے کے بعد جب میں قبر میں لائی گئی تو فرشتوں نے میرا ایک ایک بال نوچا اور کھینچا، اس کھینچنے کے نتیجے میں بالوں کے ساتھ کھال بھی نکل گئی۔ اس وجہ سے اب میرے سر پر نہ بال ہیں اور نہ کھال ہے۔

اب ذرا فلمی، ٹی وی اداکارہ، گلوکارہ، فنکارہ جو ننگے سر پوری دنیا کے سامنے آجاتی ہیں اور ان کے علاوہ وہ عام خواتین بھی جو گھروں، گلی کوچوں، بازاروں، پارکوں، فائیو اسٹار ہوٹلوں، سالگرہ اور شادی بیاہ کے فنکشن کی رنگین محفلوں میں ننگے

سر گھومتی پھرتی ہیں، وہ اپنا انجام سوچتے ہوئے اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں اور آئندہ کے لئے ننگے سر رہنے سے توبہ کریں۔

جس جوان لڑکی کو ابھی ابھی ہم نے ستھرے کفن میں لپیٹ کر سلایا تھا، وہ کفن پھاڑ کر اٹھ بیٹھی تھی اور وہ بھی کمان کی طرح ٹیڑھی۔ آہ! اس کے سر کے بالوں سے اس کی ٹانگیں بندھی ہوئی تھیں اور کوئی چھوٹے چھوٹے نامعلوم خوفناک جانور اس سے چمٹے ہوئے تھے۔ یہ دہشت ناک منظر دیکھ کر خوف کے مارے ہماری گگھی بندھ گئی اور ہینڈ بیگ نکالے بغیر جوں توں مٹی پھینک کر ہم بھاگ کھڑے ہوئے۔ گھر میں آ کر میں نے عزیزوں سے اس لڑکی کا جرم دریافت کیا تو بتایا گیا کہ اس میں کوئی فی زمانہ معیوب سمجھا جانے والا جرم تو نہیں تھا البتہ یہ بھی عام لڑکیوں کی طرح فیشن ایبل تھی اور پردہ نہیں کرتی تھی۔ ابھی انتقال سے چندروز پہلے رشتے داروں میں شادی تھی تو اس نے فیشن کے بال کٹوا کر، بن سنور کر عام عورتوں کی طرح بے پردہ شادی کی تقریب میں شرکت کی تھی۔ (ناقابل یقین سچے واقعات:۳۴۸)

عبرت ناک واقعہ

احمد آباد کے محلہ جمال پورہ کے متمول مسلمان گھرانہ میں عجیب واقعہ سے احمد آباد لرز گیا۔ اس کے بال پر دو کالے کالے ناگ، اور چہرہ پر چھپکلی، ناخنوں پر بچھو بیٹھے ہوئے تھے۔

احمد آباد جیسے صنعتی شہر میں جسے ہندوستان کا ''مانچسٹر'' بھی کہا جاتا ہے، جہاں پر مسلم کاریگروں کی بہت بڑی آبادی ہے۔ جہاں تاریخ نے کئی انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ اسی احمد آباد شہر کے محلہ جمال پورہ کے ایک مسلم خاندان میں ایک عجیب وغریب اور عبرت ناک واقعہ رونما ہوا۔

بتایا جاتا ہے کہ مسلم خاندان کی ایک کنواری، غیر شادی شدہ نوجوان لڑکی جس کے فیشن کا بڑا چرچا تھا۔ مالدار گھرانے کی یہ لڑکی صبح اٹھ کر بناؤ سنگھار کرتی، نت نئی تراش وضع، فیشن اور ڈیزائن کے لباس زیب تن کرتی تھی۔ ایک روز اچانک مختصری

علالت کے بعد چل بسی اور شہر کے قبرستان میں اسے دفن کر دیا۔ مبینہ طور پر اس کے بعد ایک حیرت انگیز بات ہوئی۔ اس کی ماں کو مسلسل تین رات تک یہ آواز سنائی دیتی رہی اور خواب میں لگا تار تین رات اپنی جوان لڑکی کی لاش دکھائی دیتی رہی جو کہہ رہی تھی "امی مجھے قبر سے نکالو میں زندہ ہوں۔"

اس کی ماں کا بیان ہے کہ میں اس واقعہ سے گھبراہٹ محسوس کر رہی تھی، مجھے خوف واضمحلال لاحق ہو گیا تھا۔ ممتا کے آنسوؤں نے لڑکی کے باپ اور بھائی اور محلہ داروں کو آگاہ کیا اور چوتھے روز دو پولیس والوں کی موجودگی میں قبر کھودی گئی۔ لڑکی زندہ تھی لیکن اس عبرتناک حالت میں کہ اس کے بال پر دو کالے کالے ناگ، چہرہ پر چھپکلی اور ناخنوں پر جہاں جہاں لالی لگی تھی، وہاں بچھو چپکے ہوئے تھے۔ عصر کے بعد تمام موذی جانور متوفیہ کی لاش سے ہٹ گئے۔ پولیس بے ہوش لڑکی کو قبر سے نکال کر واڑی چیری ٹیبل ہسپتال احمد آباد کے I.C وارڈ میں لے گئی جہاں اس کا علاج ہو رہا ہے۔ لڑکی کا ہونٹ غائب ہو گیا ہے۔ ہوش میں آنے کے بعد کہا جاتا ہے کہ اس نے بتایا کہ میں صرف پندرہ دن کے لئے دوبارہ آئی ہوں، تم لوگ نماز پڑھو، روزہ رکھو۔ لوگوں کو صرف اتنا سنائی دیا اور اتنا ہی سمجھ میں آیا، اس سے زیادہ کچھ بھی سنائی نہیں دیا۔

بتایا جاتا ہے کہ تقریباً ۱۲ دنوں سے اس عجیب وغریب دوبارہ زندہ ہونے والی فیشن کی دلدادہ لڑکی جو سہائیلر کی کنیز فاطمہ نامی نے اپنی آنکھوں سے ہسپتال جا کر دیکھا ہے۔ لوگوں میں بڑا چرچا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک تنبیہ ہے کہ غفلت اور اغیار کی نقالی سے بچ کر سادہ اور مذہب کے اصول کے مطابق لوگ چلیں۔ خاص طور پر عورتوں کو اس میں عبرت حاصل ہو۔ (ناقابل یقین سچے واقعات: ۱۴۹)

بخشا ہوا شخص بخشی ہوئی عورت کا کفن چرا رہا ہے

قشیری کہتے ہیں (بعض صالحین نے یہ واقعہ بیان کیا ہے) کہ وہ کفن چور تھے۔ چنانچہ ایک عورت کا انتقال ہوا جب اس کو کفنا کر قبر تک لے گئے تو کفن چور نے بھی شرکت کی۔ وجہ یہ تھی کہ قبر کی شناخت کر کے رات کو قبر کھود کر کفن چرانے میں آسانی

ہو۔ جب لوگ دفن کر کے واپس آ گئے اور رات ہوئی تو کفن چور نے قبر کو کھودا۔ جب لاش نظر آئی تو اچانک عورت بول پڑی:

سبحان اللہ! ایک بخشا ہوا شخص بخشی ہوئی عورت کا کفن چرا رہا ہے۔ کفن چور حیران ہوا اور کہنے لگا اے عورت! یہ تسلیم ہے کہ تیری مغفرت ہوئی ہے لیکن میں کیسے بخشا گیا؟

عورت نے کہا اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمائی اور ان لوگوں کی بھی مغفرت فرمائی جن لوگوں نے مجھ پر نماز جنازہ پڑھی تھی، تو بھی نماز جنازہ میں شریک تھا۔

یہ سن کر کفن چور نے ارادہ ترک کر کے مٹی برابر کر دی اور پھر ایسی توبہ کی کہ صالحین کے گروہ میں اس کا شمار ہونے لگا اور لوگوں کی عبرت کے لئے یہ واقعہ خود اس نے اپنی زبان سے لوگوں کو سنایا۔ (رسالہ قشیریہ/موت کا جھٹکا:۲۹۳)

میں غلطی پر تھا

حضرت قشیری فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن شیبان اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نیک شخص میرا ہم سفر ہوا۔ راستہ میں اس کا انتقال ہو گیا اور میں اس کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوا میں نے جب اس کو غسل دینا شروع کیا تو خوف کے مارے میں نے بائیں ہاتھ سے غسل دینا شروع کر دیا۔ اس مردہ نے بایاں ہاتھ مجھ سے چھڑا کر دایاں ہاتھ بڑھا دیا۔

میں نے کہا بیٹا! تو نے سچ کہا، میں ہی غلطی پر تھا کہ بائیں ہاتھ سے شروع کر رہا تھا۔ (رسالہ قشیریہ/موت کا جھٹکا:۲۶۳)

مردے نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا

حضرت یعقوب سوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ایک مرید کی میت کو غسل دینا شروع کیا، اچانک اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ میں نے کہا بیٹا! میرا ہاتھ چھوڑ دے، میں جانتا ہوں کہ تو مرا نہیں بلکہ صرف ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا گیا ہے۔ میں نے جب یہ جملہ پورا کیا تو اس نے میرا ہاتھ اسی وقت چھوڑ دیا۔

(رسالہ قشیریہ/موت کا جھٹکا:۲۶۳)

کیا مردہ میں زندگی لوٹ آئی

حضرت یعقوب سوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مکہ میں ایک مرید میرے پاس آ کر کہنے لگا اے شیخ! میں کل ظہر کے وقت مروں گا یہ اشرفیاں مجھ سے لے لو، ان سے تجہیز و تکفین کا سامان کر دینا۔ جب دوسرا دن آیا تو مرید آیا اور بیت اللہ کا طواف کیا اور پھر مر گیا۔ میں نے تجہیز و تکفین کا سامان کیا اور جب اس کو قبر میں رکھا گیا تو اس نے اپنی دونوں آنکھیں کھول دیں۔ میں نے حیرت سے کہا کیا مردہ میں زندگی لوٹ آئی؟ اس نے کہا میں زندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر محبوب زندہ ہے۔

میں نے مہربان رب سے ملاقات کی

حضرت قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے استاد ابو علی دقاق کو کہتے سنا کہ ایک دن ابو عمرو بیکندی ایک کوچہ سے گزر رہے تھے، دیکھا کچھ لوگ جمع ہیں اور ایک جوان شخص کو اس جگہ سے نکالنے کا ارادہ کر رہے ہیں کیونکہ وہ جوان فساد برپا کر رہا تھا۔ لوگ اس کو نکالنا چاہتے تھے اور اس کی ماں رو رہی تھی کہ میرے بیٹے پر رحم کرو۔ ابو عمرو نے لوگوں سے سفارش کی اور کہا اس مرتبہ میرے کہنے سے اس کو معاف کر دو، اگر پھر فساد کرے تو اس کو نکال دینا، یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئے۔

کئی دن کے بعد ابو عمرو نے اس کی ماں کو دیکھا اور لڑکے کا حال پوچھا۔ اس نے بتایا کہ اس کا انتقال ہو چکا ہے، اس نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کی خبر میرے پڑوسیوں کو نہ دینا ورنہ وہ خوش ہوں گے اور میری تدفین کے بعد میرے رب سے سفارش کرنا۔ اس کی ماں کا بیان ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا اور جب میں اس کے لئے سفارش کر کے اس کی قبر سے چلی آئی تو قبر سے آواز آئی۔ وہ کہہ رہا تھا اماں! اب چلی جا، میں نے بڑے مہربان رب سے ملاقات کی ہے۔

(رسالہ قشیریہ/موت کا جھٹکا: ٢٦٤)

قبر میں عجیب منظر

حضرت یونس بن ابی الغرات فرماتے ہیں کہ ایک گورکن قبر کھودنے کے بعد دھوپ سے بچنے کے لئے کچھ دیر قبر میں بیٹھ گیا، اچانک ایک ٹھنڈی ہوا پیٹھ میں محسوس ہوئی۔ اس نے مڑکر دیکھا تو ایک چھوٹا سا سوراخ نظر آیا اس سے ہوا آرہی تھی۔ سوراخ کشادہ کرکے اندر جھانکا تو اس نے عجیب منظر دیکھا۔ اندر ایک بوڑھا آدمی تازہ خضاب کرکے بیٹھا ہے اور قبر تا حد نگاہ کشادہ ہوگئی ہے۔

(ذکر الموت/موت کا جھٹکا ۲۶۵)

عورت قبر میں بیٹھی ہوئی تھی

ملفوظات سید غوث علی شاہ قلندر رحمہ اللہ میں ہے ایک روز ارشاد ہوا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ صاحب سے ہم سبق پڑھتے تھے کہ ایک شخص امیرانہ لباس پہنے ہوئے آیا اور عرض کیا کہ میری سرگزشت سننے کے قابل ہے، حضرت میری عقل کام نہیں کرتی۔ حیران ہوں کہ کیا کروں اور کہاں جاؤں۔ آپ کی خدمت میں اس لئے آیا ہوں کہ جو ارشاد ہو بجالاؤں۔ میں لکھنؤ کا باشندہ اور روزگار پیشہ آدمی تھا۔ ایک دفعہ بیکاری کے باعث گھر پر تنگی سے گزرنے لگی۔ ارادہ کیا کہ کہیں باہر نکل کر تلاش معاش کروں۔ سرمایہ کم رہ گیا تھا۔ تھوڑا سا زادِ راہ لے کر ''اودے پور'' کو چلا۔ اثنائے راہ میں ریواڑی آئی۔ اُس زمانہ میں وہاں صرف ایک سرائے اور تکیہ آباد تھا۔ اس سرائے میں چند بھٹیاریاں اور دو ایک کسبیاں رہتی تھیں۔ میں سرائے میں اُترا اور گھوڑا باندھ کر خاموش و متفکر چارپائی پر جاکر بیٹھا کیونکہ خرچ پاس نہ تھا۔ اتنے میں ایک کسبی آئی اور کہنے لگی کہ میاں جوان کس فکر میں بیٹھے ہو۔ کھانے دانے کا سامان کیوں نہیں کرتے۔

میں نے کہا کہ ابھی تھکا ہارا آیا ہوں ذرا سستالوں تو کچھ بندوبست کروں۔ وہ چلی گئی اور ذرا دیر بعد پھر آئی۔ کہا اب کیا دیر ہے۔ میں نے پھر وہی جواب دیا۔ تیسری

بار پھر آئی اور بولی کیا بات ہے گھوڑا اٹا پتا ہے اور تم کو کچھ فکر نہیں۔ ناچار جو بات تھی میں نے سچ سچ کہہ دی کہ کوڑی گرہ میں نہیں رہی۔ اب گھوڑا یا ہتھیار بیچتا ہوں تو نوکری کیسے کروں گا۔ اور یہ نہ کروں تو خرچ کہاں سے لاؤں۔ وہ چپکی چلی گئی اور دس روپیہ لاکر میرے حوالے کئے کہ لو یہ روپیہ میں نے چرخہ کات کر اپنے کفن دفن کے لئے جمع کیا ہے۔ آپ کو قرض حسنہ دیتی ہوں جب تمہیں خدا دے تو ادا کر دینا۔

میں وہ روپیہ خرچ کرتا ہوا ''اودے پور'' پہنچا۔ وہاں جھٹ پٹ نوکری مل گئی اور کچھ ایسا فضل ربّی ہوا کہ پانچ ہی برس میں امیر کبیر بن گیا۔ پھر تو حشم خدم ہاتھی گھوڑے سب ٹھاٹھ امیرانہ مہیا تھا۔ گھر سے خط آیا کہ لڑکا جوان ہو گیا بیٹی والے تقاضا کرتے ہیں۔ جلد آکر شادی کا سامان کرو میں راجہ سے رخصت لے کر بڑے ٹھاٹھ سے چلا اور ریواڑی کی طرف کو روانہ ہوا۔ جب اسی سرائے میں اترا تو کسبی کا حال دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ مہینہ بھر سے بیمار اور کوئی دم کی مہمان ہے۔ جب اس کے پاس پہنچا تو میرے سامنے جاں بحق ہو گئی تجہیز و تکفین کی اور اپنے ہاتھ سے اس کو قبر میں اتارا اور دفن کر کے چلا آیا۔ جب آدھی رات گذری تو خیال آیا کہ جیب میں پانچ ہزار کی ہنڈی تھی دیکھا تو ندارد۔ بڑی پریشانی ہوئی۔ سوچتے سوچتے ذہن میں یہ خیال گذرا کہ ضرور اُس قبر میں ہنڈی گری ہو گی۔ پلنگ سے اُٹھ کر سیدھا قبرستان میں پہنچا اور قبر کھوڈالی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ نہ وہاں میت ہے نہ ہنڈی۔ ہاں ایک طرف کو دروازہ سا نظر آتا ہے۔ اس کے اندر چلا گیا۔ نہایت پر فضا و دلکشا باغ نظر آیا۔ اُس میں ایک مکانِ عالیشان ہے فرش و فروش سے آراستہ اور ایک عورت نہایت حسین و مہ جبین بیٹھی ہے۔ دل میں خیال آیا کہ یہ تو کسی شہزادی کا مکان ہے۔ ایسا نہ ہو کوئی مجھے روکے ٹوکے۔ جھجک کر قدم پیچھے ہٹایا ہی تھا کہ اس کے گرد جو پرستار و غلام دست بستہ کھڑے تھے۔ ایک میرے پاس آیا اور بلا کر لے گیا۔

اب وہ عورت کہتی ہے کہ تم نے مجھ کو پہچانا نہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ کہا اجی میں وہی تو ہوں جس نے تم کو دس روپے دیئے تھے۔ آج اس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے یہ عروج مجھ کو عطا فرمایا ہے۔ لو یہ تمہاری ہنڈی بھی موجود ہے جو قبر میں گر پڑی تھی اب

دیر نہ کرو چلے جاؤ۔ میں نے کہا کہ ذرا دیر یہاں کی سیر تو کرلوں وہ بولی کہ یہاں کی سیر قیامت تک بھی نہ کرسکو گے ۔اتنی دیر میں دنیا کے اندر کیا سے کیا ہوگیا ہوگا۔ بس تم جاؤ۔ خیر میں اس کے کہنے کے موافق چلا آیا۔ شاید کوئی تین گھڑی کا عرصہ لگا ہوگا۔ قبر کے باہر نکل کر دیکھتا ہوں تو زمانہ کا رنگ ہی کچھ اور ہے۔ نہ وہ تکیہ نہ وہ سرائے نہ وہ آدمی نہ وہ بستی ۔سرائے کی جگہ پر ایک شہر آباد ہے۔ پہلا حال جس سے پوچھتا وہ مجھے دیوانہ بتاتا ہے اور کہتا ہے یہاں خیر ہے کیسی سرائے اور کون امیر۔

اے ہم نفس نہ پوچھ عبث ہے کہاں سرائے
ہم ہیں مسافر اور جہاں کارواں سرائے

آخر ایک آدمی نے کہا چلو میں تم کو ایک بزرگ کے پاس لے چلوں۔ شاید ان سے کچھ پتہ لگے۔ وہ بڑا معمر آدمی تھا، میرا حال سن کر اس نے بحر تفکر میں غوطہ لگایا اور بہت تامل کے بعد کہا کہ ہاں کچھ کچھ مجھے یاد ہے میرے پردادا فرمایا کرتے تھے کہ اگلے زمانہ میں یہاں صرف ایک سرائے تھی اور اس میں ایک کسبی آباد تھی ۔ایک امیر آکر ٹھہرا اور اس کسبی کا گور و کفن کیا۔ مگر آدھی رات کو وہ بھی غائب ہوگیا تھا پھر اس کا کچھ پتہ نہ لگا۔ ہم راہی رو پیٹ کر چلے گئے اس بات کو کوئی تین سو برس کا عرصہ گزرا ہوگا۔ جب میں نے حال بیان کیا کہ وہ امیر میں ہوں تو لوگ میرے گرد جمع ہوگئے اور حیرت کرنے لگے۔ اب مجھ کو خبط سا ہوگیا ہے۔ نہ گھر ہے نہ در۔ کہاں جاؤں اور اس ہنڈی کو کیا کروں۔ شاہ صاحب نے کہا کہ بے شک، وہاں کی ایک گھڑی یہاں کی ایک صدی ہوتی ہے اب بیت اللہ کو چلے جاؤ۔ اور باقی عمر یاد الٰہی میں گذار دو۔ چنانچہ ان کو خرچ دے کر مکہ معظمہ کو روانہ کر دیا۔ (ملفوظات: ۳۴-۳۲)

بزرگ کے کٹے ہوئے سر نے جواب دیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک بزرگ تھے مدت تک مجاہدہ میں مصروف رہے۔ ایک دن ان کو الہام ہوا کہ اچھا تم مانگو کیا مانگتے ہو۔ ان کی سمجھ میں نہ آیا کیا طلب کروں۔ عرض کیا کہ آٹھ دن کی مہلت ملے تاکہ میں کسی دانا سے مشورہ کروں "وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ"

چنانچہ وہ ایک بزرگ شیخ کی خدمت گئے جو کہ اس زمانہ میں مشہور ومعروف تھے اور تمام حال بیان کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں اس قابل نہیں ہوں۔ ہاں! ایک مرد خدا فلاں جگہ پڑا ہے۔ بھاڑ جھونکا کرتا ہے اس کی خدمت میں جاؤ یقین ہے کہ وہ تمہارے سوال کا جواب دے۔ سائل ان کے پاس گیا اور کیفیت عرض کی۔ فرمایا اچھا کل آؤ تو اس کا جواب دیں گے۔ دوسرے روز حسب وعدہ وہ بزرگ سائل وہاں گیا تو شور وغل کی آواز سنی۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ رات کے وقت کسی نے اس کو قتل کر ڈالا۔ دھڑ ایک بیت الخلاء میں پڑا ہوا ملا۔ اور سر ایک کوڑی پر پایا۔ حاکم تک مقدمہ گیا۔ وہاں سے حکم ہوا کہ یہ بدمعاش تھا اس کے پاؤں میں رسی باندھ کر کشاں کشاں بیرون شہر پھینک دیا جائے تا کہ کوے اور کتے اس کی نعش کو کھا جائیں۔ یہ بزرگ اس تماشے کو دیکھ کر نہایت حیران ہوئے کہ اس بزرگ کے ساتھ یہ کیا معاملہ ہو رہا ہے اور مجھ سے اُس نے غلط وعدہ کیوں کیا تھا۔

آخر سوچا کہ مردوں کا وعدہ خلاف نہیں ہوتا۔ اُس سر بے تن سے جا کر سوال کیا کہ آج کا وعدہ تھا، اب جواب عنایت ہو:

"اَلْکَرِیْمُ اِذَا وَعَدَ وَفٰی"

(شریف انسان وعدے کا پاس رکھتا ہے)

اُس سر میں سے آواز آئی کہ میاں صاحب! تمہارے سوال کا یہی تو جواب ہے جو تم نے تماشا دیکھا۔ ہمارے اوپر سرکار کی بڑی عنایت اور ہمارے ساتھ نہایت محبت اور بڑا پیار تھا۔ لیکن ساری عمر پیٹ بھر کھانا ملا نہ پہننے کو کپڑا نصیب ہوا۔ ہمیشہ لنگوٹی باندھی اور بھاڑ جھونکا۔ زندگی کی یہ صورت تھی موت کی کیفیت تم نے خود ہی دیکھ لی کہ کیا عمدہ گت ہوئی نہ گور ملی نہ کفن میسر ہوا، سر کہاں دھڑ کہاں۔ الغرض اہل محبت وعشق کے ساتھ تو یہ سلوک ہوتا ہے جو کہ بیان کیا گیا پس اگر تم کو مانگنا ہے تو مراتب میں سے کوئی مرتبہ مثل ولایت وغوثیت وقطبیت وغیرہ مانگ لو مزے میں رہو گے۔ محبت کا نام کبھی بھول کر بھی نہ لینا۔

عشق راھرگز نشاید ناتواں
مرد کامل باید وآں پھلواں
پھلواں باید دریں راہ شگرف
نکتہ داں راگنگ باید شد زحرف

یہ بات سن کر اُس بزرگ کی آنکھیں کھلیں اور دل میں کہا کہ بھلا جب دینے والے کو کچھ دینا منظور ہوتا ہے تو کہیں پوچھ پوچھ کے دیا کرتا ہے۔ میں تو کچھ نہیں مانگتا جو اُس کو دینا منظور ہوگا بغیر دریافت کے عطا کرے گا۔

(ملفوظات: ۲۲۹-۲۲۸)

مرنے والا کمرے میں زندہ سالم نظر آیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمارے ایک دوست تھے عبدالصمد خاں بھوپال میں، ان سے ملاقات ہوئی انہوں نے عجیب غریب حکایت بیان کی:

حکایت یہ کہ میں ایک مولوی صاحب سے پڑھا کرتا تھا۔ قضاءً ان کا انتقال ہو گیا سخت رنج والم ہوا کہ ایسے شفیق استاد اب کہاں ملیں گے۔ جب ان کو غسل دیا، کفن پہنایا، تو خوشبو لینے اُن کے حجرہ میں آیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ مولوی صاحب اندر موجود ہیں۔ میں نے متعجب ہو کر پوچھا کہ حضرت جنازہ تو باہر رکھا ہے اور آپ یہاں۔ فرمایا کہ میاں تمہارا غم واندوہ گوارا نہ ہوا۔ اب خاطر جمع رکھو انشاء اللہ ہر روز ملاقات ہوا کرے گی، مگر افشائے راز نہ کرنا۔ چلو اب جنازہ کی نماز پڑھو، مگر ہم اور لوگوں کی نظر سے غائب رہیں گے۔ میں نے دریافت کیا کہ مولوی صاحب آپ تو یہاں ہیں بھلا قبر میں منکر نکیر کو جواب کون دے گا۔ فرمایا کہ میاں یہ بات نہ پوچھو کچھ اور گفتگو کرو۔ دو گھڑی بعد سلام علیک کر کے تشریف لے گئے۔ مرنے کے بعد ہر روز صبح کے وقت قدم رنجہ فرماتے رہے۔ چند روز اسی طرح گذرے۔ ایک رات میں نے حجرہ کی مودی میں پیشاب کر دیا۔ صبح کو مولوی صاحب ناک چڑھائے آئے اور کہا کہ آج تمہارے حجرہ میں بدبو ہے۔ شاید تم نے یہیں پیشاب کیا ہے، میں نے عرض کیا کہ فی الواقع یہ

قصور مجھ سے ہوا ہے۔ اُسوقت فرمایا کہ میاں تم اور عالم میں ہم اور عالم میں بھلا ہماری تمہاری ملاقات کیا، بھائی اب ہم نہیں آئیں گے۔ ہر چند میں نے عذر معذرت کی لیکن پھر کبھی نہیں آئے۔ (ملفوظات: ۹۶-۹۵)

شہادت پر مبارکباد کا اثر

لوگر کے شہید برکی برک کے کمانڈر مصطفیٰ بدر نے بتایا کہ ربانی نامی مجاہد ایک معرکہ میں شہید ہوگیا۔ شہادت کے بعد ہم نے دیکھا اس نے اپنی کلاشنکوف سینے سے چمٹا رکھی تھی اور اسے مضبوطی سے تھام رکھا تھا جب مجاہدین اس کے پاس آئے اور اس سے کلاشنکوف لینے کی کوشش کی تو نا کام رہے کلاشنکوف اس کے ہاتھ سے نہ چھوڑا سکے۔ پھر میں آیا میں اسے شہادت پر مبارکباد دی اور اس سے کلاشنکوف لے لی۔

تم مجھ سے بندوق کبھی نہ لے سکو گے

میر محمد گل نے ہی بتایا کہ میر آغا نے شہادت کے بعد اپنی بندوق مضبوطی سے تھام رکھی تھی روسی اس کی میت کے پاس پہونچے اور اس سے بندوق حاصل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن نا کام رہے۔ کافی کوشش کے بعد نا کام ہوکر روسی غضب ناک ہو گئے اور انہوں نے تین میگزین شہید کے سینے پر خالی کر دیئے لیکن پھر بھی اس نے بندوق نہیں چھوڑی روسیوں کے جانے کے بعد برکی برک کا کمانڈر مصطفیٰ بدر شہید کے پاس پہونچا اس نے اسے شہادت کی مبارکباد دی اور شہید نے انتہائی نرمی سے بندوق ہاتھ چھوڑ دی۔

شہید کا نعرۂ مستانہ

حاجی ارسلان کے معاون کمانڈر عبدالحمید نے بتایا کہ جنوری ۱۹۸۶ء میں مجاہدین کی ایک شاہی کوٹ ضلع زرمت پکتیا سے قصبہ چہار برادرزی کی طرف آ رہی تھی، یہ قصبہ پاکستانی سرحد کے قریب ہی واقع ہے۔ اچانک فضاء میں ۲۱ ہیلی کاپٹر نمودار

ہوئے اور گاڑی کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے مختلف جگہوں پر اتر گئے۔ اور وہاں سے گاڑی پر فائرنگ شروع کردی۔ جس سے ۱۱ مجاہدین شہید ہوگئے۔

غلام محمد بھی ان شہیدوں میں شامل تھا۔ وہ رات ۸ بجے شہید ہوا اگلی صبح دس بجے مولوی نصرالدین میدان میں آئے۔ اور جیسے ہی شہید غلام محمد کے پاس پہونچے اس نے ہاتھ بلند کر کے نعرہ لگایا اس کا ہاتھ اس وقت تک فضاء میں بلند رہا جب تک مولوی نصرالدین نے فاتحہ ختم نہ کرلی پھر اس سے کہا کہ شہید ہاتھ نیچے کرلو تو شہید نے ہاتھ نیچے کرلیا۔

اگر تم شہید ہو تو مسکرا کر دکھاؤ

کنڑ میں اسامہ بن زید چھاؤنی پر ایک حملے کے دوران شیر محمد ۲۹/ مارچ ۱۹۸۲ء بروز ہفتہ شہید ہوگیا شیر محمد جعفر کا بھائی تھا اور جہاد کے میدانوں میں بڑی جواں مردی کا مظاہرہ کرتا رہا تھا۔ جعفر کے بارے میں بھی لوگ ہی گواہی دیتے ہیں کہ وہ جرأت بہادری اور مستقل مزاجی کا مظاہرہ کرنے والے اولین مجاہدوں میں سے ہیں۔

روسی حملہ آوروں کے خلاف جو کارروائی کی گئی اس میں جعفر، شیر محمد، اسد اللہ، گل رحمٰن، یوسف اور عبدالباقی شامل تھے، اور اس کاروائی میں شیر محمد اور مولوی گل رحمٰن شہید ہوگئے۔ ان کے شہادت کے بعد جعفر اپنے شہید بھائی شیر محمد کے پاس آیا اور کہنے لگا ''اگر تم شہید ہو تو مسکرا کر دکھاؤ، شیر محمد فوراً مسکرا دیا یہاں تک کہ اس کے دانت دکھائی دینے لگے'' جعفر نے جلدی سے اپنی ماں کو بلایا کہ وہ آکر اپنے بیٹے کی مسکراہٹ دیکھ لے۔ لیکن اس کی یہ مسکراہٹ لعل محمد (جعفر کے بھائی) نے تو دیکھ لی مگر اس کی ماں نہ دیکھ سکی کیونکہ جب تک وہ وہاں پہونچی تو شیر محمد سنجیدہ ہو چکا تھا۔

شہید کے خون نے کلمہ طیبہ لکھ دیا

جناب عبدالجبار موضع ارگون بیان کرتے ہیں یکم جولائی ۱۹۸۶ء کو ہم نے کمیونسٹ فوجیوں پر حملہ کیا جس میں مجاہد محمد آغا شہید ہوگئے اور ہم نے اس کو چادر میں لپیٹ دیا بعد ازاں ہم نے دیکھا کہ شہید کے خون کی دھار نے بڑی خوب صورتی سے

چادر پر کلمہ طیبہ لکھ دیا تھا اس منظر کو دیکھ کر سب حیران ہو گئے۔ میں نے خود اور مجاہدین کے جم غفیر نے بھی دیکھا۔

شہادت مبارک ہو لیٹے رہو

مامور ببرک نے بیان کیا کہ ۱۸ سالہ انندگل کلائی شینک میں شہید ہو گیا یہ گاؤں ضلع محمد آغا ولایت لوگر کے نواح میں واقع ہے۔ ہم اس کے پاس آ کر دائیں طرف کھڑے ہو گئے تو اس نے پورے جسم کے ساتھ بائیں کروٹ لے لی پھر ہم بائیں کروٹ کی طرف آئے تو وہ دائیں طرف گھوم گیا پھر اس کے سرہانے جا کر کھڑے ہوئے تو اس نے اپنا اور سینا اٹھا کر دیکھنا چاہا میں نے اسے شہادت کی مبارکباد دی تو وہ اپنی طبعی حالت میں دوبارہ پلٹ گیا۔

شہداء کا تبسم

مولانا ارسلان بیان فرماتے ہیں مجاہد عبدالجلیل ایک صالح طالب علم تھا معرکہ میں طیارے کے بم سے شہید ہوا۔ شہید کی میت رکھی ہوئی تھی مجاہدین کی کافی تعداد وہاں موجود تھی۔ شہید اپنی آنکھیں کھولتا اور مسکراتا یہ منظر دیکھ کر مجاہدین مولانا ارسلان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ عبدالجلیل مرا نہیں بلکہ زندہ ہے۔

مولانا ارسلان نے کہا کہ:

ہاں وہ مرا نہیں بلکہ شہید ہوا ہے اس پر مجاہدین نے کہا کہ ان کا دفن کرنا اس وقت جائز نہیں جب تک فوت ہونے کا اچھی طرح یقین نہ ہو جائے۔ مولانا ارسلان نے انہیں سمجھایا کہ وہ تو گزشتہ کل ہی شہید ہو گیا تھا۔ اور یہ شہید کی کرامت ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر سے سلام کا جواب دیا

حضرت عطاء بن خالد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میری خالہ ہمیشہ شہداء کے مقبرے میں جایا کرتی تھیں، ان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں سواری میں بیٹھ کر مزار

شہداء گئی تو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے پاس جا کر اتری ۔ وہاں حسب توفیق کچھ نوافل پڑھے۔ مزار بالکل سنسان تھا کہیں کوئی انسان نہیں تھا، سوائے میرے ایک غلام کہ جو میری سواری کی لگام تھامے کھڑا تھا۔ میں نے نماز سے فارغ ہوکر ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا السلام علیکم ۔تو میں نے اپنے کانوں سے قبر کے اندر سے سلام کا جواب سنا۔اور قبر سے جواب سننے پر مجھے اتنا یقین ہے جس طرح میرے ذہن میں اللہ کا میرے خالق ہونے کا یقین ہے۔یا جس طرح میں دن اور رات کو یقینی جانتی ہوں۔قبر سے اس طرح سلام کا جواب سن کر رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

شہید کا سر بولنے لگا

حضرت سعید عمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجاہدین کی ایک جماعت سمندری راستے سے جہاد کے لئے نکلی تو ایک نوجوان آیا اور ان کے ساتھ جانے کے لئے بے حد شوق ظاہر کیا۔مجاہدین نے اس کو اپنے ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا،نوجوان بضد رہا آخر اس کے اصرار در اصرار سے مجاہدین اس کو اپنے ساتھ لے جانے پر مجبور ہو گئے۔

انہوں نے اس کو اپنے ساتھ سمندری جہاز میں بٹھالیا۔

جب دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی تو وہ نوجوان سب سے زیادہ بے جگری سے لڑنے والا نکلا۔لڑتے لڑتے نوجوان شہید ہو گیا،شہید ہونے کے بعد اس کا سر جہاز میں بیٹھے مجاہدین کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو کر یہ آیت تلاوت کرنے لگا۔

﴿تِلْکَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَّالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ (قصص:۸۳)

''وہ دار آخرت (آخرت کا گھر) ہم ان لوگوں کو دیں گے جو زمین میں سر بلندی نہیں چاہتے اور نہ فساد چاہتے ہیں اور انجام خیر تقویٰ (خدا ترسی) اختیار کرنے والوں کے لئے مخصوص ہے''۔

اس کے بعد وہ سمندر میں ڈوب کر غائب ہو گیا۔

شہید نے کہا رب کعبہ کی قسم! ہم زندہ ہیں

زین الدین بوشی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کافی تعداد میں مجاہدین کو دوران جہاد انگریزوں نے گرفتار کرلیا اور بہت سوں کو شہید کردیا تو فقیہ عبدالرحمٰن نوری رحمۃ اللہ نے یہ آیت تلاوت فرمانے لگے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ. (آل عمران:۱۶۹)

''اور جولوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو ہرگز ہرگز مردہ گمان نہ کر بلکہ وہ زندہ ہیں، وہ اپنے پروردگار کے نزدیک ہیں، ان کو رزق اور روزی دیجاتی ہے''۔

اس کے بعد فقیہ عبدالرحمٰن نوری رحمۃ اللہ بھی اپنے شہید مجاہدین سے جا ملے تو ایک انگریز آپ کی لاش کے پاس ہاتھ میں نیزہ لئے آیا اور آپ رحمۃ اللہ کی لاش کو نیزہ سے ہلاتے ہوئے کہا کہ اے مسلمانوں کے مذہبی رہنما! تم تو کہہ رہے تھے کہ تمہارے رب نے کہا ہے کہ تم لوگ اپنے رب کے پاس زندہ ہو اور کھاتے پیتے ہو، کہاں ہے تمہارے رب کا یہ کلام؟

زین الدین بوشی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ فوراً فقیہ عبدالرحمٰن شہید نے اپنا سر اٹھا کر فرمایا: رب کعبہ کی قسم! ہم زندہ ہیں۔ آپ نے دو مرتبہ اس طرح فرمایا۔

یہ دیکھ کر انگریز اپنے گھوڑے سے اتر کر آپ کے چہرے کو بوسہ دینے لگا اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ وہ اس لاش کو اس کے ساتھ اس کے ملک میں پہنچادے۔

(شرح الصدور:ص۲۰۸)

شہید بیٹا والدین سے ملاقات کے لئے آگیا

حضرت عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ سرزمین شام کے ایک گاؤں میں ایک شخص اپنی بیوی کو ساتھ لے کر اپنے گیہوں کے کھلیان میں کام

کر رہا تھا۔ اس سے پہلے اس شخص کا ایک بیٹا شہید ہو گیا تھا۔ اچانک ایک شہسوار کو اس نے اپنی طرف آتے دیکھا تو بیوی سے کہنے لگا کہ: دیکھو یہ ہمارا بیٹا آ رہا ہے۔

بیوی نے کہا: تم پر لگتا ہے جنات کا سایہ ہے۔ تمہارے بیٹے کے شہید ہوئے عرصہ بیت چکا ہے۔ اصل میں تمہارا دماغ صحیح نہیں ہے۔ وہ شخص استغفار کرتا ہوا دوبارہ کام میں لگ گیا، شہسوار قریب آیا تو اس شخص نے کہا خدا کی قسم! یہ ہمارا بیٹا ہے۔

بیوی نے شہسوار کی طرف نظر اٹھائی اور کہنے لگی خدا قسم! یہ تو واقعی ہمارا بیٹا ہی ہے۔ وہ ان دونوں کے سامنے آ کے رکا، یہ دونوں اس کی طرف بڑھے، آدمی (شہسوار کے باپ) نے کہا کہ بیٹا! تم شہید نہیں ہو گئے تھے؟

اس نے کہا جی ہاں! اے ابا جان! لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ ابھی ابھی انتقال فرما گئے ہیں۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام شہداء کو ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی اجازت دی۔ اس طرح مجھے بھی اس کی اجازت مل گئی تو میں نے اللہ سے آپ لوگوں کو سلام کرنے کی اجازت چاہی جو اللہ نے منظور کر لی۔

یہ کہہ کر اس نے اپنے والدین کے لئے دعا کی اور چلا گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ واقعی اس دن اسی وقت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ کا انتقال ہوا تھا۔ جب کہ اس علاقے میں اس شہید کی اطلاع کے علاوہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ کی وفات پر کسی کو کوئی اطلاع نہ تھی اور اس شہید کی شہادت بھی اس دن اسی وقت ہوئی تھی۔

(تاریخ مدینة دمشق: ۴۵/۲۵۸)

شہید ہونے والے مجاہدین نے زندہ رہنے والے مجاہد کو گھر پہنچا دیا

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ نے اپنی بے مثال کتاب ''تاریخ مدینہ دمشق'' میں حضرت عمیر بن حباب سلمی رحمۃ اللہ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ بنو امیہ کے دور میں میں اپنے آٹھ دیگر مجاہدین کے ساتھ رومیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ ہمیں شاہ روم کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو میرے دوسرے مجاہد ساتھیوں کو شاہ روم کے حکم سے

شہید کر دیا گیا۔

مجھے بھی گردن زنی کے لئے آگے کیا گیا تو ایک رومی جنرل شاہ روم کی طرف بڑھا اور اس کے سر اور قدموں کو چوم کر التجا کرنے لگا کہ اس مسلمان کو مجھے دیدیں۔ بادشاہ نے آخر مجھے اس کے حوالے کر دیا۔ وہ مجھے اپنے گھر لے گیا، اس کے بعد اس نے اپنی نہایت خوبصورت ایک بیٹی کو بلایا اور مجھے کہا کہ یہ میری بیٹی ہے تم ہمارا دین اختیار کرلو تاکہ میں تم سے اپنی اس بیٹی کی شادی کر دوں اور تم کو اپنا مال تقسیم کر دوں۔ تم نے تو بادشاہ کے پاس میرے مقام کو دیکھ لیا ہے۔ لہٰذا تم بلا تاخیر ہمارا مذہب قبول کرلو۔

میں نے کہا کہ میں بیوی یا کسی دنیوی ساز وسامان کے لئے اپنا دین نہیں چھوڑ سکتا۔

وہ جرنیل کئی دنوں تک مجھے یہ پیش کش کرتا رہا۔ ایک رات اس کی بیٹی نے مجھے اپنے ایک خوب صورت باغ میں بلا کر کہا کہ تم میرے ابو کی بات کیوں نہیں مان لیتے؟

میں نے کہا کہ میں کسی عورت یا کسی اور چیز کے لئے اپنا دین نہیں چھوڑ سکتا۔ اس نے کہا کہ پھر تم اپنے ملک واپس جانا پسند کرتے ہو یا ہمارے پاس ٹھہرنا؟

میں نے کہا مجھے اپنے واپس جانا پسند ہے۔ تو اس نے ایک ستارے کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس ستارے کے رخ پر چلو۔ دن کو چھپے رہو، رات کو سفر کرتے رہو۔ تم اپنے ملک پہونچ جاؤ گے۔ یہ کہہ کر اس نے مجھے کچھ توشہ دیا۔ میں اس کی ہدایت کے مطابق تین دن تک اس طرح چلتا رہا کہ رات کو چلتا اور دن کو چھپا رہتا۔ چوتھے دن میں ایک جگہ چھپا ہوا تھا کہ اچانک گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ میں نے دل میں کہا کہ بس اب تو پکڑا ہی گیا۔ وہ میرے پاس پہونچے تو میں نے دیکھا کہ وہ سب میرے شہید ہونیوالے مجاہد ساتھی ہیں، وہ سواریوں پر سوار تھے۔

انہوں نے کہا تم عمیر ہو؟

میں نے کہا جی ہاں! میں عمیر ہوں۔ کیا تم لوگ شہید نہیں ہو گئے تھے؟

انہوں نے کہا ہم شہید تو ہو گئے تھے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے شہیدوں کو دوبارہ زندہ کر کے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے نماز جنازہ میں شرکت کرنے کی

اجازت دی ہے۔اس کے بعدان میں سے کسی نے مجھے کہا کہ اپنا ہاتھ ادھر دو۔ میں نے ہاتھ اس کی طرف کردیا۔اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیا۔تھوڑی دیر چلنے کے بعد مجھے اچانک نادیدہ کسی ہاتھ نے سواری کے اوپر سے نیچے پھینک دیا تو میں اپنے گھر کے پاس ایک جزیرہ میں جاگرا۔اور مجھے کسی قسم کی خراش یا کوئی اور تکلیف نہیں ہوئی۔

(تاریخ مدینه دمشق جلد٤٦ / شرح الصدور ٢١٤/ ٢١٥)

شہید ساتھی زندہ رہنے والے مجاہد کا نکاح پڑھانے پہنچ گئے

امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے "عیون الحکایات" میں اپنی سند سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ابوضریر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ملک شام کے تین بھائی ہمیشہ جہادی مہم میں مصروف رہتے تھے۔اورتینوں بڑے شیر دل شہسوار تھے۔

ایک دفعہ ان کورومیوں نے گرفتار کرلیا۔بادشاہ کے سامنے جب یہ پیش ہوئے تو بادشاہ نے کہا کہ تم لوگ عیسائیت قبول کرلو میں تم سے اپنی بیٹیوں کی شادی کردوں گا اور سلطنت بھی تمہارے نام کردوں گا۔

انہوں نے کہا یہ تو کبھی نہیں ہوسکتا یہ کہہ کر انہوں نے یوں آواز دی کہ:

"وَا مُحَمَّدَاهُ!"

"اے محمد! آپ کہاں ہیں"

(آپ کے امتیوں سے عیسائی لوگ کیا مطالبہ کررہے ہیں)

تو بادشاہ نے تین بڑی بڑی دیگیں منگوائیں ان کو تیل سے بھر کر نیچے سے آگ جلادی۔

تین دن تک ان مجاہدین کو ان دیگوں کے پاس بلا کر کھولتے تیل میں ڈالنے کا خوف دلا کر عیسائیت قبول کرنے کا حکم دیا گیا لیکن یہ انکاری رہے۔

آخران میں سے بڑے بھائی کو کھولتے تیل کی دیگ میں ڈالدیا گیا،اس کے بعد منجھلے کو بھی اسی طرح بے دردی سے اس طرح کی ایک دیگ میں ڈالا گیا،اس کے

بعد چھوٹے بھائی کو بھی ایک کھولتے تیل کی دیگ کے پاس لایا گیا اور ہر طرح سے ڈرانے، دھمکانے اور لالچ دلا کر عیسائیت قبول کرنے پر رضامند کرنے کی کوشش کی گئی لیکن وہ برابر انکاری رہے، اتنے میں ایک مضبوط جسم رومی نے آگے بڑھ کر بادشاہ سے استدعا کی:

جہاں پناہ! آپ اس کو میرے حوالہ کر دیں میں اس کو عیسائی بنا کے چھوڑوں گا۔ بادشاہ نے کہا کہ کیسے؟ اس نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ عرب لوگ عورتوں کی طرف بہت زیادہ مائل ہوتے ہیں اور ملک روم میں میری بیٹی جیسی خوبصورت لڑکی نہیں ہے۔ میں اس کو لے جا کر اپنی بیٹی کے حوالے کر دوں گا یہاں تک کہ دونوں کو تنہائی میں رکھوں گا تو ضرور وہ اس کو عیسائی بنانے میں کامیاب ہو جائے گی۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کو لے جاؤ۔ چالیس دن کی مہلت ہے (اس میں اگر اس کو عیسائی نہیں بنایا تو اس کو ہم واپس لیں گے اور قتل کر دیں گے)۔

رومی شخص نے اسے اپنے گھر میں لے جا کر بیٹی کو سب کچھ سمجھا دیا۔ بیٹی نے کہا: آپ بے فکر رہیں میں اس کو عنقریب عیسائی بنا دوں گی۔ یہ مجاہد اس رومی کی بیٹی کے ساتھ اس طرح رہنے لگا کہ سارا دن روزے میں اور ساری رات نماز پڑھنے میں گزار دیتا۔ یہاں تک کہ بادشاہ کی دی ہوئی مدت کا اکثر حصہ گزر گیا تو رومی نے بیٹی سے کہا کہ کہاں تک کامیابی ہوئی؟

اس نے کہا: بال برابر بھی نہیں۔ مجھے لگتا ہے کہ دراصل اس کے دو بھائی چونکہ اسی شہر میں اس سے بچھڑ چکے ہیں یہ اپنے بھائیوں کے قتل کے آثار جب بھی دیکھتا ہے تو ان کو یاد کر کے اپنی زندگی بچانے کی خاطر کچھ کرنے پر آمادہ نہیں ہو پاتا۔ آپ بادشاہ کو جا کر ساری صورت حال بتائیں اور ذرا مزید کچھ دنوں کی مہلت مانگ لیں اور ہم دونوں کو کسی اور شہر میں منتقل کر دیں۔

رومی نے بادشاہ سے جا کر مزید کچھ دنوں کی مہلت منظور کروائی اور ان دونوں کو ایک دوسرے شہر منتقل کر دیا۔ اس مجاہد نے وہاں بھی راتوں کو نماز اور دنوں کو روزے میں گزارنا شروع کیا، یہاں تک کہ بادشاہ سے ملی ہوئی مدت پوری ہونے میں صرف

چند روز باقی رہ گئے تھے۔ تو لڑکی نے ان سے کہا کہ میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ ایک عظمت والے رب کی عبادت کرتے ہیں۔ میں آپ کے ساتھ آپ کی دین میں داخل ہو چکی ہوں اور اپنے آبائی دین کو چھوڑ چکی ہوں۔

مجاہد نے کہا کہ اب کیسے ہم ان (دشمنوں) کے علاقے سے نکل سکتے ہیں۔ (اس بارے میں سوچو)۔

لڑکی نے کہا کہ میں ایک تدبیر کرتی ہوں کہہ کر اس نے ایک سواری منگوائی اور دونوں اس پر سوار ہوئے، رات کو سفر کرتے ہوئے اور دن کو روپوشی کی حالت میں گزارتے ہوئے وہ اپنا سفر جاری رکھے ہوئے تھے۔ ایک رات کو یہ دونوں سفر کر رہے تھے کہ اچانک گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سننے میں آئی، دیکھا تو اس مجاہد کے شہید ہونے والے دونوں بھائی گھوڑے پر سوار تھے۔ ان کے ساتھ فرشتوں کی ایک جماعت بھی تھی۔ چنانچہ مجاہد نے ان کو سلام کیا اور ان کے حال احوال پوچھے تو انہوں کہا کہ کھولتے تیل میں صرف ہمارا ایک غوطہ ہی تھا، اس کے بعد ہم سیدھے فردوس میں جا کر نکلے۔

اب اللہ نے ہمیں تمہارے پاس بھیجا ہے تا کہ ہم اس لڑکی سے تمہارے نکاح میں حاضر ہوں۔ چنانچہ انہوں نے ان دونوں کا نکاح پڑھایا اور پھر غائب ہو گئے۔ اور دونوں ملک شام میں پہنچے، وہیں دونوں نے اقامت اختیار کی۔ اس وقت ان دونوں کا قصہ شام میں بہت مشہور ہوا۔ بعض شعراء نے ان دونوں کے بارے میں اشعار بھی کہے ہیں ان میں سے ایک شعر یہ ہے:

سیعطی الصادقین بفضل الصدق
نجاة فی الحیٰوة وفی الممات

سچوں کو سچائی کے بدلے میں زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی نجات حاصل ہوگی۔

(شرح الصدور: ص ۲۱۵/ ۲۶۶)

جنگ یمامہ کے شہید کا شہادت کے بعد کلام کرنا

حضرت عبداللہ بن عتبہ انصاری صحابی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مسیلمہ کذاب کے لوگوں کے ہاتھوں شہید ہونے والے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دفنا رہے تھے تو شہید ہونے والے ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے شہداء کے درمیان سے یوں کلام کیا کہ ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ ابوبکر صدیق (سچے) ہیں عمر شہید ہیں عثمان رحم دل ہیں یہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔

(تاریخ مدینة دمشق : ۳۰:۴۰۸)

جنگ جمل کے شہید کا کلام کرنا

حضرت عبداللہ بن عبید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنگ حنین یا جنگ جمل کے شہداء کو دفنا رہے تھے تو ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں کلام کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، ابوبکر صدیق ہیں عمر شہید ہیں عثمان رحم دل ہیں یہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔ (دلائل النبوة للبیهقی/ شرح الصدور:ص ۲۲۱)

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شہادت کے بعد کلام کرنا

حضرت عبداللہ بن عبید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ میں شہید ہونے والے حضرت ثابت بن قیس بن شماش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفنانے میں میں بھی شریک رہا جب ہم نے ان کو قبر میں رکھا تو ہم نے سنا کہ وہ فرما رہے ہیں کہ: ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، ابوبکر صدیق ہیں، عمر شہید ہیں، عثمان رحم دل ہیں''۔

ہم نے ان کے کفن کو کھول کر دیکھا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے کی طرح بے جان تھے۔

(التاریخ الکبیر للبخاری رحمہ اللہ /شرح الصدور:ص ۲۲۱)

شہیدِ اُحد قبر میں بیٹھے تلاوت کر رہے تھے

علامہ سہیلی رحمۃ اللہ نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوہ اُحد کے پاس زمین کھودی تو ایک پتھر پھٹ گیا، اندر دیکھا کہ ایک شخص ایک چار پائی پر بیٹھا ہوا ہے، اس کے سامنے قرآن کریم ہے جسے وہ پڑھ رہا ہے اور سامنے ایک ہرا بھرا باغ ہے، اس شخص کے ایک رخسار پر زخم کا نشان بھی ہے تو وہ سمجھ گئے کہ اُحد کے شہداء میں سے کوئی ہیں۔ (شرح الصدور:۲۰۶-۲۰۵)

شہید کا ہاتھ کے اشارے سے جواب

روض الریاحین میں محمود وراق ایک شہید کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک سیاہ فام نوعمر ''مبارک نامی'' لڑکا تھا۔ جس کو ہم اکثر کہتے تھے کہ تو شادی کیوں نہیں کرتا تو وہ ایک ہی جواب دیتا کہ میں اللہ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ ذات پاک میرا نکاح حورعین سے کرادے، شیخ وراق فرماتے ہیں کہ ہم جہاد کے سلسلے میں نکلے تو وہ لڑکا بھی ہمارے ساتھ تھا، دشمن نے اچانک ہم پر حملہ کر دیا مبارک نے ڈٹ کو مقابلہ کیا اور شہید ہو گیا۔ لڑائی کے بعد ہم نے جب اس نوعمر نوجوان کی لاش دیکھی تو سر ایک جگہ پڑا ہوا ہے جسم کسی اور جگہ پر پیٹ کے بل پڑا ہے اور دونوں ہاتھ سینے کے نیچے ہیں ہم نے اس کی لاش کے قریب کھڑے ہو کر کہا مبارک تمہیں شہادت مبارک ہو! مگر یہ تو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تیرا نکاح کتنی حوروں سے کیا۔ شہید ''مبارک'' جس کا سر کسی اور جگہ پر تھا، نے سینے کے نیچے سے ہاتھ نکالا اور تین انگلیوں سے اشارہ کیا کہ رب نے اس کا نکاح تین حوروں سے کر دیا ہے۔

شہید کی تلاوت

سعید عجمی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم سمندری جہاد میں نکل گئے، ہمارے ساتھ ایک جوان ایسا تھا جو دن رات عبادت وتلاوت میں مصروف رہتا تھا،

جنگ میں بھی اس نے جرأت و بہادری کا مظاہرہ کیا اور شہید ہو گیا اس کا سر تن سے جدا ہو گیا، ہم جب کشتی میں سوار ہو کر روانہ ہوئے تو اس نے کشتی کے سامنے پانی پر ٹھہر کر قرآن پاک کی آیت تلاوت کی جس کا ترجمہ یہ ہے:

''یعنی آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کو دیتے ہیں جو زمین پر تکبر اور فساد نہیں چاہتے اور متقیوں کا انجام اچھا ہے''۔

شہید نے تلوار کی ضرب سے رومی کا سر اُڑا دیا

ہارون الرشید کے زمانہ میں ایک بطال نامی مجاہد تھا وہ رومیوں کے علاقہ میں چلا جاتا اور ان کا حلیہ اپنا لیتا اور اپنے سر پر انہیں کی ٹوپی پہن کو انجیل گلے میں ڈال لیتا تھا پھر اگر اسے دس سے پچاس تک رومی کہیں مل جاتے تو انہیں قتل کر دیتا، اگر اس سے زیادہ ہوتے تو انہیں کچھ نہ کہتا بس کئی سال تک وہ اس طرح کی کاروائیاں کر کے دشمنان اسلام کو تہہ تیغ کرتا رہا، جب وہ واپس آیا تو ہارون الرشید نے اسے بلایا اور پوچھا کہ اے بطال! رومیوں کے ملک میں جو سب سے عجیب واقعہ تمہارے ساتھ پیش آیا ہو وہ سناؤ۔

اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! میں ایک بار کسی سبزہ زار سے گزر رہا تھا کہ ایک نیزہ بردار مسلح شخص شہسوار میرے پاس آیا اور اس نے مجھے سلام کیا میں سمجھ گیا کہ یہ مسلمان ہے میں نے اسے جواب دیا، اس نے مجھے کہا کیا آپ بطال کو جانتے ہیں میں نے کہا کہ میں بطال ہوں، اس نے گھوڑے سے اتر کر مجھے گلے لگا لیا اور میرے ہاتھ چومے اور کہا کہ میں آپ کے ساتھ شامل ہونا چاہتا ہوں، میں نے حامی بھر لی اور ساتھ لے لیا۔

ایک بار ہم جا رہے تھے کہ رومیوں نے ہمیں دور ایک قلعہ سے دیکھ لیا، وہاں سے چار مسلح سپاہی گھوڑے دوڑاتے ہوئے ہماری طرف بڑھے، اس نوجوان نے کہا کہ اے امیر! مجھے اجازت دیجئے کہ میں ان کا مقابلہ کروں، میں نے اجازت دے دی وہ مقابلہ کے لئے نکلا اور تھوڑی دیر مقابلہ کے بعد شہید ہو گیا، میرے ساتھی کی

شہادت کے بعد وہ میری طرف بڑھے، میں نے اپنے ساتھی کا سامان حرب اٹھایا اور مقابلے کے لئے تیار ہو گیا۔

میں نے کہا کہ یہ کیسا انصاف ہے کہ تم چار ہو اور میں اکیلا تمہارا مقابلہ کروں، تم بھی ایک ایک کر کے میرا مقابلہ کرو۔ انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے چنانچہ وہ ایک ایک کر کے میرے مقابلے پر آتے رہے، میں نے تین کو مار گرایا، مگر چوتھے کے ساتھ مقابلہ سخت رہا، لڑتے لڑتے ہمارے نیزے اور ڈھالیں ٹوٹ گئیں۔ پھر دونوں میں کشتی شروع ہو گئی مگر کوئی غالب نہ آسکا، میں نے اسے کہا کہ اے رومی! میری نماز قضا ہو رہی ہے اور تمہاری عبادت بھی چھوٹ رہی ہو گی تو کیوں نہ ہم اپنی اپنی عبادت کو ادا کریں اور رات کو آرام کریں، کل صبح پھر مقابلہ کریں گے، وہ راضی ہو گیا صبح میں نے نماز پڑھی اور وہ کافر بھی کچھ کرتا رہا پھر ہم کشتی میں مشغول ہو گئے میں نے اسے پچھاڑ دیا اور اس کے سینے پر بیٹھ کر اسے ذبح کرنے کا ارادہ کیا اس نے کہا کہ اس بار مجھے چھوڑ دو تا کہ ہم پھر مقابلہ کریں۔

میں نے اسے چھوڑ دیا، جب دوبارہ مقابلہ ہوا تو میرا پاؤں پھسل گیا وہ مجھے گرا کر سینے پر بیٹھ گیا اور اس نے خنجر نکال لیا میں نے کہا کہ میں تمہیں ایک بار موقع دے چکا ہوں کیا تم مجھے موقع نہیں دو گے؟

اس نے کہا کہ ٹھیک ہے اور مجھے چھوڑ دیا، جب تیسری بار کی لڑائی میں اس نے مجھے پھر گرا دیا اور میرے کہنے پر مجھے چھوڑ دیا، جب چوتھی بار اس نے مجھے گرایا تو کہنے لگا کہ میں تمہیں پہچان چکا ہوں کہ تم بطال ہو اب میں تمہیں لازماً قتل کروں گا اور زمین کو تجھ سے راحت دوں گا میں نے کہا کہ اگر میرے اللہ نے مجھے بچانا چاہا تو تم نہیں مار سکو گے، اس نے کہا کہ تم اپنے رب کو بلاؤ کہ وہ تمہیں مجھ سے بچا لے، یہ کہہ کر اس نے خنجر بلند کیا تا کہ میری گردن پر وار کر سکے۔

اے امیر المؤمنین! اس وقت میرا شہید ساتھ اٹھا اور اس نے تلوار مار کر اس رومی کا سر اڑا دیا اور اس نے یہ آیت پڑھی (ترجمہ):

''تم شہیدوں کو مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ تو زندہ ہیں''۔

پھر وہ دوبارہ گر گیا، یہ وہ عجیب ترین واقعہ ہے جو میں نے اپنی زندگی میں دیکھا ہے۔

شہادت کے دس دن بعد تک شہید کا گھر میں آنا

درج ذیل واقعہ برادر اور فریدون نے سنایا جو ایک عرصے تک کابل میں ہونے والی کارروائیوں میں شریک رہے۔

کوئی آٹھ برس پہلے کی بات ہے کہ کابل سے متصل صوبہ لوگر سے تعلق رکھنے والے دو نوجوان لڑکوں نے جو کابل کی پولیس اکیڈمی میں زیر تربیت تھے، باہم مشورے سے مجاہدین کے ساتھ جا ملنے کا فیصلہ کیا۔ دونوں چھٹیوں پر آئے تو واپس نہ لوٹے انہوں نے اپنے علاقے کے مجاہدین سے رابطہ کیا اور ان میں شامل ہو گئے۔

وقت گزرتا رہا اور جنگ کی شدت میں خاک وکندن بنتا رہا۔ آخر ایک وقت آیا جب اس میں سے ایک اسی گروپ کا کمانڈر ہو گیا جس میں وہ شامل ہوئے تھے اور دوسرا ایک آزمودہ مجاہد کے طور پر گروپ کا رکن، یہ مجاہد اپنے پیچھے صرف ایک بوڑھی ماں رکھتا تھا۔ جس گاؤں میں اس کی والدہ رہائش پذیر تھی اس کے اور اس مجاہد گروہ کی قیام گاہ کے درمیان کابل لوگر شاہراہ حائل تھی۔

گاؤں والے مکمل طور پر مجاہدین کے حامی تھے اور یہیں سے مجاہدین کے لئے روٹیاں پکوا کر بھجوائی جاتی تھیں۔

اپنی باری آنے پر مذکورہ مجاہد کی ڈیوٹی گاؤں سے روٹیاں لانے پر لگی تو اس نے کمانڈر سے اس امر کی اجازت بھی لی کہ وہ اپنی بوڑھی ماں سے مل آیا کرے، ایک دن صبح یہ مجاہد بیدار ہوا تو ساتھیوں سے کہا کہ آج میں شہید ہو جاؤنگا۔

اس کے ساتھی اس کے اس جملے کو دیرینہ خواہش سمجھ کر ٹال گئے۔ پھر وقت مقررہ پر یہ مجاہد حسب معمول روٹیاں لینے گاؤں کی طرف چل دیا۔ اسی رات کابل سے ایک بڑا فوجی کانوائے اس شاہراہ پر گاؤں کے عین سامنے آن ٹھہرا تھا جہاں موجود چند مجاہدین اور کانوائے کے درمیان جنگ جاری تھی۔

نوجوان مجاہد نے یہ منظر دیکھا تو خود بھی اس جنگ میں شریک ہو گیا، انہوں نے دشمن کو خاصا نقصان پہنچایا، آخرکار چاروں طرف سے گھر جانے اور گولیاں ختم ہو جانے کے باعث چالیس مجاہدین زندہ گرفتار کر لئے گئے جب کہ بقیہ چند مجاہدین بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

روسیوں نے تمام گرفتار شدگان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انہیں ایک بہت بڑے گڑھے میں لٹایا اور اوپر سے بلڈوزر چلا کر ٹنوں مٹی تلے زندہ دفن کر دیا۔ یہ مجاہد نوجوان بھی ان شہیدوں میں شامل تھا۔

نوجوان کی شہادت کی خبر اس کے گروپ کو ان مجاہدین نے پہنچائی جو بچ نکلے تھے اور جنہوں نے یہ دردناک منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اس نوجوان کی شہادت کے دو دن بعد کا ذکر ہے کہ اس بوڑھی والدہ اس کے کمانڈر اور پرانے دوست کے پاس پہنچی اور اسے اطلاع دی کہ ہمارے گاؤں کے ساتھ والے ٹیلے پر دشمن نے ایک نئی پوسٹ قائم کی ہے تم اپنے گروپ کے ساتھ محتاط رہو اور میرے بیٹے کو بھی منع کر دو کہ مجھ سے ملنے نہ آیا کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی آمد و رفت دشمن کی نظر میں آجائے اور وہ اسے نقصان پہنچائیں۔

مجھے اس سے ملنا ہوگا تو از خود یہاں آجاؤں گی کمانڈر نے شہید کی والدہ کی گفتگو سنی تو اسے ہمت نہ ہوئی کہ اسے اس کے جوان اکلوتے بیٹے کی شہادت کی خبر سنا سکے جس سے وہ تا حال بے خبر تھی، اس نے شہید کی والدہ کو ایسا ہی کرنے کا یقین دلایا اور نہایت عزت و توقیر سے واپس بھیج دیا۔

تین دن بعد یہی خاتون دوبارہ آئیں اور آتے ہی کمانڈر سے شکوہ کناں ہوئیں کہ تم نے میرے بیٹے کو منع نہیں کیا چنانچہ اب بھی وہ مجھ سے ملنے گھر آتا ہے۔ براہ خدا اسے حکم دو کہ وہ ایسا نہ کرے۔ کمانڈر نے یہ سنا تو اندر تک لرز گیا، اس نے خاتون سے استفسار کیا کہ اب بھی آپ کا بیٹا آپ سے ملنے آتا ہے؟

خاتون نے اثبات میں سر ہلایا کمانڈر پسینہ پسینہ ہو گیا اور اس کی حالت متغیر ہو گئی لیکن اس کے لبوں کی خاموشی پھر بھی نہ ٹوٹی، خاتون یہ کہہ کر واپس لوٹی کہ اب بھی

وقت ہے اسے سمجھاؤ کہ دشمن کی نئی پوسٹ کے اتنے قریب سے گزر کر گھر نہ آیا کرے۔ کیونکہ وہ اتنا بڑا خطرہ مول لیتا ہے۔

کوئی پانچ دن کے وقفے کے بعد اب وہ خاتون سہہ بارہ کمانڈر کے پاس پہنچی اب وہ قدرے غصے میں تھی، کمانڈر کا سامنا ہوتے ہی اس نے کمانڈر کو ڈانٹا کہ تم کیسے کمانڈر ہو تم سے اپنا ایک مجاہد نہیں سنبھلتا۔

پچھلی بار جب تم سے شکایت کر کے لوٹی تو بجائے اس کے کہ میرا بیٹا محتاط ہو جاتا اس نے تو گھر آنا جانا پہلے سے بھی زیادہ کر دیا اور پچھلے پانچ دن سے تو وہ بلاناغہ روزانہ گھر آتا ہے، کیا تم اسے روک نہیں سکتے۔

کمانڈر جس نے بڑی مشکل سے خود پر قابو پایا ہوا تھا۔ یہ سن کر تاب کھو بیٹھا اور چیخ کر بولا کہ تمہارے بیٹے کو شہید ہوئے آج دسواں دن ہے۔

اسی کمانڈر نے فریدون کو جب یہ واقعہ سنایا تو ان کی آنکھوں سے اشک رواں تھے، اس نے کہا کہ میرے انکشاف کے بعد شہید کا اپنی والدہ سے ملاقات کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

وہ ہنس رہا تھا

محمد شاہ دیم نے حافظ قرآن قاری عبدالرحمٰن کے بارے میں بتایا کہ وہ دوپہر ۱۲ بجے شہید ہوا اور میں نے اسے مغرب کے وقت دفن کیا، دفن کے وقت وہ زور زور سے ہنس رہا تھا۔ جب بھی قبر پر پتھر کی سل رکھتا وہ ہنس پڑتا، ہم نے آپس میں کہا یہ مردہ نہیں ہے، یہ واقعہ تین دفعہ ہوا، اس وقت اس کی قبر کے ارد گرد تقریباً ۱۰۰ مجاہدین موجود تھے۔

ایک اور عجیب بات یہ ہے کہ اس کی قبر سے عطر کی سی خوشبو آ رہی تھی، جن حضرات نے اسے اس صورت میں دیکھا ان میں شیخ فتح اللہ اور حمد اللہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

عبدالواحد بن فیض محمد جو ترہ کئی کے زمانے میں فوج میں کرنل تھا اور بھاگ کر مجاہدین سے آملا تھا۔ اس نے میدان جنگ میں مجھے بتایا کہ میں نے ہرات کے ایک کمیونسٹ آفیسر کو گرفتار کیا اس کا نام عبدالوہاب تھا، میں نے اس سے پوچھا تم نے

ہتھیار کیوں ڈال دیئے؟ اس نے جواب دیا میں نے دیکھا کہ پورے میدان میں سفید کپڑے پہنے فوجی بھرے پڑے ہیں۔

مجھے بندوق دو میں ان سب کو ختم کرونگا

میاں گل کی کہانی آنے والی کئی صدیوں تک بغلان اور قندوز کے عوام کے لئے جہاد کے راستے پر روشنی کا کام دیتی رہے گی۔

میاں گل بچپن ہی سے تحریک اسلامی سے وابستہ ہوگیا تھا، جب تحریک اسلامی کے نوجوانوں نے محمد داؤد خاں کی حکومت کے خلاف مزاحمت کا آغاز کیا تو میاں گل ان میں سب سے آگے تھا پھر تره کئی کا زمانہ آیا تو لوگوں نے اسے اپنا رہبر بنالیا، رہبر اور رہنما بننے کے بعد میں گل کی صلاحتیں خوب نکھر سامنے آئیں۔

اس نے اپنے دشمن روس کو ایسی ایسی ضربیں پہنچائیں کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد دلایا، وہ کئی برس تک جارحانہ کارروائیاں کرتا رہا یہاں تک کہ اس کا آخری وقت قریب آپہنچا، ایک روز وہ اپنے گروپ کے ایک مجاہد سے تعزیت کرنے کے لئے نکلا، اس کے باڈی گارڈ اس کے ساتھ تھے۔ ادھر کمیونسٹوں کو اپنے جاسوسوں کے ذریعے خبر مل گئی اور انہوں نے پوری قوت کے ساتھ اس چھوٹے سے قافلے پر حملہ کردیا اور مردانہ وار مقابلہ کرنے کے بعد میاں گل نے شہادت کے جام کو نوش جان کرلیا۔

اس کی قیادت میں لڑنے والے کمانڈر محمد نعیم نے عبداللہ عزام کو بتایا کہ اس کی شہادت سے کمیونسٹ اتنے خوش ہوئے کہ انہوں نے اعلان کیا کہ وہ پل خمری میں اس کی لاش پر پہرہ بٹھادیا۔

میاں گل جو شہید ہو چکا تھا بار بار چیخ کر کہتا تھا "مجھے میری بندوق دو میں ان سب کو قتل کردوں گا" یہ پہرے دار بعد میں مجاہدین کے ساتھ آملے اور انہوں نے یہ واقعہ سنایا۔

اس علاقے میں ایک کمیونسٹ اپنا سینہ ٹھنڈا کرنے کے لئے اس کی لاش کے پاس آیا اور اسے ٹھوکر لگانے کی کوشش کی لیکن پاؤں مفلوج ہوگیا، یہ واقعات جلد ہی پورے منطقے میں زبان زد عام ہوگئے، کمیونسٹوں نے اپنی آنکھوں سے میاں گل کی

کرامات دیکھیں۔ اس کے بعد وہ اس کی لاش کے قریب جانے کی بھی جرأت نہ کر سکے وہ کفن دے کر آئے اور علماء کو سونپ کر کہا کہ لو انہیں دفنا دو جب تمہارے درمیان ایسے لوگ موجود ہیں تو تم شکست نہیں کھا سکتے۔

میاں گل کو دفن کر دیا گیا تو اس کی قبر سے ایک نور پھوٹ پڑا اور وہاں سے نعرہ تکبیر کی آوازیں آنے لگیں، ان تکبیروں کے جواب میں لوگوں کا ایک غیر مرئی گروہ اللہ اکبر کہتا اور یہ آواز گونجتی محسوس ہوتی، جواب دینے والوں کی شکلیں نظر نہیں آتی تھیں۔

پشاور میں میاں گل کے رشتہ دار سخت افسوس کر رہے تھے اور بڑے غمگین تھے خصوصاً اس کی بیوہ اور بھائی تو بہت حزین نظر آتے تھے۔ اس کے بھائی نے ایک رات نماز عشاء پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اس کی شہادت قبول ہونے کا کوئی ثبوت دکھا دے۔ اور ان کا غم کم کر دے رات کو جب وہ سویا ہوا تھا، پھولوں کا ایک گلدستہ چھت سے زمین پر آ گرا، اس گلدستہ سے عطر کی سی خوشبو پھوٹ رہی تھی، اس کی خوشبو سے میاں گل کا بھائی جاگ اٹھا۔ اس نے اپنی بہنوں کو بھی اٹھا دیا۔ پھر انہوں نے اس کے ہم زلف محمد یاسر کو جگانے کا ارادہ کیا لیکن پھر سوچا کہ ہم یہ گلدستہ قرآن کریم میں رکھ دیتے ہیں، صبح ہم یہ کرامت اسے دکھا دینگے لیکن اگلی صبح انہوں نے قرآن پاک کھولا تو وہاں کوئی گلدستہ وغیرہ نہیں تھا۔

یہ قصہ اتحادِ اسلامی کی سیاسی کمیٹی کے سربراہ محمد یاسر نے بتایا۔

میاں گل نے اپنی شہادت کے بعد اپنی بیوی کو زندگی سے بیزار کر دیا اور اسے اپنی ملاقات کے شوق میں مبتلا کر دیا، اس کے گھر والوں نے جب بھی اس سے کہا کہ تم شادی کر لو اس خدا کی بندی نے کہا میں جنت میں میاں گل کی بیوی بننا چاہتی ہوں، میں دوسری شادی نہیں کروں گی۔ ہر ہفتے اسے خواب میں میاں گل نظر آتا ہے بلکہ بعض اوقات تو ہر رات خواب میں اس کی ملاقات میاں گل سے ہوتی، آج کل وہ قرآن حفظ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

شہداء چاول اور گوشت کھا رہے تھے

مقام امام صاحب، قندوز کے حاجی محمد گل نے بتایا کہ طیاروں نے ۷ مجاہدین کے ایک گروپ پر حملہ کیا جس سے ۶ مجاہد شہید ہو گئے صرف جان محمد زندہ بچا، جان محمد کہتا ہے کہ میں بمباری سے بچنے کے لئے شہداء کے درمیان لیٹا ہوا تھا، جب بھی میں سر اٹھا کر ان کو دیکھتا انہیں چاول اور گوشت کھاتے پایا۔

جان محمد اپنے گھر لوٹا تو اس کے کپڑے خون سے لتھڑے ہوئے تھے۔ اس نے اپنے والد سے کہا:

''میں یہ کپڑے تبدیل نہیں کروں گا، میری خواہش ہے انہی کپڑوں میں شہادت کا درجہ حاصل کروں اور اگلے روز جان محمد کی خواہش پوری ہو گئی اور وہ شہید ہو کر اپنے شہید ساتھیوں سے جاملا''۔

کنویں میں بیس دن

غزنی میں حرکۃ انقلاب اسلامی کے امیر مولوی عبدالرحمٰن فدائی کے نائب نے یہ عجیب وغریب قصہ سنایا جس کی شہرت غزنی میں تواتر کی حد تک کو پہنچ چکی ہے۔ نصر اللہ منصور بن محمد زاہد کہیں جا رہا تھا کہ اس نے چند ٹینکوں کو اپنی طرف آتے دیکھا، نصر اللہ منصور کا چچا محمد کریم منطقے کے ایک گروپ کا کمانڈر تھا۔ نصر اللہ یہ سوچ کر پریشان ہو گیا کہ اگر ٹینک والوں نے مجھے زندہ پکڑ لیا تو چچا کا پتہ بتانے پر مجبور کریں گے چنانچہ وہ وہاں سے بھاگ نکلا، اسے بھاگتے دیکھ کر ایک ٹینک نے اس کا تعاقب کرنا شروع کر دیا۔ نصر اللہ بھاگتا رہا، بھاگتا رہا۔ آخر اس کے راستے میں ایک کنواں آ گیا اس نے فوراً کنویں میں چھلانگ لگادی۔''

یہ کنواں ۳۰ میٹر گہرا تھا دنیاوی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو نصر اللہ کو سخت ضربیں آتیں لیکن اسے کچھ نہیں ہوا، اور جیسے ہی ہوش وحواس درست ہوئے باہر نکلنے کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا باہر نکلنے کی کئی تدبیریں اس کے ذہن میں آئیں۔ اس

نے ان پر عمل بھی کیا لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی، آخر اس نے صدق دل سے اپنے رب کی طرف دھیان دیا کیونکہ مجبوروں اور بیکسوں کا سب سے مضبوط سہارا وہی ہے اور قرآن کی اس آیت کے مصداق:

ترجمہ: اگر وہ (حضرت یونس علیہ السلام) تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا تو یوم قیامت تک اس کے (مچھلی کے) پیٹ میں ہی رہتا۔

اور دو روز بعد اس نے کچھ شہداء کو دیکھا، اس کے یہ مجاہد ساتھی اسی سال شہید ہوئے تھے یہ شہید کے لئے کھانے پینے کی چیزیں لائے، یہ سلسلہ کئی دن جاری رہا، ایک شہید داء محمد تو اس کے لئے ہر روز چائے بھی لیکر آتا تھا۔

ایک دن اس نے داء محمد شہید سے کہا کہ ایسے کب تک کام چلے گا مجھے کنویں سے نکالو! داء محمد نے ایک لکڑی جو نوکدار تھی اسے دیتے ہوئے کہا تم اس سے کنویں کی دیوار میں سیڑھیاں بناؤ اور باہر نکل جاؤ۔

نصر اللہ نے کہا میں اس لکڑی سے یہ چٹان کیسے کاٹ سکتا ہوں؟

داء محمد شہید نے کہا آؤ میں تمہاری مدد کرتا ہوں، پھر اس نے اس لکڑی سے کنویں کی دیوار میں شگاف ڈالنا شروع کیے اور یوں لگا کہ کنویں کی دیوار گویا ریت کی بنی ہوئی ہے۔ سیڑھی آسانی سے بن گئی اور بیس دن کے بعد نصر اللہ کنویں سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ لوگ اسے دیکھتے ہیں اور اس سے یہ ناقابل یقین واقعہ حیرت سے سنتے ہیں۔

شہید نے مسکرا کر آنکھیں کھول دیں

وردگ کے مولوی محمود نے بتایا کہ میرا چچازاد شہید ہو گیا، لوگ اسے دفن کرنے ہمارے گاؤں لورا میں لے کر آئے مجھے اس کی شہادت کا پتہ چلا تو میں اس کے پاس گیا اور جونہی میں وہاں پہنچا لوگوں نے شہید سے مخاطب ہو کر کہا، لو مولوی محمود بھی پہنچ گیا عبدالباقی (شہید) مسکرایا اور اپنی آنکھیں کھول دیں۔

شہید کے سر کا سفر

جاجی کے کمانڈر رسار نوال محمد صاحب نے جس کا تعلق گردیز کے ضلع زرمت سے ہے بتایا (وہ کابل کی شرعیہ فیکلٹی کا فارغ التحصیل بھی ہے) کہ ہم ایک معرکہ لڑ رہے تھے، معرکے کے بعد ایک مجاہد لاپتہ ہوگیا، کافی تلاش کے بعد بھی نہ ملا، رات کو میں نے اسے خواب میں دیکھا وہ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ میں فلاں مقام پر ہوں، ہم اس جگہ پہنچے تو ہمیں وہاں اس کا کٹا ہوا سر ملا، ہم نے اسے اٹھالیا اور پورے احترام سے لاکر اسے دفن کردیا، کچھ عرصہ بعد ایک اور معرکہ پیش آیا۔

اس بار ہم نے ایک کمیونسٹ کو گرفتار کیا۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ اس شہید کا سر کس نے کاٹا تھا؟ اس نے بتایا کہ فلاں کمیونسٹ نے ایسا کیا تھا، وہ اسے اپنے گھر لے گیا تھا اور شہید کردیا تھا، لیکن اگلے دن اس نے دیکھا کہ لاش تو موجود ہے لیکن اس کے ساتھ سر نہیں ہے، اس سے اگلے روز شہید کی لاش کو دیکھا تو سر جسم کیساتھ لگا ہوا ہے۔ اس نے دوبارہ اسے کاٹا اور اپنے روسی کمانڈر کے دفتر میں رکھ دیا، لیکن سر وہاں سے غائب ہوگیا اور یہاں بھی پہلا واقعہ دہرایا گیا یعنی سر شہید کی گردن سے جڑا ہوا ملا یہ لوگ بہت حیران ہوئے، وہ حکومت کے ایک وفادار عالم کے پاس پہنچے اور اس سے یہ راز پوچھا، اس نے کہا اگر تم اس کا جسم پیشاب سے ناپاک کردو تو اس کا سر واپس نہیں آسکے گا چنانچہ انہوں نے اس کے جسم کو پیشاب سے ناپاک کردیا اور اس کا سر کاٹ لیا اور اس جگہ پھینک دیا جہاں سے ہمیں ملا تھا۔

پیارے بھائی ہم سے بات کرو

ملا محمد مسعود اور عبدالمجید نے بتایا کہ ہمارے طالب علم ساتھی محمد حنیف شہید ہوگئے جب اسے دفن کرنے لگے تو اس کے ایک طالب علم ساتھی عبدالمجید نے کہا، پیارے بھائی ہم سے بات کرو تو شہید محمد حنیف نے اپنا ہاتھ بلند کیا۔ عبدالمجید نے کہا اچھا اب ہاتھ نیچے کرلو اور محمد حنیف نے اپنا ہاتھ نیچے کرلیا۔ (ماخوذ از: **آیات الرحمن فی جهاد افغانستان للدکتور عبدالله عزام الشهید رحمہ اللہ**)